انوار خطابت

جلد اول

محرم الحرام تا جمادی الاخری

تالیف

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ و بانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

ناشر

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑ بن، X روڈ، حیدر آباد، الہند

www.ziaislamic.com

ph:9032857993-9032003473

zia.islamic@yahoo.co.in

نام کتاب : انوار خطابت، حصہ اول تا ششم

تالیف : مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

طبع سوم : شعبان المعظم 1436ھ، م مئی 2015ء

صفحات : 648

تعداد اشاعت : ایک ہزار (1000)

قیمت : 550 روپے

ناشر : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد دکن

مطبع : مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

کتابت وتزئین : مولانا حافظ احمد محی الدین رفیع، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ / محمد عبدالرزاق

کمپوزنگ : ابوالبرکات کمپیوٹر سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، دکن فون نمبر: 040-24469996

پروف ریڈنگ : مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب، مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب، مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب
مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب

ملنے کے پتے :
- جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن
- ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاونڈیشن، شبلی گنج، حیدرآباد
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد
- گیارہ سیڑھی، بارگاہِ بندہ نوازؒ، گلبرگہ شریف۔ کرناٹک
- ہاشمی محبوب کتب خانہ تعظیم ترک مسجد، بیجاپور
- دیگر تاجران کتب، شہر ومضافات

……اجمالی فہرست……

فہرست

محرم الحرام کے خطابات

......صفر المظفر کے خطابات......

......ربیع الاول کے خطابات......

……ولادت باسعادت، خصائص وامتیازات……(262)

……جسم اطہر کی اعجازی شان……(287)

......ربیع الثانی کے خطابات......

......جمادی الاولی کے خطابات......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مفکرِ اسلام زین الفقہاء حضرت علامہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد و سرپرست اعلیٰ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی وآله الطیبین الطاهرین واصحابه الاکرمین اجمعین . امابعد!

خطبات کاملہ عطیہ ربانی اور انعام رحمانی ہے، دنیا کی ہر قوم میں خطیب ہوئے ہیں جو اہم موقعوں پر اپنی خطابت سے قوم کو بہادری، شجاعت، جرأت و ہمت پر ابھارتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں، اصلاح فکر و عمل کی طرف راغب کرتے ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ماقبل اسلام مختلف علاقوں میں بڑے بڑے خطیب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے مذہبی مقامات سے لیکر میدان حرب وضرب تک اپنی قوم کے افراد کو جانبازی اور قربانی کے جذبات سے سرشار کیا۔ عربوں میں خطابت کو ایک خاص مقام حاصل تھا، ان میں بڑے بڑے خطیب گذرے ہیں جن کے خطبے انکی زبان دانی، مہارت لسانی، حب الوطنی کے آئینہ دار ہوتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ نے عمرانی، انسانی، روحانی، معاشرتی، انفرادی، اجتماعی، فکری، اعتقادی اور لسانی ہر اعتبار سے اثر ڈالا اور انقلاب بپا کیا۔ خطابت کو بھی آپ نے ایک نئی جہت اور جدید رنگ روپ عطا فرمایا جسکی توثیق **ان من الشعر لحكمة و ان من البیان لسحرا** سے

ہوتی ہے۔آپ نے خطابت کو توحید و رسالت، اصلاح فکر وعمل اور خدمت انسانیت،فکرآخرت کی طرف موڑ دیا،خصوصی موقعوں پر دیئے گئے آپ کے خطبات آج بھی ساری دنیا کے انسانوں کیلئےمشعل راہ ہیں۔اسلام نے جمعہ، عیدین، نکاح اور دیگر مناسب مواقع پر وعظ ونصیحت اور رشد و ہدایت کےعمل کو دوام عطا کیا،ان میں جمعہ کے خطبات کی بڑی اہمیت وافادیت ومعنویت ہے، علماءکرام اورخطیبان امت نے اس سلسلہ میں بڑی محنتیں اورکوششیں فرمائیں، زیرنظر کتاب جوانوار خطابت سے موسوم ہےاسی سلسلہ کی ایک کڑی ہےجسمیں سال کے بارہ مہینوں کے جمعوں کے خطبات کوعربی زبان کےقواعد کی رعایت کرتے ہوئے اورقرآن مجید کےعلاوہ حدیث شریف،اسماءالرجال،فقہ اسلامی، تاریخ، تذکرہ اور دیگر ضروری علوم وفنون کی کتابوں کے حوالوں سے مدلل انداز میں پیش کیا گیاہے،اس کتاب کے دیکھنے سےمعلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے دینی احکام وعقائداور مسائل کے بتانے میں دلائل کا اہتمام کیا ہے، جوآج کل کے حالات اور ماحول کےلحاظ، جدید ذہن اورمزاج کےمطابق ہے،تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہوئے ان سےنتائج اخذ کرتے ہوئےمتوازن لب ولہجہ اورسلیس اندازاختیارکیا گیاہے،تعاقب اوررد کےمواقع پربھی زبان وقلم کی ثقافت کو برقرار رکھنا ہی ایک عالم دین کی شان ہے۔ہردوراوروقت کےتقاضےالگ الگ ہوتے ہیں،مؤلفین اورمصنفین اسی کےمطابق کتابیں تالیف کرتے ہیں۔انوارخطابت میں اسلامی فقہی مسائل کےعلاوہ جدیدمسائل پرمصادراسلامی اورمخازن شریعت کی روشنی میں قلم اٹھایا گیاہےاورحتی الامکان جدیدذہن کومطمئن کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے،مصنف کتاب عزیز مولوی مفتی سیدضیاءالدین نقشبندی وقادری جامعہ نظامیہ کےمولوی کامل وشیخ الفقہ ہیں،افتاءنویسی،مضمون نگاری کےساتھ خطابت

اورتحریر کا ذوق اور ملکہ رکھتے ہیں، آداب علم، اکرام شیوخ اور فیضان اسلاف کی معرفت انوار خطابت کے فائدہ وافادہ کو وسیع کرتے ہوئے بڑی عمر کے شائقین کے علاوہ مساجد میں بحیثیت خطیب فریضہ انجام دینے والوں کیلئے ایک اچھا اور عمدہ مجموعہ خطبات جمع کر دیا ہے جس سے مبتدی بھی استفادہ کرتے ہوئے ایک اچھے خطیب بن سکتے ہیں اور معاشرہ کے اندر اصلاحی وفکری تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، صدی تقاریب شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے متصل کی جانے والی اس کتاب کی تیاری اور طباعت پر وہ سب کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک ان کی اس کوشش کو شرف قبول اور عمر اقبال اور علم میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

مفکرِ اسلام زین الفقہاء حضرت علامہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد و سرپرست اعلیٰ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

17/ رجب المرجب، 1436ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

انوارخطابت دینی وعصری حسیّت پرمبنی خطابات کا انسائیکلو پیڈیا

فصیح ملت حضرت مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ وبانی شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاونڈیشن

کائنات عالم میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جس کو حیوان ناطق کہا گیا ہے؛ کیونکہ نطق یعنی گویائی اس کی صفت ممیّزہ ہے۔ نطق جب سلیقۂ اظہار پاتا ہے تو تقریر، بیان یا خطاب کہلاتا ہے۔ خطاب یا بیان کا سحر مسلّم ہے۔

خَطب یخطب خطبةً و خطباً و خَطابةً کے معنی وعظ کہنا' تقریر کرنا، لیکچر دینا' حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھنا ہیں، کہا جاتا ہے خَطَبَ القوم وفی القوم 'اس نے قوم کے سامنے تقریر کی۔ خطُبَ خطابةً واعظ ہونا' مقرر ہونا' لیکچرار ہونا۔ خاطَبَۂ خِطابًا و مُخَاطَبَةً ،تَخاطب تخاطُباً ۔ باہم گفتگو کرنا۔ الخطاب ،گفتگو،فصل الخطاب ،فصاحت حکم جو دلیل یا قسم کے ساتھ دیا جائے ،خطیب کا الحمدللہ کے بعد اما بعد کہنا۔ الخُطبہ تقریر' گفتگو' خطبةُ الكتاب ،کتاب کا دیباچہ۔ الخطّاب ، الخطّابة بہت تقریر کرنے والا۔ الخطیب ،خطبہ پڑھنے والا۔ کہا جاتا ہے رجل خطیب ،خوش بیان مرد،اس کی جمع خُطباء آتی ہے۔(مصباح اللغات)

قوت گویائی ، زور خطابت ، اثر انگیز لہجہ ، تقریری صلاحیت ، مخاطبین پر چھا جانے کا فن ہے۔ جس طرح کسی نعمت کا صحیح استعمال مفید اور غلط استعمال مضر ہے اسی طرح نعمت خطابت کی افادیت اور اس کا ضرر اس کے استعمال پر موقوف ہے۔ ہر خطیب کو خطاب سے پہلے اپنی نیت درست کر لینی چاہئے جیسے ہر نماز سے پہلے نیت ہے۔ اور جو

بھی مقرر یا خطیب قوم کے سامنے جاتا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہوسکتا نہ مخاطبین فرعون سے زیادہ گمراہ، اس لئے لب ولہجہ نرم اور ہمدردانہ ہو۔ مستحبات کے لئے محرمات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔

اسلام سے پہلے دور جاہلیت کے عرب اپنی طلاقتِ لسانی اور شعرگوئی میں بلند مقام رکھتے تھے، وہ اس سے قبائل میں جوش پیدا کرنے کے علاوہ قوم کو بڑے بڑے کاموں پر ابھارتے تھے۔ اس دور کے خطیبوں کے خطبے تاریخی اور ادبی اہمیت کے حامل ہوتے تھے۔ ان کے خطابات دلنشین اسلوب، سحرِ بیان، سلیس محاوروں، خوشنما الفاظ، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملوں اور ضرب الامثال سے معمور ہوتے تھے۔

اسلام میں خطبوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام میں آکر خطابت میں بلاغت اور حکمت کا اضافہ ہوگیا۔ اسلوب قرآن نے شاعری کو بھی بہت متاثر کیا اس کے اثرات خطابت میں بہت نمایاں ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد خطابت کی تاثیر وطاقت کے علاوہ خطیبوں اور ان کے خطبوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ دنیا کی کسی قوم نے اس کثرت سے خطیب پیدا نہیں کیئے۔

اسلامی عبادتوں میں جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں خطبہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ خطبے تمدنی اور اجتماعی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، عبادت کے نظام کا رُکن اور اجتماعی مجلسی مقاصد کے بھی حامل ہوتے ہیں۔ مساجد کے خطیب اپنے خطبات میں مذہبی مسائل کے علاوہ ملی امور، اتحاد اور وحدت اور نظم وضبط کو بھی زیر بحث لاتے ہیں، یہ ان کی احوال عالم سے باخبری کا ایک بین ثبوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع ادب عالیہ کی دستاویز' انسانی حقوق اور آزادی کا عدیم النظیر منشور اور اثر وتاثیر کے اعتبار سے ایک عظیم شاہکار ہے۔

خلفائے راشدین کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فن خطابت کے شہسوار تھے جن میں حضرت ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، معاذ بن جبل، جعفر طیار، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدۃ بن الجراح، مغیرہ، شعبہ، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ الاشعری، ابوسعید الخدری، مصعب بن الزبیر، عمرو ابن العاص، حاطب بن ابی بلتعہ، سالم مولیٰ ابی حذیفۃ، سلمان فارسی، خالد بن ولید، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین اور صحابیات میں حضرت عائشہ، خولہ، ھند بنت عبداللہ، ام سعد، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہن اجمعین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بنوامیہ کے عہد میں خطابت کا قدیم عربی انداز قائم رہا۔عباسی دور میں خطابت پر ایرانی رنگ کے ساتھ ترکی سریانی، روسی اور بربری اثرات کی چھاپ لگ گئی۔بعد کے ادوار میں مکاتیب اور شاہی فرامین نے خطابت کی جگہ لے لی تب بھی مسلمانوں نے اپنی شان خطابت کو باقی رکھا جس کا سلسلہ آج تک بلا انقطاع جاری وساری ہے۔

فن خطابت کے فروغ میں اس فن پر لکھی جانے والی کتابوں اور تصانیف نے بھی بڑا اہم رول ادا کیا۔مذہبی خطابت کے تقدس کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں برقرار رکھنا ضروری تھا اس لئے اس جانب بھی خطباء امت اور علماء امت نے خصوصی توجہات کو مبذول کیا جس کی وجہ سے خطابت عمومیت کے باوصف خصوصیت اختیار کرگئی۔خطابت کے موضوع پر پیش کردہ کتابوں میں بعض مواد کے رطب ویابس، واقعات نگاری، زیب داستان، منہاج فکر میں عدم توازن، تصلب کے بجائے تعصب اور اتحاد ووحدت کے بجائے تفرق وتشتت کی نذر ہوگئیں۔

اس کے برخلاف بہت ساری کتابیں اپنے مقصد تالیف میں اس لئے کامیاب اور مقبول ہوئیں کیونکہ ان کو مدلل مواد، ثقہ معلومات، دل نشین اسلوب، عالمانہ اور محققانہ انداز،

قاری کے ذہن وعلم، عقل وفہم کی رعایت کے علاوہ قرآنی آیات پراعراب کا اہتمام، احادیث مبارکہ میں صحت متن، اقرب اللفظ معنی ومفہوم، مناسب وضاحت، برموقع صراحت، اطمینان بخش تشریحات سے مزین اورموکد کیا گیا تھا۔

برصغیرایشاء میں عالموں' صوفیوں' کے ساتھ خطیبوں کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ملت کوزیادہ تر خطیب ان مقامات سے فراہم ہوتے ہیں جن کو ''مدرسے'' کہا جاتا ہے،ان مدرسوں کی چہار دیواریوں میں انفس وآفاق پر چھاجانے کی تدریب ومشق کرائی جاتی ہے۔جذبات کوتہہ وبالا کرنے کے گُرسکھائے جاتے ہیں۔ دماغوں پرقابو پانے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔خفتہ جذبات کو بیدار کیا جاتا ہے، ایثاروقربانی کے اسباق دہرائے جاتے ہیں۔اتحادواتفاق کی بانگ درادی جاتی ہے۔ شاہین زادوں کوسلطانی فضاؤں کے بجائے علمی وعرفانی فضاؤں میں اڑناسکھایا جاتا ہے۔

جامعہ نظامیہ' برصغیرایشیاء کی ایک ایسی منفرد دانش گاہ ہے جہاں طلبہ کومسائل کی فقاہت،علم وعرفان کی حلاوت کے ساتھ جوہرِ خطابت اورلہجہ کی ثقاہت سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے۔مولانا المکرّم،خطیب المعظم،حافظ وقاری مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری زیدمجدہٗ اسی جامعہ نظامیہ کے تعلیم یافتہ ایک سنجیدہ فکر عالم دین،مفتی متین، ماہر تعلیم،مؤلف ومصنف،شارح ومترجم،شاعرونثر نگار،منتخبۂ روزگار،خطیب ومقرر، منتظم ومنضبط،علماءعرب وعجم سے رابطہ،منقول ومعقول سے آراستہ،اورعصری مسائل سے واقفیت اوران کے حل کا شعور رکھنے کی بناء پرطبقہ علماء ومشائخ میں اعتبار واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

خشتِ اول کی صحیح بنیاد ہی ثریا تک دیوار کوسیدھا لے جاسکتی ہے، چنانچہ دورطالب علمی سے ہی مولانا موصوف کے جوہرزبان وقلم وقفِ علم واصلاح رہے اور

اب ''انوارِ خطابت'' کے نام سے متشکل ہو رہے ہیں۔ بارہ سو بیانوے صفحات پر بارہ اسلامی مہینوں کے اردو خطبات جمعہ کے ضمن میں نوع بہ نوع مضامین اور علوم وفنون کی ایک کہکشاں ضوفگن ہے جس میں کلام الٰہی، معجزات رسول، اعجازِ قرآن، حفاظتِ کتاب اللہ، صحابہ کرام، اہلبیتِ اطہار، فضائل وکمالات، شرف وفضیلت، مودت اہل بیت، اکرامِ صحابہ، حیاتِ شہداء، شہادتِ اہلِ عبا، سالِ نو کا پیغام، تقدیرِ الٰہی، بدشگونی تو ہم پرستی، ذکرِ الٰہی، غیر مسلموں ساتھ اخلاقی ومعاشرتی ارتباط، اولاد کی تربیت کے اسلامی اصول، وصالِ مصطفوی کی اعجازی شان، حیات النبی، بعثت نبوی کے احوال، حریت وآزادی، ولادت باسعادت' خصائص وامتیازات، حسن وکمال سراپائے اقدس، اخلاق کریمہ، خطبہ حجۃ الوداع، بین الاقوامی اسلامی نظام، خواتین کے حقوق، دہشت گردی کا خاتمہ، غلاموں کے حقوق، عظمت اولیاء متقین، فیض رساں محبوبان خدا، اعزاز ابرار واخیار، غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، اسلامی قوانین، کرامت کی حقانیت، اتباعِ سنت واطاعتِ رسول کے فائدے، سود کے معاشی واخروی نقصانات، عظمت والدین، شیخ الاسلام بانی جامعہ کی اصلاحی وتجدیدی خدمات، عقیدہ ختم نبوت، فتنۂ قادنیت، فضائل سیدنا صدیق اکبر، خلافت کا عہدِ زرین، فتنوں کی سرکوبی، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، مبلغین وداعیان کے لئے اسلوب، نماز تحفۂ معراج، قربِ الٰہی کے درجات، اہمیت وفضیلت نماز، سفرِ معراج، برزخی احوال، بےعمل واعظین وخطباء، معجزۂ معراج، اسرار وحقائق، سفرِ معراج کی حکمتیں، ضرورت فقہ، مقام امام اعظم رضی اللہ عنہ، فقہ کی اصل، اولی الامر اور فقہاء، مرویات امام اعظم، مسائل کا استنباط، شب براءت بخشش ومغفرت، ثقہ راویوں کی احادیث، زیارت قبور، غیر شرعی امور سے اجتناب، توبہ واستغفار، فضائل وآداب، سید الاستغفار، ماہ رمضان کا استقبال واہتمام، لیلۃ القدر،

روزے کی فرضیت، فوائد صوم، زکوٰۃ کی فرضیت وآداب، فتح مکہ، حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خصائص وکمالات، رمضان کے بعد کی زندگی، ثمرات وفوائد رمضان المبارک، حضور علیہ السلام سے نسبت قرابت، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، شہداء احد کی فضیلت، فضیلت واہمیت علم، وحی اول، چالیس احادیث کی برکات، تعلیم نسواں، تعطیلات سے استفادہ، خوف وخشیتِ الٰہی، عملِ صالح، محاسبہ نفس، الکٹرانک میڈیا کی تباہ کاریاں، شخصیت وتعلیمات حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ، روضۂ اطہر کی زیارت کے فضائل وآداب، حج وعمرہ کے فضائل وبرکات، پیکر صبر واستقامت حضرت ابراہیم علیہ السلام، قربانی' تقرب الٰہی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل، تقاریب میں منکرات سے بچاؤ، شامل ہیں، اجمالی فہرست سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ''انوار خطابت'' میں موضوعات کا کس جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔

انوار خطابت 12 مطبوعہ 2011ء کے پیش لفظ میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ''انوار خطابت'' کو خطبات کے اضافہ کے ساتھ اس کے تمام حصوں کو مجموعی شکل میں طبع کیا جائے گا۔اس مجموعہ کے ذریعہ اس کی تکمیل کی جارہی ہے۔دیکھنے کو یہ خطبات ہیں لیکن بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ انوار خطابت مخزن العلوم والفنون ہے۔اس کو بارہ مہینوں کے خطبات کا بجا طور پر انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔

''انوار خطابت'' کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حوالجات کا اہتمام والتزام کیا گیا ہے۔اس اہتمام کو ہر حصہ میں برقرار رکھا گیا ہے۔آج کی نسل اپنے اَب وجد کو بھی حوالہ اور تحقیق کی بنیاد پر پرکھ رہی ہے، مصنف کتاب نے''خطاب بدلائل کتاب'' کے انداز کو اپنا کر ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کی تفسیر میں: مدارک، جلالین، روح البیان، ابن

ابی حاتم، تفسیر مظہری، تفسیر البغوی، تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر درمنثور، تفسیرات احمدیہ، تفسیر طبری، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر بحرالعلوم، تفسیر انوارالتنزیل، تفسیر السراج المنیر، تفسیر نیشاپوری اور کتب احادیث میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی شریف، مستدرک علی الصحیحین، شعب الایمان، کنزالعمال، مسند امام احمد، سننِ کبریٰ، مسند احمد، طبرانی شریف، ابن عساکر، مرقاۃ المفاتیح، مواہب اللدنیہ، مسند ابی حنیفہ، جامع الاحادیث للسیوطی، اکمال، زجاجۃ المصابیح، مشکوٰۃ المصابیح، اربعین النووی، عمدۃ القاری، ابن حبان، مسند فردوس، مصنف ابن ابی شیبہ، اُسماء الرجال، فقہ اور تاریخی کتابوں میں تاریخ الطبری، تاریخ العقائد، شرح عقائد نسفی، سبل الھدی والرشاد، الریاض النظرۃ، البدایۃ والنھایۃ اتحاف الخیرہ، الصواعق المحرقہ، معرفۃ الصحابۃ، انوار احمدی، مقاصد الاسلام، مواعظ حسنہ، المقاصد الحسنہ، دلائل النبوۃ، معارج النبوۃ، مدارج النبوۃ، سیرۃ ابن ھشام، ردالمحتار، قلائدالجواہر، بہجۃ الاسرار، الغنیۃ لطالبی طریق الحق، اخبارالاخیار، سیرالاولیاء، مرأۃ الاسرار، شواہد النبوۃ، نورالابصار، جامع کرامات الاولیاء، افادۃ الافھام، تاریخ دمشق، تاریخ الخلفاء، الاستیعاب، قوت القلوب، حلیۃ الاولیاء، نزھۃ المجالس، مجمع الزوائد، جیسی نادرۂ روزگار کتب سے آراستہ ہے۔

''انوار خطابت'' کے مطالعہ کے وقت قاری یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہیگا کہ مصنف محترم نے اپنے اونچے علمی ذوق، اور بلند مزاج تحقیق کے علاوہ اپنے حافظہ کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے اور بڑی بڑی کتابوں کے حوالے کی اصل عبارتیں اور سلیس طبع زاد ترجمہ پیش کیا ہے، جس سے اُن کے سلیقۂ اظہار کے علاوہ انداز پیش کش اور ترجمہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا علم بھی ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ایک مصنف کے ساتھ ساتھ ایک مترجم کی

حیثیت سے بھی سامنے آتے ہیں۔

مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری نے ''انوار خطابت'' کے اوراق پر منقول کے ساتھ معقول اور عصری احساس اور فکر و شعور کے دریچوں کو بھی وا کر کے رکھ دیا ہے۔

قاری کو دورانِ مطالعہ اس بات پر حیرت و تعجب بھی ہوگا کہ ''درس نظامی'' کا ایک فارغ التحصیل اور ''مدرسہ'' کا تعلیم یافتہ ڈی این اے ٹیسٹ، ویلنٹائن ڈے، سگریٹ نوشی، حفظان صحت، یومِ جمہوریہ، معاشی بحران کی وجوہات، سال نو تقاریب، فرینڈ شپ، لَو میرج، ہم جنس پرستی، ٹیچرس ڈے، اسٹوڈنٹس ڈے، انٹرنیٹ، ٹی وی چیانلز، موبائیل، الیکٹرانک میڈیا، سوشیل میڈیا، غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات، دہشت گردی کا خاتمہ، کوایجوکیشن جیسے عصری اور سلگتے مسائل پر بھی پورے شعور کے ساتھ قلم اُٹھا سکتا ہے اور اِن نکات و مسائل پر قانونی، شرعی، طبی، معاشرتی، انفرادی و اجتماعی اثرات و مضمرات کو بیان کرتے ہوئے عصری چیلنجس کا اسلامی حل پیش کرسکتا ہے۔

مصنف کی یہ کوشش مدارس کی تعلیم و تربیت پر انگلی اٹھانے اور موضوعِ بحث بنانے والوں کو علماء کی عصری حیثیت سے آگاہ کرتا ہے کہ ہم بھی سینے میں دل، آنکھ میں نظر اور منہ میں زبان رکھتے ہیں، کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

''انوار خطابت'' کے سینکڑوں موضوعات اور صدہا عنوانات پر اظہار خیال کرتے وقت مصنف کی شخصیت اور اُن کے علمی، ادبی، تحقیقی ذوق کے پردے اُٹھتے جاتے ہیں، وہ صرف محراب و منبر کے صداکار نہیں بلکہ ادب عالیہ کا عمدہ اور اعلیٰ ذوق بھی رکھتے ہیں، جس کا ثبوت انہوں نے فارسی، عربی، اردو کے صف اول کے شعراء حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، شیخ الاسلام انورؔ، خواجہ میر دردؔ، ڈاکٹر اقبالؔ، بیدم وارثی، رضاؔ

بریلوی، امجؔد حیدرآبادی، کاملؔ شطاری جیسے شعراء کرام کے برموقع برمحل اور خوبصورت اشعار کے ذریعہ دیا ہے، علاوہ ازیں خود مصنفِ کتاب کے اشعار کا ایک حسن انتخاب بھی ان کے ذوقِ شعروسخن کو بتمام وکمال ظاہر کررہا ہے۔

محرم الحرام 1432 ھ میں شروع اور ذی القعدہ 1432 ھ میں حسن اختتام کو پہنچنے والے اس سلسلہ زرین کو ’’صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے‘‘ کے مصداق WWW.ZIAISLAMIC.COM پر عالم کے اصحاب علم وفن اور ارباب حل وعقد کے لئے انوار خطابت کے 1292 بارہ سو بیانوے صفحات کو جو جامعہ نظامیہ کا سنہ بنیاد ہے معنی خیزی کے ساتھ پیش کردیا ہے اور اپنی مادر علم وعرفان کے بانی مبانی شیخ الاسلام، حجۃ الانام حضرت الشاہ محمد انوار اللہ الفاروقی چشتی قادری رفاعی صابری نور اللہ مرقدہ کے نام نامی اسم سامی سے منسوب ومعنون کرکے اپنی محبت وعقیدت کے جذبہ کو تہہ درمانِ شیخ الاسلام اور روحِ روان جامعہ کی پناہ شریعت پناہ میں محفوظ ومامون کرکے شعوروفا کی نادر مثال قائم کی ہے۔ مولانا محترم کی یہ کوشش ہر آئینہ قابل تحسین وآفرین اور صد پذیرائی ہے۔ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر کے جملہ کارپردازان، رفقائے محترم، معاونین معظم، خیرخواہان محتشم کے جان وتن، بفضلِ وضیائے رب ذوالمنن دائما بامراد وشادکام رہیں آمین والحمد للہ رب العالمین۔

العبدالضعیف
شاہ محمد فصیح الدین نظامی
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ
16/رجب المرجب، 1436 الھجری

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

یہ گلوبلائزیشن کا دور ہے،آج دنیا ایک چھوٹے گاؤں کی شکل اختیار کرگئی ہے، انٹرنٹ ایک وسیع جال کی طرح ساری دنیا کوگھیرا ہوا ہے،لمحہ بھر میں ایک بات ساری دنیا میں پہنچائی جاتی ہے،ابلاغ وترسیل کے ذرائع جس قدر وسیع اور عام ہوتے جارہے ہیں اسی طرح معاشرہ میں بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے،ان وسائل کے غلط استعمال کے سبب نئی نسل تباہ ہورہی ہے،اسلام دشمن طاقتیں ان ذرائع ووسائل کے ذریعہ اسلام کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کررہے ہیں،کبھی قوانین اسلام پر رکیک حملے کئے جارہے ہیں تو کبھی شعائر اسلام کے تقدس کو پامال کیا جارہا ہے،کہیں احکام اسلام کا استہزا کیا جارہا ہے تو کہیں قرآنی آیات پراعتراضات کئے جارہے ہیں،ایسے نازک وقت پرعقائد اسلامیہ کے تحفظ،قوانین اسلام کی پاسبانی اوراحکام شرعیہ کی پاسداری کے لئے ،بے حیائی کا سد باب کرنے اور اسلامی اخلاق کوعام کرنے کے لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ انہیں ذرائع ووسائل کا استعمال کرکے عالمی پیمانہ پرحقائق کوواضح کیا جائے اوراسلام کی حقیقی تصویرکودنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قومِ مسلم حق کی سربلندی کے لئے تیار ہوجائے اور باطل سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہوجائے۔

انہی اغراض ومقاصد کے تحت مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی دامت

برکاتہم شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ نے رہبر شریعت، شیخ طریقت، فیض درجت سیادت مآب حضرت ابو الخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد دامت برکاتہم شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ کی زیر سرپرستی، زبدۃ المحدثین، خاتمۃ المحققین حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے معنون ایک علمی وتحقیقی ادارہ "ابو الحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر" قائم فرمایا۔

الحمد للہ! ریسرچ سنٹر روزِ اول ہی سے اپنے مقصد قیام کے مطابق ملت اسلامیہ کی شرعی رہنمائی کررہا ہے۔

یہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا فیض اور بانی ریسرچ سنٹر کا اخلاص اوران کی محنت ہے کہ آج یہ ادارہ ساری دنیا میں وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ملک وبیرون ملک مدارس وجامعات اور علمی حلقوں میں یہ اپنا انفرادی مقام رکھتا ہے،خصوصا بیرون ممالک میں رہنے والے افراد جو اپنے مسائل کا شرعی حل جاننے کے لئے دشواریوں کا سامنا کرتے ہیں ایسے افراد کے لئے مفتی صاحب قبلہ کی ویب سائٹ ایک ضرورت بن چکی ہے۔

الحمد للہ ! مفتی صاحب قبلہ سادات گھرانہ کے چشم وچراغ ہیں،نسب کا فیض اور علم کی برکت سے اللہ تعالی آپ سے عظیم خدمات لے رہا ہے۔

درس وتدریس، فقہ وافتاء، تصنیف وتالیف اور مواعظ وخطابات ہر جہت سے آپ علمی، تحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ملک وبیرون ملک مختلف اخبارات، میگزینس اور مجلّات میں آپ کے تحقیقی فتاوی اور علمی مضامین شائع کئے جاتے ہیں،کئی ایک مقامی، قومی اور بین الاقوامی چیانلس پر آپ کے پروگرامس نشر کئے جاتے ہیں،عوامی

استفادہ کے ساتھ خطباء وواعظین کے لئے خطبات کا ایک حسین گلدستہ تیار کیا، حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے اسم گرامی سے اقتباس نور کرتے ہوئے اس کا نام "انوار خطابت" رکھا گیا۔

انوار خطابت سیریز ماہ محرم الحرام 1432ھ م ڈسمبر 2010ء میں شروع کی گئی تھی، الحمد للہ! اس سیریز کا بارہواں حصہ ذی القعدہ 1432ھ م اکٹوبر 2011ء میں طبع ہوکر منظر عام پر آگیا، ان بارہ حصوں میں جملہ پچاس (50) موضوعات پر فکر انگیز تحقیقی، مستند ومدلل خطابات تھے' جوایک ہزار ساٹھ (1060) صفحات پر مشتمل تھے، الحمد للہ! اس مرتبہ اِن تمام حصوں کو دوجلدوں میں تقسیم کردیا گیا ہے؛ تاکہ قارئین کو ایک ساتھ خریدنے اور محفوظ رکھنے میں سہولت ہو، ان دوجلدوں میں 6 خطابات کا اضافہ کیا گیا، اس طرح سے دوجلدوں میں 56 خطابات (1292) صفحات پر مشتمل ہیں؛ تاکہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے نسبت وشرف اور تاسیس جامعہ نظامیہ کے سنہ اور حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے سنہ سے مناسبت ہوجائے۔ ''92'' سرکار دوعالم کے نام مبارک ''محمد'' کے اعداد ہوتے ہیں اور ''12'' تو تاریخ میلاد حبیب پاک ہے۔ اور 1292ھ '' 19 '' ذی الحجہ کو حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے مرکز علم وعرفان جامعہ نظامیہ قائم فرمایا۔ اسی طرح حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے ولادت کا سنہ بھی 1292 ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ اب تک حضرت مفتی صاحب نے ایک سوپچیس (125) کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں بعض زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور بقیہ کتب www.ziaislamic.com پر پڑھی جاسکتی ہیں۔

انوار خطابت کے مصنف کے علمی انداز، تحقیقی اسلوب، آپ کے مستند انداز میں

خطاب، کسی کو متہم کئے بغیر کتاب وسنت کی روشنی میں موقف کی وضاحت کرنے کے سبب دیگر تصانیف کی طرح یہ خطبات بھی مقبول خاص وعام ہو چکے ہیں، اشاعت کے ساتھ ہی ہر حصہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔

خطیب کی یہ بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مثبت انداز میں اپنی بات پیش کرے اور عوام جس غلط فہمی کا شکار ہیں اس کا ازالہ کرے اور مستند طریقہ سے حق کا پیام پہنچائے اور ان کے شکوک وشبہات ختم کرے۔

کچھ عرصہ قبل ہمارے بزرگوں نے سادہ انداز میں امہات الکتب سے احادیث شریفہ نقل کیں، اور ان کے بیان کرنے کے بعد کسی اور حوالہ اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی تھی، چونکہ آج جب کوئی واقعہ سنایا جاتا ہے یا حدیث شریف بیان کی جاتی ہے تو تقاضا ہوتا ہے کہ اس کا حوالہ بھی بیان کیا جائے، اسی لئے ایسے کتب کی ضرورت تھی جن میں احادیث شریفہ مع حوالہ بیان کئی جائیں۔

حضرت مصنف کی کتب بشمول انوار خطابت کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں احادیث کے عربی متن پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مکمل حوالہ، کتاب اور باب کی نشاندہی کے ساتھ احادیث شریفہ کے نمبرات بھی ڈالے گئے تاکہ بوقت ضرورت اصل کتب سے بآسانی رجوع کیا جاسکے، آپ کی کتب علمی وتحقیقی مواد سے بھی مزین ہے۔ عصری لحاظ اُسے طبع بھی کیا گیا، سرورق بھی دیدہ زیب اور کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا۔ یہ خطبات 'مہینوں کی مناسبت سے تحریر کئے ہیں، اور اس طور پر انہیں ترتیب دیا ہے کہ جمعہ کے علاوہ 'نماز فجر اور عصر کے بعد بھی نصابی کتاب کی طرح انہیں سلسلہ وار پڑھا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد عبدالقدیر قادری صاحب اور مولانا حافظ احمد محی الدین رفیع نقشبندی صاحب نے اس کی کمپوزنگ کی اور مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب ،مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب ،مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب ،مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب اور مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب نے پروف ریڈنگ کی ۔ جناب محمد معین الدین نقشبندی صاحب، جناب محمد عبدالقادر عرفان نقشبندی صاحب، جناب محمد عبدالرحمٰن نقشبندی صاحب فیس بک یوٹیوب اور واٹس اپ پر مفتی صاحب کے نگارشات وخطابات روزانہ اپڈیٹ و اپلوڈ کررہے ہیں مولانا حافظ سید مزمل نقشبندی' مولوی سید محمد نورالدین زہیر نقشبندی صاحب خطابات کی ریکارڈنگ واپڈیٹنگ کی خدمت انجام دے رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اور جملہ معاونین وکارکنان کو اپنے فضل وکرم سے اجر جزیل عطا فرمائے اور بیش از بیش خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے ۔

اور پروردگار عالم حضرت مفتی صاحب کی خدمات کوقبول فرمائے صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے،آپ کی ذات گرامی سے قوم وملت کومزید فیضیاب فرمائے ،اور اس گلدستۂ خطابت کی مہک سے جہاں کومہکائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین ۔

از:محمد خالد علی قادری، ناظم شعبۂ نشرواشاعت ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوارخطابات کی خصوصیات اوراصول وآدابِ خطابت

منصبِ 'خطابت' کوانبیاء کرام علیہم السلام نے زینت بخشی،خودسرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آداب واصول سے صحابہ کوآ گاہ فرمایا۔ یہ بڑا احساس وذمہ داری کا منصب اوراہم ذریعۂ دعوت وتبلیغ ہے،قوم کی ذہنی وفکری رہنمائی کے ساتھ ساتھ احیاء دین کے عظیم مقصد کا جلیل القدر وسیلہ بھی ہے۔کسی دور میں اس کی اہمیت وافادیت کم نہ ہوئی۔اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس کا طوطی سر چڑھ کر بول رہا ہے۔زندگی کے ہر شعبہ میں آج خطباء ولیکچررس کا وجود ناگزیر ہے۔خصوصا مذہبی تعلیم وتربیت کی ترسیل کا سب سے بڑا ذریعہ آج بھی 'خطابت' ہی ہے۔

اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ہر زمانے میں قائدانہ صلاحیت رکھنے والے خطباء ودینی پیشواؤں کے خطبات کومحفوظ کیا گیا۔آج بھی مارکیٹ میں مکتب کے نونہالوں سے لیکر، نوخیز خطباء کے لئے بہت سے تقریری مجموعے موجود ہیں۔ زیر نظر ایک جدید اسلوب کا حامل کتابی سلسلہ 'انوارخطابت' ان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

انوارخطابت کے امتیازات:

☆ یہ کتاب بیک وقت ان مبتدی خطباء کے لئے بھی مفید ہے جورٹ کر،محنت کر کے خطاب کی تیاری کرتے ہیں اور مشاق خطیب کے لئے بھی نافع ہے کہ اس میں کوئی بات بغیر حوالہ ودلیل کے درج نہیں۔ بلکہ کثرت سے دلائل وحوالہ جات موجود ہیں۔

☆ یہ کتاب گوکہ خطابت کی ہے لیکن موجودہ دور کے علمی اسلوب کی رعایت

کرتے ہوئے اس میں جا بجا ذیلی سرخیاں اورعنواتات قائم کئے گئے ہیں تا کہ اگر ان کو صرف ترتیب سے پڑھا بھی جائے تو ایک بہترین پرمغز لیکچر بن جائے۔

☆ عام نہج سے ہٹکر جدید اور سنجیدہ اسلوبِ خطابت کوملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ ہر خطاب سے پہلے نکات کو درج کیا گیا ہے۔

☆ حسب موقع ومناسبت روزمرہ پیش آنے والے اصلاح عقائد واعمال پر مشتمل عنوانات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

☆ آیات وحوالہ جات کے لئے الگ الگ نمایاں فونٹس کا استعمال کیا گیا ہے۔

☆ قرآنی آیات وعربی عبارات پر حتی الامکان اعراب لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

خطباء کے لئے رہنما خطوط اور اصول وآداب خطابت:

☆ خطاب کا مقصد صرف رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی اصلاح ہو۔ کیونکہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

☆ کہی ہوئی بات پر خود کا عمل بھی ہونا چاہئے۔

☆ ہر خطاب کو کم از کم ۳ بار بلند آواز سے ضرور پڑھ لیں۔ جس سے آپ کی زبان میں روانی بھی آجائیگی اور خطاب کا بیشتر مواد بھی ذہن نشین ہوجائیگا۔

☆ ضرورت کے وقت ہی اپنی سہولت سے خطاب کی موجودہ ترتیب کو بدلیں ورنہ اسی ترتیب کوملحوظ رکھیں!

☆ ۳۰ منٹ کا خطاب کرنا ہوتو ۴۵ منٹ کی تیاری کیجئے۔

☆ حسبِ ضرورت دیگر کتب سے بھی مناسب مواد کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اخیر میں ضروری کتب کی مختصر فہرست پیش کی گئی ہے۔

☆ مقررہ عنوان پر اگر حضرت مفتی صاحب قبلہ کی آڈیو یا ویڈیو سی ڈی موجود ہوں تو مبتدی حضرات اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

☆ حالات حاضرہ پر نظر خطیب کا ایک بنیادی وصف ہے۔اس کے لئے اخبارات کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔اور اہم خبروں کو محفوظ کر لیں۔

☆ بلا شدید ضرورت ایک ہی خطاب میں کثیر عنوانات پر گفتگو نہ فرمائیں۔ بلکہ ایک ہی موضوع کو لوگوں کے ذہن نشین کروائیے۔

☆ انوار خطابت میں اگرچہ سہل الفاظ وتراکیب ہی کا استعمال کیا گیا ہے لیکن سامعین کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ضرورت مشکل الفاظ کے متبادل بیان کرنے کی کوشش کیجئے۔

☆ خطاب کو ہمیشہ رٹ کر یاد کرنے کے بجائے بار بار اس کا مطالعہ کر کے مواد کو اپنے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔مبتدی کے لئے رٹنا بالکل منع بھی نہیں۔

☆ آیت، حدیث، عربی عبارت اور اشعار کے تلفظ ومخارج کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

☆ آیات واحادیث کے حوالہ جات بیان کرتے وقت احتیاط فرمائیں۔

☆ ایک کاغذ پر بطور یادداشت سرخیاں، آیات وحوالہ جات ترتیب سے لکھ کر ساتھ رکھ لیں۔

☆ خطاب سے پہلے آیت شرح صدر ضرور پڑھ لیں۔

☆ صرف ظاہری تیاری پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اس سلسلہ میں اللہ کریم سے دعاء کرتے رہیں۔

☆ خطاب کو ۳ حصوں میں تقسیم کیجئے۔(۱) تمہید۔(۲) بنیادی نکات (۳) اختتام

☆ مواد وترتیب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

☆ دواران خطاب سامعین سے نظریں نہ چرائیں بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر ہر طرف کے سامعین کی طرف یکساں توجہ کے ساتھ خطاب فرمائیں۔

☆لباس و وضع قطع پر بھی توجہ دیں۔

☆حسب موقع لہجہ اور آواز میں اتار چڑھاؤ اور تبدیلی لاتے رہیں۔

جیسے غم کے موقع پر غمگین سا، خوشی کے موقع پر خوش اور تعجب و حیرت کی بات بیان کرتے وقت اسی انداز کا لب ولہجہ ہونا چاہئے۔

☆جن الفاظ پر زور دینے کی ضرورت ہو انھیں زور دیکر ادا کریں۔

☆الفاظ کی رفتار نہ زیادہ تیز ہو نہ بالکل دھیمی بلکہ درمیانی رفتار سے خطاب فرمائیں۔

☆حسب موقع اشارات و تاثرات کی صحیح ادائیگی سے گفتگو موثر بن جاتی ہے۔

☆حسب مراتب الفاظ والقاب کا استعمال بہت اہمیت رکھتا ہے۔

جیسے علیہ السلام، رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

اور ان میں تذکیر و تانیث، واحد، تثنیہ اور جمع کی طرف خاص توجہ دیجئے۔

☆بار بار ایک ہی لفظ کی بجائے اس کے متبادل و مترادف الفاظ کا استعمال کیجئے۔

☆سامعین کے علمی و فکری معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے خطاب فرمائیں۔

☆جب تک مکمل تیاری اور ملکہ حاصل نہ ہو جائے تب تک اختلافی مسائل بیان کرنے سے گریز کیجئے۔ اگر بیان بھی کریں تو احتیاط و حکمت کے ساتھ۔

☆اختلافی مسائل کے بیان کے وقت عوام کو اسلاف سے بدگمانی سے بچایئے۔

☆کسی عظیم خطیب کی مکمل نقل کے بجائے اپنا ذاتی انداز اختیار کیجئے۔ اور اس میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیئے۔

☆دوران خطاب موقع کی مناسبت سے اشعار کا استعمال خطاب میں جان ڈال دیتا ہے

لیکن بے موقع اور کثرتِ اشعار سے بدمزگی پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ خطاب کے دوران کبھی کبھار لطیف سا مزاح کرنا معیوب نہیں لیکن کثرت مزاح سے خطیب وخطاب دونوں کی وقعت کم ہوجاتی ہے۔

☆ مثالوں کا مناسب استعمال کرتے رہنا چاہئے کہ یہ اسلوب قرآنی بھی ہے اور سنت مصطفوی بھی ہے۔ مثالوں کے سلسلے میں حضرت مولانا روم قدس سرہ کی مثنوی شریف اور حضرت محدث دکن قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

☆ خود سے استخراج معانی ومفاہیم اور نکات آفرینی کی بجائے بزرگوں کے بیان کردہ نکات وتشریح ہی پیش کریں۔

☆ دوران خطاب اٹک جانے یا بھول جانے پر گھبرائے نہیں بلکہ درود شریف پڑھیں۔ درود شریف کی برکت سے بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے۔

☆ کسی بات کے بیان کرنے میں غلطی ہوجائے، یا بیان کردہ کسی بات سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتو اسی وقت یا آئندہ خطاب میں حکمت کے ساتھ اس کی وضاحت یا تصحیح فرمادیں۔

خطیب وواعظ کے لئے مفید کتب کی مختصر فہرست:

☆ ترجمۂ قرآن ☆ تفسیر قرآن ☆ عجائب القرآن ☆ غرائب القرآن ☆ نور المصابیح ترجمۂ زجاجۃ المصابیح ☆ حقیقۃ الفقہ ☆ نصاب اہل خدمات شرعیہ ☆ سیرت النبی ﷺ ☆ احیاء العلوم ☆ کیمیائے سعادت ☆ مکاشفۃ القلوب ☆ مکتوبات امام ربانی ☆ انوار احمدی ☆ مقاصد الاسلام ☆ تاریخ صحابہ ☆ تاریخ اسلام ☆ تذکرۃ الاولیاء ☆ خطبات دکن ☆ امام اعظم امام المحدثین۔

انوار خطابت

حصۂ اول برائے محرم الحرام

x

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل وکمالات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام !اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے اونچا مرتبہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کے دیدار کی سعادت حاصل کی آپ کی صحبت بافیض سے مشرف ہوئے اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اونچا مرتبہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے،اور جس طرح ان کی ترتیب ہے ان کے درجات وکمالات بھی اسی کے مطابق ہیں۔

یوں تو اللہ تعالی نے عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ اور اللہ تعالی نے تمام (صحابۂ کرام) سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(سورة الحديد:10)

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ جنت کی اس عمومی بشارت کے ساتھ ساتھ خصوصی بشارت سے بھی سرفراز فرمائے گئے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے آپ کا نام لے کر جنت کی خوشخبری عنایت فرمائی، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ .

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، سعد رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، سعید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

(جامع الترمذی ، ابواب المناقب،باب مناقب عبدالرحمن بن عوف،حديث نمبر:4112)

اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ پیام اسلام کو عام کیا، آپ کی زبان مبارک پر حق کو جاری فرمایا اور آپ کو حق و باطل کے درمیان وجہ امتیاز بنادیا۔

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہیں، عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں، جن کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی، آپ جاہلیت کے اُس دور میں بھی نوشت وخواند (لکھنے۔ پڑھنے) سے واقف تھے، آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینۂ طیبہ ہجرت فرمائی، آپ کی شخصیت علم کا سمندر تھی، آپ زہد وتقوی کے پیکر رہے، آپ کے پاس فیصلہ کرنے کا خاص ملکہ تھا، تاریخ میں آپ کا عدل وانصاف مثالی ہے، آپ نے اسلامی ہجری کیلنڈر متعارف کروایا، سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین پکارا گیا، حکومتی انتظامات میں آپ نے غیر معمولی کارنامے انجام دئے جو دیگر اصحابِ اقتدار کے لئے سنگ میل ورہنما ثابت ہوئے، آپ نے سماجی خدمات (social services) کو منظّم کیا، سرکاری خزانہ (public treasury) کا باضابطہ نظام بنایا، ڈاک کا نظام (postal system) قائم کیا، تعلیمی خدمات (educational services) کو منظّم کیا اور نظم وضبط میں بہت ساری نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

﴿ولادت مبارک﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت باسعادت سے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ولد عمر بعد الفيل بثلاث عشرة سنة. آپ کی ولادت شریفہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی

(تاریخ الخلفاء: ج1، ص43)

﴿نام مبارک وکنیت شریفہ﴾

آپ کا نام مبارک "عمر "اور کنیت شریفہ "ابوحفص "اور لقب مبارک "فاروق "ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب حضور علیہ السلام کے نسب مبارک سے اس طرح جاملتا ہے:

''سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی''۔

﴿قبول اسلام﴾

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد 6ھ نبوی میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلام قبول کیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ستائیس (27) سال تھی۔

جیسا کہ تاریخ الخلفاء للسیوطی میں موجود ہے: **عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لؤی أمیر المؤمنین أبو حفص القرشی العدوی الفاروق اسلم فی السنة السادسة من النبوة وله سبع وعشرون سنة قاله الذهبی.** (تاریخ الخلفاء: ج1، ص:43۔ الاکمال فی اسماء الرجال)

﴿دعاء مصطفوی کا اعجاز، آپ کا قبول اسلام﴾

ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے دعاء فرمائی جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: اللّٰهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْکَ بِأَبِیْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! تو ابوجہل یا عمر بن خطاب، دونوں میں جو تیرے پاس محبوب ہیں ان کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، حدیث نمبر4045)

البتہ سنن ابن ماجہ شریف کی روایت میں آپ ہی کے حق میں خصوصیت کے ساتھ یہ دعا مذکور ہے:

عَنْ عَـائِشَةَ قَـالَتْ قَـالَ رَسُوْلُ اللّـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ: اَلـلّٰهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلاَمَ بِـعُـمَـرَ بْـنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً .

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعاء فرمائی: اے اللہ تو بطور خاص عمر بن خطاب کو اسلام کی توفیق عطا کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

(سنن ابن ماجه ، المقدمة ،باب فضل عمر رضى الله عنه، حديث نمبر:110)

﴿مشرف باسلام ہونے کا واقعہ﴾

آپ کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک دن ننگی تلوار لئے غصہ میں جارہے تھے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، آپ کے اسلام کی حضرت عمر کو خبر نہیں تھی، پوچھا: اے عمر! ننگی تلوار لئے کہاں جارہے ہو؟ آپ نے کہا: آج پیغمبر اسلام کا فیصلہ کر دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے حضرت عمر کی توجہ ہٹانے کے لئے کہا: عمر! پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔

آپ رخ بدل کر بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں آیات قرآنیہ کی تلاوت کر رہے تھے فوراً تلاوت موقوف کر کے بہن نے دروازہ کھولا، حضرت عمر نے غصہ میں کہا: کیا تم نے بھی اسلام قبول کر لیا؟ پھر بہنوئی کی طرف متوجہ ہو کر انہیں زمین پر پٹخ دیا اور سینہ پر سوار ہو کر مارنے لگے، جب بہن روکنے کے لئے قریب آئیں تو انہیں ایسا

طمانچہ مارا کہ چہرہ زخمی ہوکر خون سے لت پت ہوگیا، بہن نے بآواز بلند کہا: عمر! چاہے کچھ بھی کرلو اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے چہرہ کو دیکھ کر اور ایمانی جذبات سے لبریز اِس گفتگو کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوئی اور کچھ دیر خاموش رہے، پھر کہا: جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ دکھاؤ تو بہن نے انہیں مصحف شریف دیا، پھر جب حضرت عمر نے آیات قرآنی کے مبارک اوراق لئے تو سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں دیکھیں، آیاتِ کریمہ پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، بے اختیار پکار اٹھے: یہی معبود برحق ہے اسکے سوا حقیقت میں کوئی بندگی کے لائق نہیں۔

اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہن کے گھر سے ننگی تلوار لئے جب وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا، مسلمانوں کو حضرت عمر کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی، اس لئے دروازہ کھولنے میں تاخیر کررہے تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دروازہ کھول دو! اگر نیک نیتی سے آئے ہیں تو استقبال کیا جائے گا ورنہ اسی تلوار سے ان کا سر اڑا دیا جائے گا۔

﴿حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ائے عمر! کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے، کیا ابھی باز نہیں آؤگے؟ اسلام میں داخل ہوجاؤ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند توحید و رسالت کی گواہی دی اور مشرف باسلام ہوگئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے خوشی کے مارے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے پر تمام آسمان والوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور خوشیاں منائیں۔

﴿آپ کے مشرف باسلام ہونے پر اہل آسمان نے خوشیاں منائیں﴾

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلاَمِ عُمَرَ .

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مشرف باسلام ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا صلی اللہ علیہ والہ وسلم! خدا گواہ ہے، واقعۃً حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے پر آسمان والوں نے خوشیاں منائیں۔

(سنن ابن ماجه ، المقدمة،باب فضل عمر رضى الله عنه.حديث نمبر:108)

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے کہنے پر مسلمانوں نے حرم کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی۔(المواهب اللدنيةمع حاشية الزرقاني ،ج 2، ص 4۔ شرح الزرقانی،ج 2، ص 5۔ سبل الهدى والرشاد ، ج 2، ص 372)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ناز کا فیض اثر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلامان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے ؂

نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں
نہیں رہتا ہے دل قبضے میں ان کی ہمکلامی سے
نہیں معلوم باتوں میں وہ کیا تسخیر رکھتے ہیں

(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد)

قبولیت اسلام کے بعد بھی آپ کا تیور جلال ہمیشہ باقی رہا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کمال وارفتگی اور دین اسلام سے اٹوٹ وابستگی آپ کے دل میں ایسی گھر کر گئی تھی کہ ہر وقت آپ دین متین کی حمایت واشاعت اور رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے دفاع کے لئے کمر بستہ رہتے، غزوۂ بدر کے موقع پر آپ نے جاں نثاری کا ایسا نمونہ پیش کیا، جو تا دم شمس وقمر تازہ رہے گا، چنانچہ آپ کا ماموعاص بن ہشام میدان بدر میں مقابلہ کے لئے آیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود آگے بڑھ کر اس سے مقابلہ کیا اور ایسی ضرب لگائی کہ وہ اسی دم جہنم رسید ہوگیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج 2، ص 446)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق اللہ تعالی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو طاقت وقوت عطا فرمائی، شوکت غلبہ نصیب فرمایا، آپ نے مکی اور مدنی دور میں استقامت کا پہاڑ بن کر عظیم خدمات انجام دئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے انچالیس مرد وخواتین دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، ایمان لانے والے چالیسویں صحابی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، آپ کے اسلام لانے کی اہمیت اور اللہ کے پاس اس کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس موقع پر خالق کائنات نے سورہ انفال کی آیت نمبر 64 نازل فرمائی جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک وارد ہے:

عَنْ سَعِيدِ بن جُبَيْرٍ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,قَالَ:أَسْلَمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلاثُونَ رَجُلا وَامْرَأَةٌ

سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر انچالیس مرد وخواتین اسلام قبول کر چکے تھے،

وَأَسْلَمَ عُمَرُ تَمَامَ الْأَرْبَعِينَ ,فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ" :يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ "(الأنفال آية 64).

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے پر چالیس کا عدد مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِين. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے آپ کی پیروی کر لی۔

(المعجم الكبيرللطبرانی ،حديث نمبر:12470)

﴿فاروق اعظم کی شان عدالت﴾

خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات والا صفات میں اللہ تعالی نے بے شمار کمالات ودیعت فرمائے، آپ کی مبارک زندگی حقانیت وصداقت کی مثال ہے، آپ کی سیرت عدل وانصاف کا معیار ہے، آپ کی صدق بیانی، حق پسندی اور عدل وانصاف کے اغیار بھی معترف ہیں، اور عدل وانصاف کے قیام کے لئے آپ کے دور خلافت کو ایک بہترین نمونہ سمجھتے ہیں، آپ کا دور خلافت سورۂ مائدہ کی اس آیت کریمہ کا سراسر مصداق ہے، ارشاد الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

اے ایمان والو! اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو، یہی تقوی کے زیادہ نزدیک (قریب) ہے،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ . اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالی تمہارے اعمال سے خوب خبر دار ہے۔

(سورة المائدة:8)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے حق وانصاف کے قیام، حدود شریعت اور قوانین اسلام کے نفاذ کے لئے اپنوں اور غیروں میں کوئی امتیاز روانہیں رکھا، بلکہ ان معاملات میں اپنے قرابت داروں پر اور زیادہ سختی فرماتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ، علامہ ابن بطال کی شرح صحیح بخاری میں ہے:

عن عبد الله بن عمر قال حدثني من سمع سالما قال كان عمر إذا نهى الناس عن شيء جمع أهل بيته فقال إني نهيت الناس كذا وكذا و ان الناس لينظرون إليكم نظر الطير إلى اللحم وأيم الله لا أجد أحدا منكم فعله إلا أضعفت له العقوبة ضعفين .

حضرت سالم سے سننے والے شخص نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی فیصلہ فرماتے تو اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے فرماتے: میں نے فلاں چیز سے لوگوں کو منع کیا، اور لوگ تم پر اس طرح نظر رکھیں گے جس طرح پرندہ گوشت پر رکھتا ہے، (اگر تم اس ممنوع عمل کے مرتکب ہو گئے تو وہ بھی مرتکب ہو جائیں گے، اگر تم اس سے دور رہو گے تو وہ بھی دور رہیں گے) قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی وہ کام کر بیٹھے جس سے میں نے لوگوں کو منع کیا ہے تو میں اسے دوہری سزا دونگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الأمراء ، ما ذکر من حديث الأمراء والدخول عليهم، حدیث نمبر:30643۔شرح صحيح البخاری لابن بطال،باب اقامة الحدود على الشريف والوضيع)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نہایت باادب رہا کرتے تھے، اور کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادنیٰ سی نامناسب حرکت کرتا تو تلوار نیام سے نکال لیتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤدبانہ طور پر عرض کرتے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے اس شخص کی گردن تن سے جدا کردیتا ہوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم فرماتے کہ اگر کوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو قبول نہ کرے تو اُس کا سر قلم کردیتے، جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما أن رجلاً من المنافقين يقال له بشر : خاصم يهودياً فدعاه اليهود إلى النبي صلى الله عليه وسلم ودعاه المنافق إلى كعب بن الأشرف ، ثم إنهما احتكما إلى النبي صلى الله عليه وسلم	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اور ایک بشر نامی منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور تصفیہ کے لئے یہودی نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث بنانے کی تجویز رکھی اور منافق نے یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کو ثالث بنانے کی بات کہی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،

فقضى لليهودي فلم يرض المنافق وقال :تعال نتحاكم إلى عمر بن الخطاب ، فقال اليهودي لعمر رضى الله تعالى عنه :قضى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يرض بقضائه ، فقال للمنافق أكذلك؟ قال : نعم ، فقال عمر : مكانكما حتى أخرج إليكما فدخل عمر فاشتمل على سيفه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتى برد ثم قال : هكذا أقضى لمن لم يرض بقضاء الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم فنزلت	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا،لیکن منافق نے اس فیصلہ کوتسلیم نہیں کیااور کہنے لگا کہ آ ؤ ہم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوثالث بنائیں گے ۔ یہودی اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ اور اُنہیں بتایا کہ ہم دونوں پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوثالث مان کرآپ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا تھا مگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا:اس (یہودی) نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے ؟ منافق نے تصدیق کی کہ ہاں اس کا بیان بالکل درست ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم دونوں یہیں ٹھہرو،جب تک میں تمہارے پاس نہ آ ؤں ۔ یہ کہہ کر گھر میں گئے اور تلوار لے کر باہر نکلے اور پھر اس تلوار سے منافق کی گردن اڑادی اور وہ مرگیا، پھر آپ نے فرمایا: جوشخص اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہ مانے،اس کے حق میں میرا فیصلہ یہی ہے۔

(روح المعانی،سورۃ النساء:60)

حضرات! اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی بھی عمل وحرکت سے اگر کوئی شخص سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے تو اسلامی حکومت میں اس کا حکم یہی ہے کہ اُس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے، اسے دنیا میں زندہ رہنے کا حق نہیں۔

﴿انصاف کی ایک روشن مثال﴾

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان عدالت یہ تھی کہ فیصلہ کرتے وقت نہ اپنے دوست کا لحاظ رکھتے اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے، جو حق ہوتا وہی فیصلہ فرماتے، جیسا کہ کنز العمال میں روایت موجود ہے:

عن أنس أن رجلا من أهل مصر أتى عمر بن الخطاب فقال :يا أمير المؤمنين !عائذ بک من الظلم، قال :عذت معاذا، قال :سابقت ابن عمرو بن العاص فسبقته، فجعل يضربني بالسوط ويقول : أنا ابن الأكرمين، فكتب عمر إلى عمرو يأمره بالقدوم

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک باشندہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں ظلم سے بچنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، تو آپ نے فرمایا: میں نے پناہ مانگنے والے کو پناہ دے دی، اُس نے عرض کیا: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کے ساتھ میرا مقابلہ ہوا اور میں ان پر سبقت کر گیا، تو وہ مجھے کوڑے مار کر کہنے لگے: میں شریف زادہ ہوں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور حکم دیا کہ وہ آئیں

ويقدم بابنه معه، فقدم،	اور اپنے صاحبزادہ کوساتھ لائیں، جب وہ آپ کی
فقال عمر :أين المصری؟	خدمت میں صاحبزادہ کے ساتھ حاضر ہوئے تو
خذ السوط فاضرب،	آپ نے فرمایا کہ وہ مصری کہاں ہے؟ اور اسے حکم
فجعل يضربه بالسوط	دیا کہ کوڑا لے کر مار! تو وہ کوڑے سے مارنے
ويقول عمر :اضرب ابن	لگا، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کہ شریف
الأكرمين ...... فقال عمر	زادہ کو مار۔......پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
لعمرو :مذ كم تعبدتم	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم
الناس وقد ولدتهم	نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے جبکہ ان کی
أمهاتهم أحرارا؟ قال :يا	ماؤں نے انہیں آزاد جنم دیا ہے، تو انہوں نے
أمير المؤمنين !لم أعلم	عرض کیا: اے امیر المؤمنین ! مجھے اس سے متعلق
ولم يأتنى" .ابن عبد	کچھ خبر نہیں اور نہ ہی یہ میرے پاس فیصلہ کے لئے
الحكم."	آئے۔

(کنزالعمال ، حدیث نمبر:36010)

انصاف کی تو بات یہی ہے خدا گواہ
فاروق میں تھی شانِ عدالت رسول کی

(حضرت کامل)

﴿فاروق اعظم کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک مکان کے پاس سے ہوا جہاں نہایت بوڑھا نابینا شخص مانگ رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بازو پکڑا اور فرمایا۔

فماالجأک الی ماأری	تمھیں کس چیز نے اس حالت پر مجبور کیا ہے جو
قال اسال الجزیة	میں دیکھ رہا ہوں؟ کہنے لگا جزیہ میرے ذمہ ہے،
والحاجة والسن فاخذ	ضرورتمند ہوں اور بوڑھا ہو چکا ہوں، تو حضرت عمر
عمر بیده وذهب به الی	رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اُسے اپنے گھر
منزله فرضخ له بشیء من	لے گئے اور گھر سے کچھ عطا فرمایا پھر بیت المال
المنزل ثم ارسل الی	کے خازن کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کا اور اس
خازن بیت المال فقال	جیسے بوڑھے غیر مسلموں کا خیال رکھو، اگر ہم نے
انظر هذا وضرباء ه فوالله	اس کی جوانی میں اس سے جزیہ وصول کیا پھر
ما انصفنا ان اکلنا شبیبته	بڑھاپے میں اسے بے مدد چھوڑ دیں تو اللہ کی قسم!
ثم نخذله	ہم نے انصاف نہیں کیا۔ پھر آپ نے اس شخص
عندالهرم......ووضع عنه	کے اور اس جیسے بوڑھے غیر مسلم افراد کے ذمہ سے
الجزیة وعن ضربائه.	جزیہ ساقط کر دیا۔

(کتاب الخراج لابی یوسف، ص150)

﴿فضائل وکمالات﴾

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کی پیروی کرنے کی ہدایت فرمائی، جامع ترمذی شریف اور سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ	سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله	آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
علیه وسلم:	وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ . میرے بعد جو دو (خلفاء) ہیں، ان کی اقتداء کرو یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب،باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی الله عنهما،حدیث نمبر: 4023 ۔سنن ابن ماجه ،المقدمة،باب فضل ابی بکرالصدیق رضی الله عنه،حدیث نمبر:102)

''میرے بعد ان کی پیروی کرو'' ان مبارک کلمات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ میرے بعد یہ دونوں میرے خلیفہ ہوں گے۔

اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ رب قدیر نے ان کی زبان و دل سے حقیقت کے چشموں کو جاری کر دیا تھا، اور راہ حق سے ان کے انحراف کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کی فضیلت میں یہ ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی الله علیه و سلم قَالَ : إِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرما دیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، حدیث نمبر:4046)

یہی وجہ تھی کہ ابلیس لعین بھی آپ کی شخصیت کا سامنا نہیں کر سکتا تھا، اور جہاں کہیں آپ تشریف فرما ہوتے وہاں سے راہ فرار اختیار کر جاتا تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ ..... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ . صلى الله عليه وسلم . إِيْهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَکَ الشَّيْطَانُ سَالِکًا فَجًّا إِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّکَ.

سیدنا محمد بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ،انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! مبارک ہو،اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! شیطان تم سے کسی راستہ میں نہیں ملتا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جاتا ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الادب،باب التبسم والضحك،حديث نمبر:6085)

﴿حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت' ایمان کی علامت﴾

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت اوران سے بغض وعداوت کفر کی دلیل ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا:

عن علی بن زيد قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : حب أبی بكر وعمر إيمان ، وبغضهما كفر.

حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر اورعمر کی محبت ایمان ہے اوران دونوں سے بغض رکھنا کفر ہے۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ،حديث نمبر: 464)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے

خصوصی نسبت اور آپ کی عدالت وصداقت کی برکت سے آپ کے دور خلافت میں مسلمان جہاں کہیں پہنچتے فتح ونصرت سے ہمکنار ہوتے۔ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اور عدل فاروقی کی دُہائی دے کر دریا سے خطاب کیا، دریا سے راستہ دینے کی خواہش کی، دیکھنے والوں نے یہ منظر دیکھا پانی کا بہتا دریا ٹھوس زمین کا کام کرتا ہے، مسلمانوں کا لشکر اپنی سواریوں کے ساتھ دریا پار کرتا ہے لیکن اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر ڈوبنا تو بہت دور کی بات ہے اُن کے کُھر بھی بھیگنے نہیں پاتے۔

جیسا کہ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں روایت ہے:

وروی أن عمر بعث جنداً إلی مدائن کسری وأمر علیهم سعد بن أبی وقاص وجعل قائد الجیش خالد بن الولید، فلما بلغوا شط الدجلة ولم یجدوا سفینة تقدم سعد وخالد فقالا: یا بحر إنک تجری بأمر الله فبحرمة محمد صلی الله علیه وسلم

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر مدائن کی طرف روانہ فرمایا، جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے، جب لشکر اسلام دریائے دجلہ کے کنارہ پہنچا اور کوئی کشتی نہ پائی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے آگے بڑھ کر دریائے دجلہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے دریا! بے شک تو اللہ تعالی کے حکم سے جاری ہے، تجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا واسطہ،

وبعدل عمر خليفة رسول الله إلا خليتنا والعبور، فعبر الجيش بخيله وجماله إلى المدائن ولم تبتل حوافرها.	اور آپ کے خلیفۂ راشد حضرت فاروق اعظم کی عدالت کا واسطہ، ہمیں راستہ فراہم کردے! پھر تمام لشکر گھوڑوں اور اونٹوں کے ہمراہ دریا میں اتر گیا، اور سارے لوگ سلامتی کے ساتھ دریا پار کرتے ہوئے مدائن تک پہنچ گئے حال یہ تھا کہ سواریوں کے کُھر تک تر نہ ہوئے۔

(الرياض النضرة فی مناقب العشرة لمحب الدين الطبری)

﴿فاروق اعظم کے خط سے دریائے نیل بہنے لگا﴾

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ، جاہ و جلال صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ زمین و آسمان بھی آپ کی جلالت کے معترف ہیں، ساری دنیا آپ کے عدل وانصاف سے مستفید ہوتی رہی، پہاڑوں اور دریاؤں نے آپ کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا، کہیں دریا کے پانی نے سطح زمین کا کام کیا تو کہیں خشک دریا موجیں مارنے لگا، علامہ ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ میں لکھا ہے :

لما افتتحت مصر اتى اهلها عمرو بن العاص حين دخل بؤنة من أشهر العجم فقالوا أيها المير لنيلنا هذا سنة لايجرى إلا بها قال وما ذلک	جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا؛ جبکہ جون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ہمارے پاس دریائے نیل سے متعلق ایک دستور ہے کہ اُس کے بغیر دریائے نیل نہیں چلتا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا : وہ کیا ہے؟

قالوا إذا كانت اثنتى عشرة ليلة خلت من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر من ابويها فأرضينا أبويها وجعلنا عليها من الحلى والثياب أفضل ما يكون ثم ألقيناها فى هذا النيل فقال لهم عمرو إن هذا مما لايكون فى الإسلام إن الاسلام يهدم ماقبله قال فأقاموا بؤنة وأبيب ومسرى والنيل لايجرى قليلا ولا كثيرا حتى هموا بالجلاء فكتب عمرو إلى عمر ابن الخطاب بذلك فكتب إليه إنک قد أصبت بالذى فعلت وإنى قد بعثت إليک بطاقة داخل كتابى فألقها فى النيل

لوگوں نے کہا: جب اس مہینہ کی بارہ راتیں گزر جائیں تو ہم ایک کنواری لڑکی سے متعلق اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں، اُس لڑکی کو بہترین لباس اور زیور پہناتے ہیں، پھر اُسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں، یہ سن کر حضرت عمر وبن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین اسلام میں ان توہمات کی گنجائش نہیں ، یقیناً اسلام ماضی کی تمام غلطیوں کو ختم کردیتا ہے، راوی کہتے ہیں :لوگوں نے جون، جولائی، اگسٹ، تین مہینے انتظار کیا، دریائے نیل کی حالت یہ تھی کہ نہ تھوڑا بہتا ہے، نہ بہت ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مصر سے دوسرے مقام چلے جانے کا ارادہ کرلیا، حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لکھ بھیجا۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تحریر فرمایا کہ آپ نے جو کیا درست کیا ، میں آپ کو میرے خط میں ایک چٹھی رکھ کر بھیجتا ہوں، آپ اُسے دریائے نیل میں ڈال دیجئے،

فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فاذا فيها من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى نيل أهل مصر أما بعد فان كنت إنما تجرى من قبلك ومن أمرك فلا تجر فلاحاجة لنا فيك وإن كنت إنما تجرى بأمر الله الواحد القهار وهو الذى يجريك فنسأل الله تعالى أن يجريك قال فألقى البطاقة فى النيل فأصبحوا يوم السبت وقد أجرى الله النيل ستة عشر ذراعا فى ليلة واحدة وقطع الله تلك السنة عن أهل مصر إلى اليوم.	جب خط آ پہنچا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے چٹھی لی، جسکا مضمون یہ تھا: ''یہ خط اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی جانب سے نیل مصر کے نام ہے۔ اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو مت بہہ، ہمیں تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے جو ایک (یکتا) اور زبردست ہے او حقیقت میں وہی تجھے جاری کرنے والا ہے، تو ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے جاری کردے''۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ چٹھی دریا میں ڈال دی تو لوگ ہفتہ کے دن صبح (اس حال میں) اُٹھتے ہیں تو اللہ تعالی نے دریائے نیل کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ جاری کردیا، اور اللہ تعالی نے مصر والوں کے اس دستور کو ختم کردیا، اور آج تک دریائے نیل بہہ رہا ہے۔

(البداية والنهاية، ج 7،سنة تسع عشرة، قصة نيل مصر۔ فتوح مصر وأخبارها،ص:115)

﴿فاروقِ اعظم کی شان بزبانِ صحابہ واہلِ بیت﴾

تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احترام

کرتے، اُنہیں دیگر صحابہ کرام کے بالمقابل زیادہ فضیلت والے قرار دیتے تھے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل کی فضائل الصحابہ میں حدیث پاک ہے:

عن الحكم بن جحل قال : سمعت عليا يقول :بلغني أن أناسا يفضلوني على أبي بكر وعمر ، لا يفضلني أحد على أبي بكر وعمر إلا جلدته حد المفتري .

حضرت حکم بن جحل سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میں نے علی کرم اللہ وجھہ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما پر فضیلت دے رہے ہیں، جوکوئی مجھے ان دونوں حضرات پر فضیلت دے گا میں اُسے جھوٹ گھڑنے والے کی سزا دوں گا۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ، حديث نمبر 367:۔السنة لعبدالله بن احمد، حديث نمبر:1274)

جیسا آپ نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ آپ کے ذریعہ اسلام کو قوت حاصل ہو، اس مبارک دعا کی برکت یہ بھی تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہر دور میں اسلام کو غلبہ وعزت حاصل ہوئی، مکی دور ہو یا مدنی دور، ہجرت ہو یا غزوات، ہر وقت آپ سے اسلام کو عظمت وشوکت نصیب ہوئی، صحابۂ کرام علیہم الرضوان آپ کے دور کو اور آپ کی حیات طیبہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا کرتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی مبارک زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے مختصر اور جامع انداز میں ارشاد فرمایا، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب فضائل الصحابۃ میں روایت نقل کیا :

عن القاسم قال :قال عبد الله وهو ابن مسعود :إن إسلام عمر كان عزا ، وإن هجرته كانت فتحا ونصرا ، وإن إمارته كانت رحمة ، والله ما استطعنا أن نصلي حول الكعبة ظاهرين حتى أسلم عمر ، وإني لأحسب أن بين عيني عمر ملكين يسددانه ، وإني لأحسب أن الشيطان يفرقه ، فإذا ذكر الصالحون فحي هلا بعمر .

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین اسلام میں داخل ہوجانا، اسلام کے لئے عزت وغلبہ ثابت ہوا، مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آپ کا ہجرت فرمانا مسلمانوں کے لئے کامیابی اور مدد قرار پائی اور آپ کا دورِ خلافت سب کے لئے رحمت والا دور رہا۔ اس بات پر میرا یقین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں آنکھوں کے درمیان دو فرشتے ہیں جو آپ کے لئے حق کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس حقیقت پر میرا یقین ہے کہ شیطان آپ سے ڈرتا ہے، تو جب نیک طینت و پاک سیرت حضرات کا ذکر کیا جائے تو آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک کریں۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ، حديث نمبر:458)

﴿شہادت عظمٰی کی بشارت﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کی خوشخبری سنائی تھی۔ اُس کے مطابق آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَـنْ أَنَـسِ بْـنِ مَـالِكٍ رضی الله عنه قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِلٰى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُوْ بَكْـرٍ وَعُـمَـرُ وَعُثْمَانُ فَـرَجَفَ بِهِـمْ ، فَـضَـرَبَهُ بِـرِجْلِهِ، قَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَمَـا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيدَانِ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ پرتشریف لے گئے، حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے تو احد پہاڑ اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے جھومنے لگا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مارکراس سے فرمایا اے احد! تھم جا تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک صدیق اور دوشہید ہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب فضائل الصحابة،باب مناقب عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه ،حدیث نمبر3686)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر مدینۂ طیبہ میں وفات پانے اور شہادت نصیب ہونے کے لئے دعا کیا کرتے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ زَيْـدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُـمَـرَ رضی الله عنه قَالَ اللّٰهُمَّ ارْزُقْـنِـيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ ، وَاجْـعَـلْ مَـوْتِـيْ فِـي بَـلَـدِ رَسُوْلِكَ صلى الله عليه وسلم

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،آپ نے دعاء فرمائی :اے اللہ!تو مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما،اور اپنے حبیب کے شہر مقدس میں مجھے وفات عطا فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة،باب کراهیة النبی صلی الله علیه و سلم أن تعری المدینة،حدیث نمبر: 1890)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کے لئے وقف کیا، ہجرت کے موقع پر اپنے گھر اور قبیلہ کو چھوڑا، سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش پیش رہے، مال ودولت کے ذریعہ‘ طاقت وقوت کے ذریعہ دین کی خدمت کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے جان کو بھی دین کی سربلندی کے لئے قربان کردیا۔

ماہ ذی الحجۃ کے اواخر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ایک بدبخت مجوسی غلام ابولؤلؤ نے مسجدِ نبوی شریف میں بزدلی کے ساتھ زہر آلود خنجر سے وار کیا؛ جبکہ آپ نمازِ فجر کے لئے تکبیر تحریمہ سے عین قبل مسلمانوں کو صفیں درست کرنے کی تاکید کررہے تھے، بدبخت نے آپ کے کندھے پر اور کمر پر تین وار کئے اور آپ کے ساتھ تیرہ افراد پر وار کیا، ایک صاحب نے اس پر چادر ڈال کر قابو پالیا، اُس نے اُسی وقت اپنے آپ کو قتل کرڈالا، تیرہ افراد میں سے چھ افراد شہید ہوگئے، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، یکم محرم الحرام بروزِ اتوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع بقین من ذی الحجة ودفن یوم الاحد مستهل المحرم الحرام وله ثلاث وستون سنة.

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، عمر بن الخطاب،ص:109)

﴿63 سال کی عمر مبارک میں وصال، قرب مصطفوی کی دلیل﴾

صحیح مسلم شریف میں روایت ہے:

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً وَمَاتَ أَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ .

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ترسٹھ (63) برس تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو آپ کی عمر ترسٹھ (63) برس تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی عمر مبارک بھی ترسٹھ (63) برس تھی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب کم أقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکة والمدینة، حدیث نمبر: 6244)

﴿یوم عاشوراء کی فضیلت﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مبارک تذکرہ کے ساتھ ساتھ ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے یوم عاشوراء کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو یوم عاشوراء کہتے ہیں، اس دن روزہ رکھنا سنت ہے، یہود بھی عاشوراء کو روزہ رکھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مشابہت سے بچانے کیلئے حکم فرمایا کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارھویں کا روزہ رکھ لیا جائے، جیسا کہ زبدۃ المحدثین حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں امام طحاوی

کے حوالہ سے حدیث شریف ذکر کی ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم فی صوم یوم عاشوراء صوموه وصوموا قبله یوما او بعده یوما ولاتتشبهوا بالیهود. رواه الطحاوی .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے سے متعلق روایت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ عاشوراء کا روزہ رکھو اور اس سے ایک دن پہلے یا اسکے ایک دن بعد روزہ رکھو اور یہود کی مشابہت مت اختیار کرو!

(زجاجة المصابيح ، ج1ص572)

اگر کوئی شخص صرف دسویں کا روزہ رکھے تو روزہ ادا ہوجائے گا تاہم یہ عمل یہود سے مشابہت کی بنا پر مکروہ ہے۔

﴿عاشوراء کے دن اہل وعیال پر خرچ کرنے کی برکت﴾

احادیث شریفہ میں عاشوراء کے دن اہل وعیال کے نفقہ میں وسعت کرنے اور ان پر کشادگی وفراخ دلی سے خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے، امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عن عبد الله قال قال النبی صلی الله علیه وسلم من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه فی سائر سنته.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں کشادگی کی اللہ تعالی اسکے لئے سال بھر کشادگی عطا فرمائے گا۔

(شعب الایمان للبیهقی،حدیث نمبر:3626)

مشکوۃ المصابیح میں مذکورہ حدیث شریف کے بعد مرقوم ہے۔

قال سفیان انا قد جربناه حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
فوجدناه کذالک. ہم نے اسکا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب الزکوٰۃ ، باب فضل الصدقۃ)

علامہ ابن عابدین شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے:

قال جابر جربته سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے چالیس
اربعین عاما فلم (40)سال اسکا تجربہ کیا اس کے خلاف نہیں ہوا،
یتخلف: ہمیشہ کشادگی و برکت کو پایا۔

(ردالمحتار، ج 2، کتاب الصوم ،مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء ص123)

دیگر ایام کے بالمقابل عاشوراء کے دن دسترخوان کو وسیع کرنا، رزق میں کشادگی و برکت کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ محرم الحرام کی برکتوں سے مالا مال فرمائے اور عدالت فاروقی کی برکت سے ہمیں بھی عدل وانصاف کا پیکر بنائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرف وفضیلت کے تاجدار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حضرات! قرآن مجید اللہ تعالی کا وہ مقدس کلام ہے جس میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے، اس کلام میں ہر چھوٹی' بڑی' خشک وتر شئی کا پتہ ملے گا، اس کائنات میں جو عظیم مراتب والی ہستیاں گزری ہیں انکا بھی تذکرۂ جمیل قرآن شریف میں موجود ہے، انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں اہل بیت کرام ہیں، اہل بیت کرام کو تمام تر عظمتیں اور بلند مراتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مقدس کے سبب ملے ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ	اے نبی کے گھر والو! یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے
عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ	کہ تم سے ہر ناپاکی دور رکھے اور تمہیں پاک کرکے
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.	خوب ستھرا کردے۔(سورۃ الاحزاب ـ33)

اس آیت قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کو ہر قسم کی فکری، اعتقادی ، عملی، اخلاقی ،ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک وصاف' طیب وطاہر رکھا ، یہ آیت کریمہ برملا اعلان کررہی ہے کہ اہل بیت اور ہر طرح کی ناپاکی کے درمیان ایک بڑی رکاوٹ بنائی گئی ہے، نہ اہل بیت اس کے قریب جاتے ہیں اور نہ برائی ان کے قریب آسکتی ہے، کیونکہ اہل بیت کو پاک وصاف رکھنے کا ارادہ کسی بندے کا نہیں بلکہ یہ رب کائنات کا منشا وارادہ ہے اور ارادۂ خداوندی کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کی شان فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یادرکھیں! اللہ تعالی کا منشأ ازلی وابدی ہوتا ہے، سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن اہل بیت کا دامان طہارت کبھی داغدار نہیں ہوسکتا ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ کے شان نزول سے متعلق ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ : فِيْ بَيْتِيْ نَزَلَتْ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ قَالَتْ: فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں رونق افروز تھے' اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو ! بیشک اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ ہر گندگی کو تم سے دور رکھے اور تمہیں مکمل پاکیزگی عطا فرمائے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا،

فَـقَـالَ: هٰـؤُلاءِ أَهْـلُ بَيْتِـيْ قَـالَـتْ قُلْـتُ: يَـارَسُـوْلَ الـلّٰـهِ أَمَا أَنَا مِـنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ قَالَ: بَلٰى إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ سرکار نے فرمایا: کیوں نہیں! تم بھی انشاءاللہ اہل بیت سے ہو۔

(زجاجة المصابيح ج ،ص 316،السنن الكبرىٰ للبيهقى ، كتاب الصلوٰة ، باب الدليل على ان ازواجه صلى الله عليه و سلم من اهل بيته فى الصلوٰة عليهن ، حديث نمبر:2975)

یہ کس کا منہ ہے جو پاکی بیاں کرے ان کی
کہ مدح پاک میں کافی ہے آیت تطہیر

(حضرت کاملؔ)

﴿نماز میں اہل بیت کا ذکر﴾

اہل بیت کرام سے محبت رکھنا چونکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس لئے ان کا ذکر نماز جیسی عظیم عبادت کا حصہ قرار دیا گیا، روزہ' زکوۃ' حج اور صدقات وخیرات ایسے اعمال ہیں کہ ہر مسلمان ہر دن ان اعمال کو انجام نہیں دیتا' بیمار افراد روزہ نہیں رکھ سکتے' تنگدست لوگ زکوٰۃ ادانہیں کرتے' صاحب استطاعت کے لئے زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے' جبکہ منظور خداوندی یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کا ذکر منقطع نہ ہو'ان سے محبت کا اظہار ہر مسلمان کی جانب سے بار بار ہوتا رہے، لہذا ان کا ذکر نماز میں رکھ دیا گیا'اور نماز میں اہل بیت کا ذکر اس طرح شامل کیا گیا کہ نماز میں درودِ شریف پڑھنا سنت قرار دیا گیا اور جس درود شریف میں اہل بیت کرام پر درود نہ پڑھا جائے وہ درود دربارِ الٰہی و بارگاہِ مصطفوی میں نامقبول ہے'

چنانچہ درودِ شریف سے متعلق سنن دار قطنی میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَــنْ أَبِــيْ مَسْــعُــوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰــهِ مَـنْ صَـلّٰى صَلَاةً لَمْ يُـصَـلِّ فِيْهَـا عَلَيَّ وَلَاعَلٰى أَهْلِ بَيْتِيْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ.	سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے کہ جس میں مجھ پر اور میری آل پر درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الصلوۃ، باب ذکر وجوب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد، حدیث نمبر 1359)

برادرانِ اسلام! ہر مسلمان کے لئے جب نماز میں اہل بیتِ کرام پر درودِ شریف پڑھنے کا حکم موجود ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں اُن پر درودِ شریف کیسے بھیجا جائے؟ یہی سوال جب صحابۂ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اور میری آل پر درود پڑھو، اِس سے متعلق صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

قَـالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى سَـمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلاَ أُهْـدِيْ لَكَ هَـدِيَّةً سَـمِعْتُهَا مِـنَ الـنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ بَلٰى ، فَأَهْدِهَا لِيْ	سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حسین تحفہ نہ دوں جو میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ تحفہ عنایت فرمائیں،

فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .صلى الله عليه وسلم فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ .قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ ، وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.	تب آپ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! اہل بیت کرام پر کیسے درود بھیجیں؟ اللہ تعالی نے ہمیں سلام پیش کرنے کا طریقہ تو سکھادیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس طرح پڑھو: اے اللہ! درود نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پاک پر، جیسا کہ تو نے درود نازل فرمایا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق، بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پاک پر، جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق، بزرگ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون، حدیث نمبر:3370)

﴿اہل بیت اطہار امت کیلئے امان ہیں﴾

آج کے اس پُرفتن ماحول میں جہاں ہر طرف بے سکونی و پریشانی کی فضا عام ہے، انسان قلبی سکون وجسمانی راحت کے لئے ایک ایک لمحہ تڑپ رہا ہے، ایسے عالم میں انسانیت کے لئے امن وامان اور سلامتی کا مرکز اہل بیت کرام کی الفت ومحبت ہے، ان حضرات نے اعمالِ صالحہ، اخلاق عالیہ کا جونمونہ ہمیں عطا کیا اس کی اتباع وپیروی میں ہمارے لئے نجات ہے، چنانچہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قال: النُّجُومُ جُعِلَتْ أَمَاناً لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَاِنَّ أَهْلَ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي.

سیدنا ایاس بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان کا ذریعہ بنائے گئے ہیں، اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

(المعجم الكبير للطبرانى ،حديث نمبر: 6137)

﴿اہل بیت کرام کے ناموں کی برکت سے شفاء ملتی ہے﴾

مذکورہ حدیث سے اہل بیت کی شخصیتوں کو اہل زمین کے لئے امان قرار دیا، یعنی ان حضرات کا وجود عذاب الٰہی سے قوم کو بچاتا ہے، اسی طرح اہل بیت کرام کا ذکر اور ان کے مبارک نام جسمانی امراض وروحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں، ان کے ناموں کی برکت سے جنون و دیوانگی جیسا مرض بھی رخصت ہوجاتا ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ السَّلامِ بْنِ أَبِیْ صَالِحٍ أَبِی الصَّلْتِ الْهَرَوِیّ عَنْ عَلِیّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ رضی الله عنهم، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ واٰلِه وَسَلَّمَ الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ قَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ .قَالَ أَبُو الصَّلْتِ لَوْ قُرِءَ هٰذَا الإِسْنَادُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ .

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: دل سے یقین رکھنے،زبان سے اقرار کرنے اور فرائض کی ادائی کا نام ایمان ہے۔اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوصلت ہروی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: اگراس حدیث شریف کی سند کسی مجنون شخص پر پڑھ کردم کی جائے تو وہ مرض جنون سے نجات پا جائے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب المقدمة ، باب في الايمان ، حديث نمبر:68)

اس حدیث شریف کی سند میں جتنے نام ہیں وہ سب اہل بیت کے ہیں اور وہ سند یہ ہے:

عَنْ عَلِيّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ،

حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

عَنْ عَلِيّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْـهِ، عَـنْ عَـلِـيّ بْنِ أَبِيْ طَـالِـبٍ رضـي الله عنهم، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ .	وہ حضرت علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا(یہ ارشاد اوپر گذر چکا)۔

علم حاصل کرنے والے اس سند کی اہمیت وبرکت جان کر اہل بیت سے محبت رکھیں تو وہ ان امراض سے محفوظ رہیں گے؛ جو علمی میدان میں لاحق ہوتے ہیں، جیسے تکبر وخود پسندی ،بغض وحسد، بدعقیدگی وگمراہی ، اہل بیت کے مبارک ناموں سے جسمانی ، روحانی اور علم کے راستہ میں آنے والی تمام بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

میرے لئے یہ پنجتن ہیں دافعِ رنج وبلا
شاہ ہدٰی ، شیرخدا، حسن وحسین وفاطمہ
(خواجہ شوق)

﴿قرآن واہل بیت سے وابستگی ہدایت کی ضمانت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام سے تعلق و وابستگی کو باعث نجات اور گمراہی وضلالت سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا' جو شخص ان حضرات سے وابستہ ہوجاتا ہے وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ تو غور کرنا چاہئے ! کیا وہ نفوس قدسیہ بے راہ روی کی طرف راغب ہوسکتے ہیں؟ کیا وہ دنیا طلبی کا شکار ہوسکتے ہیں؟۔ **العیاذ باللّٰه**

حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام دیا اور دین' کامل ہونے کا اعلان فرمایا وہیں قرآن کریم اور حضرات اہل بیت کرام سے وابستگی کا حکم فرمایا' جن سے تعلقِ غلامی' ابدی سعادتوں کا ذریعہ ہے

اور بے دینی وبدمذہبی اور بداعتقادی وگمراہی سے بچنے کیلئے مضبوط وسیلہ ہے، جیسا کہ جامع ترمذی میں روایت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهٖ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ.	حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں دیکھا کہ آپ اپنی مبارک اونٹنی ''قصواء'' پر جلوہ گر ہیں اور خطاب فرمارہے ہیں، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! بیشک میں تم کو دو عظیم نعمتیں دے کر جارہا ہوں' جب تک تم انہیں تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے: وہ کتاب اللہ اور میری عترت ''اہل بیت'' ہیں۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ، باب مناقب اهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم ، حديث نمبر: 4155)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق اہل بیت کرام گمراہی سے بچانے والے ہوئے، ان سے وابستہ ہونے والا غلط راہ پر نہیں ہوسکتا تو کیا ان پاکباز ومقدس ہستیوں سے متعلق غلط باتیں منسوب کرنا صحیح ہوسکتا ہے؟ یا ان پر دنیاداری اور بے راہ روی کا الزام لگانا' درست ہوسکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں انکی پاکیزگی سے متعلق فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.	اے نبی کے گھر والو! یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور رکھے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

(سورۃالاحزاب :33)

اور بطور خاص جن کے لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِیْ فَأَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا.	اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے رجس وگندگی کو دور رکھ اور انہیں مکمل پاکیزگی عطا فرما۔

(جامع الترمذی ، ابواب المناقب ، باب مناقب اهل بيت النبی صلی الله عليه و سلم ، حديث نمبر:4156)

﴿اولاد کو اہل بیت کرام کی محبت سکھانے کا حکم﴾

حضرات! دین اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کی بڑی اہمیت ہے، والدین کی اہم ترین ذمہ داریوں میں اولاد کی پرورش کرنا ہے، تربیت اولاد کی اساس تین امور پر رکھی گئی ہے: (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت (2) اہل بیت کرام کی محبت (3) اور قرآن کریم کی تلاوت۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ.	تم اپنی اولاد کو تین باتوں کی تربیت کرو! (1) اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، (2) آپ کے اہل بیت اطہار کی محبت (3) اور قرآن مجید کی تلاوت۔

(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، كتاب الفتن، باب فی التلاعن وتحريم دم المسلم، حديث نمبر:7753)

﴿اہل بیت اطہار کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بدلہ﴾

برادران اسلام! انسان کی فطرت، سلیمہ ہوتو وہ احسان کرنے والے کا دل کی

گہرائی کے ساتھ شکر گزار رہتا ہے اور اس سے ممکن ہو تو احسان کا کوئی بدلہ بھی دیتا ہے، اہل بیت کرام کی فطرت بالیقین سلیمہ ہوتی ہے، چنانچہ وہ کسی سے طالبِ مدد تو عموماً نہیں ہوتے، اگر کوئی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو اسکا بدلہ دیتے رہتے ہیں، بالفرض وہ بدلہ نہ دیں تو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ کل بروزِ حشر اس شخص پر انعام کی بارش فرمائیں گے؛ جس نے دنیا میں اہل بیت کی خدمت کی ہو، جیسا کہ امام طبرانی کی معجم میں روایت ہے:

عَنْ أَبَان بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه و آله وسلم: مَنْ صَنَعَ إِلَى أَحَدٍ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمْ يُكَافِئْهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا فَعَلَيَّ مُكَافَأَتُهُ غَدًا إِذَا لَقِيَنِيْ.	سیدنا ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی اچھا معاملہ کیا اور انہوں نے دنیا میں اس کا بدلہ نہ دیا ہو تو بروز قیامت جب وہ میری خدمت میں حاضر ہوگا تو اس کا بدلہ میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

(المعجم الأوسط للطبرانی، باب الالف ، من اسمه احمد ، حديث نمبر1502)

﴿اہل بیت کرام کی بے حرمتی موجب لعنت وہلاکت﴾

اہل بیت کرام وہ مقدس و پاکباز ہستیاں ہیں کہ جن کی بے حرمتی موجب لعنت وہلاکت ہے، جیسا کہ امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث شریف وارد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستة لعنتهم و لعنهم اللــــه و كـل نبـي مــــجـــاب. . . والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتي ماحرم الله.	چھ افراد ایسے ہیں جس پر میری لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے......(ان میں) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا اور میری آل پاک سے متعلق ان چیزوں کو حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے (یعنی ان کی بے حرمتی و بے توقیری کرنے والا۔)

(شعب الایمان للبیهقی ، الخامس والعشرون من شعب الإیمان وهو باب المناسك' حدیث نمبر:3850۔ جامع الترمذی ، ابواب القدر، حدیث نمبر:2307)

اس سے ظاہر ہے کہ اہل بیت کرام کی بے حرمتی موجب لعنت و ہلاکت ہے' مسلمانوں کو چاہئے کہ اہل بیت کرام سے محبت رکھیں ، اُن کا احترام کریں ، اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی خدمت کریں اور اُن سے تکلیف دور کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کلام الٰہی میں اللہ تعالی نے ان کی فضیلت سے متعلق آیات مبارکہ نازل فرمائیں ، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عظمت میں بے شمار ارشادات فرمائے اور آگاہ فرمادیا کہ ان سے وابستگی ایمان وعقیدہ میں کمال کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات صحابۂ کرام اور حضرات اہل بیت عظام کی کامل محبت عطا فرمائے اور ان کی اتباع وپیروی کے ذریعہ دنیا وآخرت میں ہمیں کامیاب وبامراد بنائے۔

آمِیْــن بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.
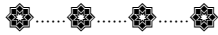
محبت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہمیت وضرورت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

حضرات! اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دولتِ ایمان ونعمتِ اسلام سے سرفراز فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں اسلام کے احکام بتلائے ،قرآنی آیات سکھائیں، دین کی تمام تر تفصیلات بتلادیں لیکن آپ نے اسلام کی تبلیغ پر اور احکام کو پہنچانے کے لئے ہم سے کوئی بدلہ وعوض نہ چاہا البتہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کا حکم فرمایا' جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے! میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا ہوں بجز قرابت داروں کی محبت کے۔

(سورئہ شوریٰ:23)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر وتشریح اس حدیث پاک میں ملتی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : " قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى "قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ: قل لا اسئلکم علیه اجراً......،نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ وہ قرابت دار کون ہیں؟ جن سے محبت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:علی فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے ہیں (رضی اللہ تعالی عنہم)۔

(المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر:2575)

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت کرنے کا مطالبہ بظاہر تبلیغ اسلام کا بدلہ معلوم ہوتا ہے لیکن بات ایسی نہیں ہے؛ بلکہ ان کی محبت ہمارے ایمان کی ضامن ہے۔

برادرانِ اسلام ! ایمان کے حصول کے بعد اس کی حفاظت کا انتظام انتہائی ضروری ہوتا ہے،شیطان ہر وقت ایمان کو تباہ کرنے کے مواقع ڈھونڈ تا رہتا ہے حفاظت ایمان کی خاطر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت ومودت کا حکم دیا گیا،ان پاکباز ہستیوں سے تعلق ووابستگی باعثِ نجات اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

﴿اہل بیت کرام سے محبت ایمان کا تقاضہ﴾

اس کی مزید وضاحت دیگر احادیث شریفہ سے ہوتی ہے جیسا کہ جامع ترمذی

شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعَمِہٖ وَأَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَأَحِبُّوْا أَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ سے محبت کیا کرو! کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہےاوراللہ کی محبت کی خاطر مجھ سے محبت کیا کرواور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کیا کرو۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث نمبر: 2158۔ مشکوۃ المصابیح ،کتاب المناقب،الفصل اول،حدیث نمبر:6173۔ زجاجۃ المصابیح ج 5ص315/316)

حضرات !اللہ تعالیٰ کے کرم وانعام،فضل واحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مُنْعِمِ حقیقی سے محبت کی جائے اوراللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے اورحبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کیلئے آپ کے اہل بیت اطہار سے محبت کی جائے۔گویا کہ حضرات اہل بیت کرام کی محبت' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کیلئے زینہ ہےاورحضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زینہ ہےاللہ کی محبت کے حصول کیلئے۔

جوکوئی انسان اللہ تعالی کے قرب کی تمنا کرتا ہواور بارگاہ الٰہی میں محبوب بننا چاہتا ہوتواس کے لئے راستہ یہی ہے کہ وہ حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرے ؛جس کے نتیجہ میں اسے قرب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ملے گا اورسرکاردوعالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے بارگاہ رب العزت کا قرب نصیب ہوگا۔

سنن ابن ماجہ شریف اور جامع ترمذی شریف کی روایت ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لاَ یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِیمَانُ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. وفی روایة ابن ماجه حَتّٰی یُحِبَّهُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِهِمْ مِنِّیْ.

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ تم (اہل بیت) سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی خاطر محبت نہ کرے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب تک کہ وہ ان (اہل بیت) سے اللہ کی خاطر اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب العباس بن عبدالمطلب رضی الله عنه، حدیث نمبر: 4125۔ سنن ابن ماجه، کتاب المقدمة، باب فضل العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه، حدیث نمبر:145)

اہل بیت کرام کی محبت اور ایمان سے متعلق معجم طبرانی اور شعب الایمان کی ایک اور روایت ذکر کی جاتی ہے:

عَنْ عَبْدِ الرحمٰن بْنِ أَبِیْ لَیْلٰی عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وآله وسلم:

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ، وَأَھْلِیْ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ أَھْلِہٖ، وَعِتْرَتِیْ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ .وَذَاتِیْ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ ذَاتِہٖ .	کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ۔اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے گھر والوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوجائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہوجائے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: 6302۔ شعب الایمان للبیھقی' الرابع عشر من شعب الإیمان و ھو باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ و سلم' فصل فی براء ۃ نبینا صلی اللہ علیہ و سلم فی النبوۃ' حدیث نمبر:1478)

برادران اسلام ! ایمان تمام عبادات واحکام کے لئے شرط کا درجہ رکھتا ہے جس کے بغیر تمام اعمال رائگاں ہیں اور مذکورہ احادیث شریفہ سے معلوم ہوتاہیکہ ایمان کے لئے اہل بیت کی محبت بے حد ضروری اور بنیادی چیز ہے، اگر ان کی محبت دل میں نہ ہوتو ایمان ناقص ہے۔

﴿اہل بیت کرام کشتیٔ نجات﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو سفینۂ نجات اور سلامتی کا ذریعہ قرار دیا جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ رَضِـيَ اللّٰـهِ تَعَالٰى عَنْهُ ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَـلُ أَهْـلِ بَيْتِـىْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُـوْحٍ ، مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جواس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا، اور جواس میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔

(المعجم الکبیرللطبرانی، حدیث نمبر:2572)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دے کر اشارہ فرمایا کہ کشتی نوح علیہ السلام میں سوار ہونے والے جس طرح عذابِ الٰہی سے اور طوفان میں ہلاک ہونے سے نجات پا گئے اسی طرح اہل بیت کرام کی محبت اہل ایمان کے لئے کشتی نجات ہے، ان کی محبت اور اطاعت سے اہل ایمان دنیا میں گمراہی کے طوفان بچ جائیں گے اور آخرت میں ابدی ہلاکت کے طوفان سے محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت کے درخشاں ستارے قرار دیا، ارشادفرمایا:

أَصْـحَـابِـىْ كَـالنُّجُوْمِ، فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ.

میرے صحابہ ہدایت کے درخشاں ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

(مشکوۃ المصابیح ، کتاب المناقب ، باب مناقب قریش وذکر القبائل، حدیث نمبر:6009، زجاجة المصابيح ج 5ص334)

احادیث شریفہ سے ہمیں اہل بیت کی عظمت بھی معلوم ہوتی ہے اور صحابہ کی رفعت بھی، لہذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ دونوں کا احترام کریں، اہل بیت وصحابہ میں

سے کسی کی شان بیان کر کے کسی کی عظمت کے خلاف بات کرنا' حق پسندی کے خلاف ہے، اہل سنت و جماعت کا طریقہ وشعار یہی ہے کہ دونوں کا احترام کریں، دونوں کی عظمت بیان کریں، یہی ہدایت اور سلامتی کا راستہ ہے، اسی سے نجات ملے گی۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

﴿محبت اہل بیت وصحابہ' شعارِ اہل سنت﴾

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری' امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرات صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت اور ان سے وابستگی سے متعلق رقمطراز ہیں:

نحن معاشر اهل السنة بحمد الله ركبنا سفينة محبة اهل البيت واهتدينا بنجم هدى اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فنرجوا النجاة من اهوال القيامة ودركات الجحيم والهداية الى مايوجب درجات الجنان والنعيم المقيم.	الحمد للہ! ہم اہل سنت و جماعت اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہدایت کے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی سے رہبری پا رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے طبقات سے نجات عطا فرمائے گا، ہمیشہ رہنے والی اور نعمتوں والی جنت کے اونچے مقامات پر پہونچائیگا۔

(حاشیۂ زجاجة المصابيح' ج 5' ص315، باب مناقب اهل بيت

النبی صلی اللہ علیہ و سلم ،مرقاۃالمفاتیح ج5ص610)

﴿حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت محبت اہل بیت پر خطبہ﴾

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتیں فرمائیں، قرآن کریم کی فضیلت وعظمت اور اہل بیت کی رفعت ومنزلت پر ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عـن زيـد بن ارقم .... قَالَ قَـامَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صلى الله عـليه وسلم يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِـمَـاءٍ يُـدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْـمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَـلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَـا بَشَـرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُـوْلُ رَبِّـىْ فَـأُجِيْبَ وَأَنَا تَـــارِكٌ فِيــكُـمْ ثَـقَـلَيْـنِ أَوَّلُهُـمَــا كِتَـابُ اللّٰـهِ فِيـهِ الْهُــدٰى وَالـنُّـوْرُ فَـخُـذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ایک روز مقام غدیر خم میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے جلوہ گر ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے، چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا، اس کی تعریف بیان کی اور وعظ فرمایا، نصیحتیں فرمائیں اورآخرت کی یاد دلائی پھر ارشادفرمایا: امابعد: اے لوگو! بیشک میں جامۂ بشری میں جلوہ گر ہوا ہوں، عنقریب میرے رب کا قاصد میری بارگاہ میں حاضر ہوگا اور میں اس کی دعوت کو قبول فرماؤنگا، اور میں تم میں دو عظیم ترین نعمتیں چھوڑے جارہا ہوں: ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، پس تم اللہ کی کتاب کو تھام لو

وَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ . فَحَثَّ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ.

اور مضبوطی سے پکڑے رہو! اس کے بعد قرآن کریم کے بارے میں تلقین فرمائی اور اس کی طرف ترغیب دلائی پھر ارشاد فرمایا: (دوسری نعمت) اہل بیت کرام ہے۔ میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں، میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں، میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں۔

(صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب ،حديث نمبر6378۔ مشكوة المصابيح كتاب المناقب ، باب مناقب قريش وذكر القبائل، ص68۔ زجاجة المصابيح ج5ص317/318/319)

أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ: میرے اہل بیت کرام کے بارے میں، میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام بعطائے الٰہی جانتے تھے کہ آپ کے اہلبیت کے ساتھ آپ کے بعض امتی نامناسب رویہ اختیار کرینگے جبکہ اہل بیت کرام سے محبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے اور آپ سے محبت اللہ کے لئے ہے، لہذا اہل بیت کرام کی محبت اللہ تک پہنچانے والی ہے تو ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کہ کبھی تمہاری زبان سے ان کے خلاف کوئی نامناسب لفظ نہ نکلے۔

﴿صحابہ کی اذیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث﴾

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تاکیدی حکم فرمایا کہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہیں، اس کے ساتھ ساتھ

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے بارے میں بھی تاکیدی حکم فرمایا جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں ارشاد مقدس ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ أَصْحَابِیْ اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ أَصْحَابِیْ لاَ تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ، وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِکُ أَنْ يَأْخُذَهُ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بناؤ، پس جس کسی نے ان سے محبت کی تو بالیقین اس نے میری محبت کی خاطر ان سے محبت کی ہے اور جس کسی نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی بناء پر ان سے بغض رکھا ہے اور جس کسی نے ان کو اذیت پہنچائی یقیناً اس نے مجھ کو اذیت دی ہے، اور جس نے مجھ کو اذیت دی یقیناً اس نے اللہ کو اذیت دی ہے اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالی اس کی گرفت فرمائے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب ،باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم،حدیث نمبر:4236)

﴾اہل بیت کرام سے محبت کرنے والوں کے لئے انعام خداوندی﴿

اس چند روزہ دنیا میں حکومت وسلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کی آؤ بھگت کی جاتی ہے محافل ومجالس اور تقاریب میں انکے ساتھ رہنے یا پیچھے پیچھے چلنے کو

فخر سمجھا جاتا ہے، حقیقت ہے کہ دنیا میں جس سے محبت رکھی جاتی ہے آخرت میں اسی کی معیت ملتی ہے، اہل بیت کرام سے عقیدت ومحبت رکھنے والوں کو سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مژدۂ جاں فزا سنایا کہ وہ جنت میں اہل بیت کی غلامی کا تاج سر پر رکھے ہوئے انکے پیچھے پیچھے جنت میں جائینگے جیسا کہ مستدرك على الصحيحين میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَمُحِبُّوْنَا؟ قَالَ: مِنْ وَرَائِكُمْ. صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے بتایا کہ (آپ کے ساتھ) سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں، میں اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہم ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیچھے ہوں گے۔

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم ، ذكر مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر 4706)

﴿اہل بیت کرام سے محبت کرنے والوں کے لئے شفاعت کی بشارت﴾

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام سے جہاں محبت کرنے کا حکم فرمایا وہیں محبین اہل بیت کرام کیلئے مژدۂ جنت ونوید شفاعت عطا فرمایا:

شفاعتی لامتی من احب اهل بیتی وهم شیعتی. میری شفاعت میری امت کے ان خوش نصیبوں کیلئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور وہ میرے متبعین ہیں۔

(کنزالعمال' کتاب الفضائل' الباب الخامس فی فضل أهل البیت' الفصل الأول فی فضلهم مجملا' حدیث نمبر34179)

کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

اربعة انا لهم شفیع یوم القیامة: المکرم لذریتی والقاضی لهم حوائجهم والساعی لهم فی امورهم عند ما اضطروا الیه، والمحب لهم بقلبه ولسانه. چار خوش نصیب ایسے ہیں میں قیامت کے دن ان کی شفاعت کرونگا: (1) میرے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرنے والا (2) ان کے لئے ان کی ضرورت کی چیزیں پیش کرنے والا (3) ضرورت کے وقت ان کے امور کا بندوبست کرنے والا (4) اور دل وزبان سے ان کی محبت رکھنے والا۔

(کنزالعمال' کتاب الفضائل' الباب الخامس فی فضل أهل البیت' الفصل الأول فی فضلهم مجملا' حدیث نمبر34180)

مذکورہ دو احادیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں اور ان کی خدمت کرنے والوں کی شفاعت کریں گے اور یہ نعمت عظمی رب العزۃ عطا فرمائیگا تا کہ دنیا والوں کو بتادے جن کو تم دنیا میں بظاہر خستہ حال دیکھتے تھے وہ تو شاہانہ شان رکھتے ہیں ان سے تعلق کی بنیاد پر آج شفاعت نصیب ہورہی ہے۔

امام طبرانی کی معجم اوسط میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: الْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللهَ عزوجل وَ هُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا.

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم کرلو! کیونکہ جو شخص اللہ تعالی کے دربار میں اس حال میں حاضر ہو کہ وہ ہماری محبت سے سرشار ہو تو وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔

وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ: ا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا.

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کسی بندہ کو اس کا عمل فائدہ نہیں پہنچائے گا مگر ہماری قدر و منزلت کو ماننے کے بعد)۔

(المعجم الأوسط للطبرانی، باب الالف، من اسمه احمد، حدیث نمبر 2320)

نہیں خوف بیدمِ خستہ تن، تیرے حامی ہیں شہ پنجتن
رہا صاف دل تو ضرور ہے، کسی طرح تجکو ضرر نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انکی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں فرمائے اور ان کے بغض وعداوت سے ہمارے سینوں کو پاک وصاف رکھے۔

اٰمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق وصداقت کے علمبردار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْ عُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

حضرات گرامی قدر! امام حسین رضی اللہ عنہ رشد وہدایت کے علمبردار ہیں،ان کا وجود باجود حقانیت کی واضح دلیل ہے،آپ کی شخصیت حق وصداقت کا معیار ہے،کسی مقام پر آپ کی موجودگی ہدایت کا نشان اور گمراہی کے لئے کاری ضرب ہے،جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ نجران کے عیسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے ان کا عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے ہیں،انہوں نے بطور دلیل یہ بات پیش کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسی

کا بغیر والد کے پیدا ہونا یہ قدرت الٰہی کی دلیل ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے۔ جس طرح آپ کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا قدرت الٰہی کی دلیل ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کا بغیر والد کے پیدا ہونا بھی قدرت الٰہی کی دلیل ہے۔ آپ کے سمجھانے کے باوجود وہ بحث کرنے لگے تو آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مباہلہ کی دعوت دی، ارشاد الٰہی ہے:

فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ.	اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ! صحیح علم آنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق) آپ سے بحث کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی خواتین کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم خود بھی آتے ہیں اور تم خود بھی آؤ، پھر ہم سب گڑگڑا کر دعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

(سورۃ آل عمران:61)

اس آیتِ کریمہ سے متعلق تفسیر بیضاوی میں یہ روایت موجود ہے:

....فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد غدا محتضناً الحسين آخذاً بيد الحسن	نجران کے عیسائی مباہلہ کے لئے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میدان میں اس شان سے تشریف لائے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں ہیں اور آپ امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں،

وفاطمة تمشي خلفه وعلي رضي الله عنه خلفها وهو يقول : إذا أنا دعوت فأمنوا ، فقال أسقفهم يا معشر النصارى إني لأرى وجوهاً لو سألوا الله تعالى أن يزيل جبلاً من مكانه لأزاله فلا تباهلوا فتهلكوا ، فأذعنوا لرسول الله صلى الله عليه وسلم وبذلوا له الجزية ألفي حلة حمراء وثلاثين درعاً من حديد ، فقال عليه الصلاة والسلام :والذى نفسي بيده لو تباهلوا لمسخوا قردة وخنازير ، ولاضطرم عليهم الوادى ناراً ، ولاستأصل الله نجران وأهله حتى الطير على الشجر...

سیدۂ کائنات فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے اور حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجھہ ان کے پیچھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمار ہے تھے :جب میں دعا کروں تم لوگ آمین کہنا۔عیسائیوں کے پادری نے (ان برگزیدہ حضرات کے چہروں کی نورانیت کو دیکھا تو)پکار اٹھا:اے عیسائیوں کی جماعت! یقیناً میں ایسے نورانی چہروں کو دیکھ رہا ہوں،اگر یہ اللہ کے دربار میں معروضہ کریں کہ پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹادے تو اللہ تعالی ان کی دعا کے سبب ضرور پہاڑ کو ہٹادے گا،لہذا تم اِن سے مباہلہ نہ کرو! ورنہ تم سب کے سب ہلاک ہوجاؤ گے، پھران لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین کرلیا اور آپ کی خدمت میں جزیہ کے طور پر دو ہزار سُرخ جوڑے اور تین سو لوہے کے زرہ پیش کئے،حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!(اہل نجران پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا)اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان کے چہروں کو مسخ کردیا جاتا،وہ بندر اور بدجانور بنادئے جاتے اور وادی اُن پر آگ بن جاتی ،ضرور اللہ تعالی نجران اور اہل نجران کو تباہ وتاراج کردیتا یہاں تک کہ درختوں پر پرندوں کو بھی۔

(تفسیر البیضاوی ، سورۃ آل عمران :61)

اہل بیت کی شان میں مختلف آیاتِ مبارکہ نازل ہوئی ہیں ، اُن میں سورۂ صافات کی آیت نمبر:130 ہے،جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ. (حضرت)الیاس علیہ السلام پر سلام ہو۔

(سورۃ الصافات :130)

مذکورہ آیت کریمہ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں،ایک تفسیر یہ ہیکہ آیت کریمہ میں "إِلْ یَاسِیْنْ " سے مراد سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اور مفسرین کرام کی ایک جماعت نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ اس آیت کریمہ میں "إِلْ یَاسِیْنْ " سے مراد حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام ہیں۔

دوسری تفسیر کے لحاظ سے آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے:

سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ. محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر سلام ہو۔

(سورۃ الصافات :130)

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں روایت نقل کی ہے:

وأخرج ابن أبي حاتم والطبراني وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله (سلام على إل ياسين) قال :نحن آل محمد (إل ياسين).

امام ابو حاتم،امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ "سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ " سے متعلق نقل فرمایا،سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ":إِلْ یَاسِین "ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(الدر المنثور فی التأویل بالمأثور، سورة الصافات 130)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المحرقۃ" میں فرمایا ہے:

فقد نقل جماعة من المفسرين عن ابن عباس رضی الله عنهما أن المراد بذلک سلام علی آل محمد.	مفسرین کرام کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سلامتی ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل مبارک پر۔

(الصواعق المحرقة لإبن حجر الهيتمی، الباب الحادی عشر فی فضائل أهل البيت النبوی)

نیز علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:

وقرأ...آخرون " :سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ يَاسِيْنَ "يعنی :آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.	اور دیگر قراء نے اس کو "سَلَامٌ عَلَی آلِ یاسین" پڑھا ہے، یعنی اہل بیت کرام پر سلام ہو۔

(تفسير القرآن العظيم لابن كثير، سورة الصافات :130)

برادران اسلام! جن مقدس ہستیوں پر اللہ تعالی کی بارگاہ سے سلام ہو اور جن پر تمام اہل اسلام حالتِ نماز میں درود پڑھتے ہوں آیئے انہیں اہل بیت نبوت کے چشم و چراغ، جنتی جوانوں کے سردار، جگر گوشۂ بتول، نواسۂ رسول، سید الشہداء، امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل وکمالات اور آپ کی عظمت وفضیلت کے ذکرِ جمیل سے اپنے قلوب کو جلا بخشیں۔

ابتداء ہرسال کی ہے آپ ہی کی یاد سے
آپ ہی کا تذکرہ سب کی زُباں پر یا حُسین
(حضرت کامل)

﴾فضائل سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴿

امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات متعدد احادیث شریفہ سے ثابت ہیں، آپ حضور اکرم سید الانبیاء سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ ولخت جگر ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی، جنتی خواتین کی سردار سیدہ بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے پارۂ دل ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دائمی نسبت اور کمال قربت کو ظاہر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام ،حدیث نمبر :4144)

﴾ولادت باسعادت کی بشارت﴿

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی جان صاحبہ نے ایک عجیب وفکر انگیز خواب دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی فرحت آفریں تعبیر بیان فرمائی اور امام عالی مقام کی ولادت کی بشارت دی جیسا کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ رَأَيْتُ حُلُمًا مُنْكَرًا اَللَّيْلَةَ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ شَدِيْدٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتِ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا فَيَكُوْنُ فِيْ حِجْرِكِ. فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے، سرکار نے ارشادفرمایا: آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں: وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے، آپ نے ارشادفرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا گویا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاحبزادے تولد ہونگے اوروہ آپکی گود میں آئینگے ،وہ فرماتی ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اوروہ میری گود میں آئے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی، پھر ایک روز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی

فَوَضَعْتُهُ فِیْ حِجْرِہٖ،ثُمَّ حَانَتْ مِنِّیْ اِلْتِفَاتَۃٌ ، فَإِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُھْرِیْقَانِ الدُّمُوْعَ.قَالَتْ : فَقُلْتُ : یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ، بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ ، مَا لَکَ ؟ قَالَ : أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِیْ أَنَّ أُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا،فَقُلْتُ:ھٰذَا ؟ قَالَ: نَعَمْ ، وَأَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاءَ.	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوآپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا پھر کیا دیکھتی ہوں کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان اقدس اشکبار ہیں، یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان !اشکباری کا سبب کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس شہزادہ کو شہید کرینگے۔ میں نے عرض کیا: سرکار کیا وہ اس شہزادے کو شہید کرینگے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں !اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔

(زجاجۃ المصابیح،ج 5، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص227/228۔ دلائل النبوۃللبیھقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکوائن بعدہ ،حدیث نمبر:2805۔مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب ٗباب مناقب قریش وذکر القبائل،حدیث نمبر:6171)

حضرات! حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی روایت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک کی بھی بشارت ہے ٗاس کے ساتھ ساتھ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی شان بھی آشکار ہے چنانچہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطائے خداوندی سے نہ صرف ولادت مبارک کی بشارت دی بلکہ جنس کا تعین بھی فرمادیا ٗ

ارشاد فرمایا ''غـلا ماً'' لڑکا تولد ہوگا و نیز یہ بھی فرمادیا کہ وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئینگے۔

﴿ولادت مبارک﴾

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس (50) دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے ،آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ 5 شعبان المعظم 4ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

ولد لخمس ليال خلون من شعبان سنةاربع من الهجرة.

(معرفة الصحابةلابی نعیم الاصبهانی، باب الحاء من اسمه حسن)

﴿ القاب مبارکہ ﴾

امام عالی مقام، سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور القاب مبارکہ **ریحانة رسول صلی الله علیه وسلم**،(چمنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول)

سید شباب اهل الجنة،(جنتی جوانوں کے سردار)۔

الرشید،(ہدایت والے)۔

الطیب،(خوشبودار، پاکیزہ)۔

السید،(سردار)۔

المبارک (برکت والے) ہیں۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی جیسا کہ روایت ہے: **عَـنْ أَبِـى رَافِـعٍ ، أَنّ الـنَّبِيَّ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَذَّنَ فِى أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا .**

(المعجم الكبير للطبرانی ،حديث نمبر:2515)

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کے نام پہلے حمزہ اور جعفر تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ حضرات کے لئے حسن اور حسین جیسے اسماء منتخب فرمایا، جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، أَنَّهُ سَمَّى ابْنَهُ الْأَكْبَرَ حَمْزَةَ ، وَسَمَّى حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ ، فَسَمَّاهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ."

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ، حد یث نمبر2713)

﴿حسن وحسین جنتی نام﴾

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور اسلام سے پہلے عرب میں کسی نے یہ دونوں نام نہ رکھے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقۃ میں روایت درج کی ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ : "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ "اِسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، مَا سَمَّتِ الْعَرَبُ بِهِمَا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ .

(الصواعق المحرقه، ص 115، تاریخ الخلفاء ، ج1،باب نسبه الحسن بن علی رضی الله عنه وفضله وحب الرسول ایاه ، ص149۔)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت و بزرگی حاصل ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا عقیقہ فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں دو دو دنبے ذبح فرمائے۔

(سنن النسائی، كتاب العقيقة ،باب كم يعق عن الجارية، حديث نمبر:4236)

﴿اولاد امجاد﴾

آپ کو جملہ نو اولاد امجاد ہوئیں، چھ شہزادے (1) حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ (2) حضرت علی اوسط (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) (3) حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ (4) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (5) حضرت محمد رضی اللہ عنہ (6) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، اور تین شہزادیاں (1) حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (2) حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا (3) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار، ص:52، للشیخ الشبلنجی ،مولود 1250ھ)

﴿حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت﴾

حضرات! دنیا میں اللہ تعالی نے حسن و جمال کا سامان رکھا ہے، درختوں اور پھولوں کی خوبصورتی ، صبح کا دل لبھانے والا حسین منظر، خاموش پہاڑیاں، دل نواز آبشارے وغیرہ اس جیسی مختلف قسم کی بہت ساری خوبصورت چیزیں دنیا کی زینت ہیں، زینتِ دنیا جنت کے مقابل کوئی حقیقت نہیں؛ کیونکہ جنت کا حسن و جمال اس سے بھی

زیادہ ہے۔ جنت کے حسن و جمال والے مناظر کیسے ہوں گے؟ انسانی ذہن اس کا اندازہ نہیں کرسکتا، قربان جائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنھما کے جمال پر، کہ یہ بزرگ حضرات جنت جیسے حسین وخوبصورت مقام کی زینت ہیں، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کی دعا کے مطابق امام طبرانی کی معجم الاوسط اور کنز العمال میں روایت ہے:

لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ أَلَيْسَ وَعَدتَّنِيْ أَنْ تُزَيِّنَنِيْ بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ: أَلَمْ أُزَيِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ؟ فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا يَمِيْسُ الْعَرُوْسُ.	جب جنتی حضرات جنت میں سکونت اختیار کریں گے تو جنت معروضہ کریگی؛ پروردگار! کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب الالف من اسمہ احمد، حدیث نمبر: 343۔ جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الھمزۃ، حدیث نمبر: 1331۔ الجامع الکبیر للسیوطی، حرف الھمزۃ، حدیث نمبر: 1342۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث نمبر: 15096۔ کنز العمال، ج13 ص106، حرف الفاء، کتاب الفضائل، الباب الخامس فی فضل اھل البیت، حدیث نمبر: 34290)

﴿حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت، محبوبیتِ خداوندی کی ضمانت﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے متعلق ارشاد فرمایا:

فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیْ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

یہ دونوں میرے شہزادے ہیں اور میری شہزادی کے شہزادے ہیں ،اۓ اللہ ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور جو شخص ان سے محبت رکھے اسکو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر:4138)

حضرات ! اللہ تعالی کا محبوب بننا امام عالی مقام کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا.

اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر: 4144)

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنے والے کو اللہ تعالی اپنا محبوب بناتا ہے، اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس یہ حضرات محبوبیت کے کس قدر اونچے مرتبہ پر ہوں گے' اور اللہ تعالی ان سے کتنی محبت رکھتا ہوگا۔

حضرات ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار فرمایا اور آپ سے محبت کرنے والوں کے حق میں دعا فرمائی' جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ایک مرتبہ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور آپ کے لبوں کو بوسہ دے کر دعاء فرمائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

الٰہی میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو شخص ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیھما السلام،حدیث نمبر:4138)

﴿امام عالی مقام سے محبت پر سرفرازی﴾

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنھما سے محبت رکھنے والا حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا ہے اوران سے دشمنی رکھنے والا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھنے والا ہے،جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِی وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِی.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے محبت کی؛اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(سنن ابن ماجہ،المقدمة ،باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی اللہ عنھم ،حدیث نمبر 148)

﴿امام حسین کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سجدہ کو دراز فرمادیا﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے اپنے شہزادہ کی خاطر سجدہ کو دراز فرمایا،متعدد کتب میں یہ حدیث مبارک مذکور ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلَّى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهٖ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ أَبِيْ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُوْدِيْ فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهُ إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب یا عشاء کی نماز کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور انہیں بٹھادیا، پھر آپ نے نماز کیلئے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے، نماز کے دوران آپ نے طویل سجدہ فرمایا، میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں اور شہزادے رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں، تو میں پھر سجدہ میں چلا گیا، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی واقعہ تو نہیں پیش آیا،

أَوْ أَنَّـهُ يُـوحَى إِلَيْـکَ، قَالَ كُلُّ ذَلِکَ لَمْ يَكُنْ وَلكِنَّ ابْـنِـي ارْتَـحَلَنِيْ فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَـجِّـلَـهُ حَتَّـى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ.

یا آپ پروحی الٰہی کا تو نزول نہیں ہورہا ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی سوائے یہ کہ میرا بیٹا مجھ پرسوار ہوگیا تھا، اور جب تک وہ اپنی خواہش سے نہ اترے مجھے عجلت کرنا پسند نہ ہوا۔

(سنن النسائی ،کتاب التطبیق،باب هل یجوز ان تکون سجدة اطول من سجدة،حدیث نمبر: 1149۔مسند الامام احمد،حدیث شداد بن الهاد،حدیث نمبر: 16456۔مصنف ابن ابی شیبة،باب ما جاء فی الحسن والحسین رضی الله عنهما، ج7،ص514۔مستدرك علی الصحیحین ،کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم،مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر: 4759/6707۔المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر:6963۔مجمع الزوائد، ج 9،ص111،حدیث نمبر: 15077۔السنن الکبری للبیهقی،کتاب الصلاة،باب الصبی یتوثب علی المصلی ویتعلق بثوبه فلا یمنعه،حدیث نمبر: 3558۔السنن الکبریٰ للنسائی، ج1،ص243، حدیث نمبر:727۔المطالب العالیة ،کتاب المناقب،باب الحسن والحسین، حدیث نمبر: 4069۔مسند ابی یعلی،مسند ثابت البنانی عن أنس، حدیث نمبر: 3334۔کنز العمال،حرف الفاء ،کتاب الفضائل،الباب الخامس فی فضل أهل البیت،حدیث نمبر:34308/37705/37706)

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کوموقوف فرمادیا﴾

اور ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کی خاطر اپنے خطبہ کوموقوف فرمادیا' جیسا کہ جامع ترمذی شریف ،سنن ابوداؤد شریف ،سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي: بُرَيْدَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ (إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا.

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا حبیب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے، امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھالیا پھر (منبر مقدس پر رونق افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: (''تمہارے مال اورتمہاری اولاد ایک امتحان ہے'') میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے، لڑکھڑارہے تھے، مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کرکے انہیں اٹھالیا ہے۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ،باب مناقب الحسن والحسين عليهما السلام، حديث نمبر: 4143۔سنن ابی داؤد كتاب الصلوة ،حديث نمبر: 1111۔سنن النسائی ،کتاب الجمعة، باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة وقطعة كلامه، حديث نمبر: 1396۔زجاجة المصابيح ج5 ص333)

﴿حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وجود مسعود سراپا دین وشریعت﴾

برادران اسلام! اس حدیث مبارک سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں کی قدر ومنزلت اور ان سے اپنے کامل قلبی تعلق کو واضح کردیا کہ بچپن میں شہزادوں کے زمین پر گر جانے کا محض احتمال بھی حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ناگوار ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرم نوازی کی انتہاء فرمادی کہ شہزادوں کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمادیا، منبر شریف سے نیچے تشریف لاکر انہیں اٹھالیا، اپنے اس عمل مبارک کے ذریعہ روز روشن کی طرح ظاہر کردیا کہ انکا وجود باجود سراپا دین وشریعت ہے، کیونکہ دنیوی کام کیلئے خطبہ موقوف نہیں کیا جاسکتا، پھر منبر شریف پر قیام فرما ہوکر ان کے چلنے کی پیاری اداؤں کا ذکر مبارک کرتے ہوئے اس حقیقت کو بھی واضح فرمادیا کہ ان کی ہر ہر ادا دین وشریعت ہے۔

امام عالی مقام کی حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قربت کی یہ شان کہ گہوارہ میں آپ کے رونے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ زِيَادَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلٰى بَيْتِ فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِيْ فَقَالَ: اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بُكَائَهُ يُؤْذِيْنِيْ.

سیدنا زید بن ابو زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا، امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی! کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

(نور الابصار فی مناقب اٰل بیت النبی المختار، ص 139)

برادرانِ اسلام! بچپن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا رونا حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے تو غور کرنا چاہئیے کہ جن ظالموں نے معرکۂ کربلا میں امام عالی مقام پر مظالم کی انتہا کردی، آپ کے حلقوم مقدس کو پیاسا ذبح کیا، آپ کے تن نازنین پر گھوڑے دوڑائے، دیگراہل بیت کرام وجاں نثاران امام پاک کو بے پناہ تکالیف پہونچا کر انہیں شہید کیا، چھ ماہ کے شیرخوار علی اصغر رضی اللہ عنہ کو بجائے پانی پیش کرنے کے تیر چلا کر بے دردی سے شہید کرڈالا، ان بدبختوں کی ظالمانہ و بہیمانہ حرکات اور دلخراش واقعات سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلب مبارک کو کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی، کیا یہ ایذاء رسانی خالی جائیگی؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِيْنًا.	بیشک جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالی نے لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کررکھا ہے۔

(سورۃ الاحزاب:57)

﴿امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت وصداقت﴾

حضرات! کچھ لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا تشریف لے جانا اور آپ کی شہادت عظمٰی نعوذ باللہ اقتدار حاصل کرنے کیلئے لڑی جانے والی جنگ ہے!

جبکہ نبیوں کے تاجدار، احمد مختار، حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افراد کو معرکۂ کربلا کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تائید ونصرت کرنے کے لئے حکم فرمایا، کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حب منصب اور دنیا طلبی میں کسی کی مدد کرنے کے لئے فرمایا ہو؟ العیاذ باللہ!

کنز العمال شریف میں حدیث پاک ہے:

إنَّ ابْنِــیْ هٰـذَا یَـعْـنِــی الْـحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِــأَرْضٍ مِـنْ أَرْضِ الْـعِـرَاقِ یُقَـالُ لَهَـا كَــرْبَلَاء ، فَـمَـنْ شَهِـدَ ذَلِكَ مِـنْهُـمْ فَـلْیَـنْـصُرْهُ. (البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن أنس بن الحارث بن منبه.

یقیناً میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا،توافراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہئیے کہ ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہو جائے۔

(کنز العمال،حرف التاء،کتاب الفضائل،الباب الخامس فی فضل اهل البیت،حدیث نمبر: 34314۔)

امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کس طرح دنیا کے ناپائدار اقتدار کی طلب ہوسکتی ہے، جبکہ آپ ہی کے گھرانہ سے ساری خِلقت کو زہد وورع ،تقوی و پرہیز گاری اور قناعت کی دولت ملی ہے۔سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو اس دنیائے فانی کی کس طرح حرص وطمع ہوسکتی ہے جبکہ آپ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صلی الله علیه وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا .

جنت میں ایک کوڑا برابر جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری ،کتاب بدء الخلق ،باب ماجاء فی صفة الجنةوانها مخلوقة، حدیث نمبر:3250)

جس جنت میں ایک چابک برابر جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے، آپ تو اسی جنت میں رہنے والے جوانوں کے سردار ہیں ۔ جامع ترمذی شریف میں قاسم نعمت ﷺ کا ارشاد مبارک مذکور ہے:

الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب الحسن و الحسین علیهما السلام،حدیث نمبر4136)

لہذا آپ کے کربلا تشریف لے جانے کو سیاسی و دنیوی اغراض سے متعلق کرنا جہالت و بددیانتی ہے۔

﴿امام حسن جلالت وسیادت کے پیکر،امام حسین شجاعت وسخاوت کے پیکر﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو شہزادے اپنے اپنے اعتبار سے آپ کے مظہر ہیں جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بنتِ رَسُولِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهُ ! هٰذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ: أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُوْدَدِي، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي.

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم !یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں وراثت سے کچھ عطا فرمائیں!تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:حسن کے لئے میرا جاہ وجلال اور سرداری وسیادت ہے اور حسین کیلئے میری جرأت وشجاعت اور کرم وسخاوت ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:18474۔جامع الاحادیث للسیوطی، مسانید النساء ، مسند فاطمة رضی الله تعالی عنها،حدیث نمبر: 43493۔کنز العمال،باب فضل الحسنین رضی الله عنهما، حدیث نمبر:37712)

﴿شہادت عظمیٰ﴾

سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ ،عاشوراء کے دن' دس(10) محرم الحرام سنہ اکسٹھ(61) ہجری میں ہوئی، اس سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ میں نقل فرمایا ہے:

قال الزبير بن بكار: قتل الحسين يوم عاشوراء سنة إحدى وستين وكذا قال الجمهور.

(الاصابةفى معرفة الصحابة، حرف الحاء المهملة، الماء بعدها الصاد)

اللہ تعالیٰ ہمیں حسینی کردار کے صدقہ اسلام کی حقانیت وصداقت پر استقامت نصیب فرمائے ،سارے عالم میں اسلام کا بول بالا فرمائے اور تمام دنیا میں امن وسلامتی قائم فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعۂ شہادت کا پُرسوز بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْیَاء عِندَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُونَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ

برادران اسلام! دس (10) محرم الحرام کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت عظمی ہوئی، اسی مناسبت سے شہداء کرام کی حیات اور واقعۂ شہادت کا پرسوز بیان حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دل پذیر سے نقل کیا جاتا ہے۔اس میں ذکر کئے جانے والے مضامین کے ماخذ ومصدر کے لئے اہل علم "التاریخ الکامل لابن الاثیر، المنتظم لابن الجوزی، اسد الغابہ لابن الاثیر، البدایۃ والنہایۃ لابن الکثیر ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر وغیرہ کتب وسیر وتاریخ ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

حضرات! شہداء کرام کی حیات سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوا	اور(اے پیغمبر) جولوگ اللہ کے راستے میں مارے
فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ أَمۡوَاتاً بَلۡ	گئے ہیں اُن کومرا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں)
أَحۡيَـــاء عِـنۡـدَ رَبِّهِـمۡ	بلکہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں)
يُرۡزَقُونَ.	(اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کوروزی ملتی ہے۔

(پ 4' ال عمران' 16/17)

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

وَلا تَقُولُواۡ لِمَنۡ يُقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ أَمۡوَاتٌ بَلۡ أَحۡيَاء وَلَكِن لَّا تَشۡعُرُونَ.(پ 2' سورۂ بقرہ' ع18)

مسلمانو! تم اپنی حالت پر قیاس کر کے کہیں ہمارے جان نثاروں کو مردہ کہنے لگو گے وہ مرے نہیں' وہ تو زندہ ہیں۔

راہ خدا میں جان و مال نثار کرنے والے اور اپنی ہستی کو ہمارے واسطے خاک میں ملانے والے کیا یہ ان کے برابر ہو جائیں گے جو خواہشات نفسانی میں آلودہ اور لت پت ہیں اور فانی زندگی میں جی رہے ہیں، ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے، اس لئے تم ان کو نہ زبان سے مردہ مت کہو اور نہ ہی تصور میں مردہ سمجھو۔

وَلا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُواۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ أَمۡوَاتاً.

ترجمہ: اور دل سے بھی اُن کو مردہ مت خیال کرو (سورۂ ال عمران:169)

غرض زبان اور دل سے ہر طرح اُن کا ادب کرو۔اُن کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں' مبالغہ نہیں' واقعی وہ زندہ ہیں' ان پر زندگی کے سارے آثار مرتب ہیں'

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یُرْزَقُونَ. فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِن فَضْلِہٖ .

ترجمہ: اپنے خدا کے پاس اُس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

(پ4، ع17، سورۂ ال عمران)

یعنی عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت و آرام حاصل کررہے ہیں، جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں، سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسی ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں، اپنے اعمال سابقہ کی بہار لوٹ رہے ہیں اُن کے اعمال گل و ریاحین اور حور جنت بن کر اُن کے سامنے ہیں وہ اس سے لذت لے رہے ہیں۔ عالم قدس میں ترقی کررہے ہیں خدائے تعالیٰ سے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں، یہ اُن کی آخرت کی زندگی ہے۔

﴿شہداء کی دنیوی حیات﴾

دنیا میں بھی تو وہ اس اعتبار سے زندہ ہیں کہ جس چشمۂ خیر کو انہوں نے دنیا میں جان دے کر بہایا تھا وہ کبھی بند نہ ہوگا، جس درختِ پرثمر کو انہوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر پرورش کیا تھا اس کے پھل اور پھول کبھی منقطع نہ ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں جان تو کیا ایک قطرۂ خون بہانے والوں کی جو قدر و منزلت ہے وہ دیکھئے، اللہ تعالیٰ سب بندوں سے کلام پردہ کی آڑ میں کرتا ہے مگر شہداء جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کردیتے ہیں اُن سے بے پردہ کلام کرتا ہے۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ وَحُسْنَ مُنْقَلَبِهِمْ قَالُوا يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ بِمَا صَنَعَ اللَّهُ لَنَا لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عَنِ الْحَرْبِ . فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ عَلَى رَسُولِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روحوں کو پرندوں کے جوف یعنی پیٹ میں (اس طرح رکھا جس طرح دنیا میں سواری میں سوار رہتا ہے یا ہوائی جہاز میں مسافر رہتا ہے) وہ جنت کی نہروں پر اڑتے پھرتے ہیں، جنت کے میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سنہری قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں، پس جب ان کو کھانے پینے اور سونے کا لطف حاصل ہوا تو کہنے لگے :ہمارے بھائیوں کو ہماری یہ اطلاع کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے بھائی جہاد میں بے رغبتی اور لڑائی میں سستی سے کام نہ لیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو تمہاری اطلاع میں دوں گا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُون. ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا، بلکہ وہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں) (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

(مسند امام احمد،الجزء الرابع،حدیث نمبر:2388)

دین کی حمایت میں جنہوں نے اپنا مال' اپنی جان قربان کی اُن سب کے سردار سیدنا علی' سیدنا حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اُس وقت کی بات ہے کہ ادھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو دین اسلام کے تباہ ہونے کا رنج تھا تو ادھر ظالموں کو یہ خیال تھا کہ جب تک دنیا میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ رہیں گے ہم دین اسلام تباہ نہیں کرسکتے' ان حضرات کے دنیا سے جانے کے بعد ہی ہم اس دین کی خرابی جیسے چاہے ویسے کرسکیں گے'اس لئے ان حضرات کی شہادت کے درپے تھے۔

برادران اسلام! شہداء کرام کی حیات سے متعلق آیت مبارکہ کے ضمن میں ضروری وضاحت کے بعد واقعات شہادت بیان کئے جارہے ہیں:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا تشریف لے جانے سے قبل حاکم مدینہ منورہ کے نام یزید کا حکم پر حکم آنے لگا کہ جہاں تک ہوسکے جلد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لی جائے ،اگر وہ میری بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر جلد میرے پاس روانہ کردو، میں تجھکو بہت سرفراز کروں گا۔

حاکم مدینہ منورہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلاکر عرض کیا کہ آپ کے قتل کے متعلق احکام چلے آرہے ہیں، حیران ہوں کہ کیا کروں، کچھ تدبیر سوجھتی نہیں، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یزید بدعتی شارب خمر ہے، اس کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں ؟ عام مسلمانوں سے رائے لی جائے ،جو سب کی رائے ہوگی اس سے مجھ کو گریز نہیں ۔ پھر یزید کا تاکیدی حکم آیا کہ بیعت یا قتل دونوں میں سے ایک فوراً ہونا چاہئے، حاکم مدینہ منورہ نیک نفس تھا، اس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اس کی بھی خبر دی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی روضۂ اقدس پر حاضری اور دعا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ روضہ شریف پر گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ درو دیوار بھی روئے ،حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نانا جان !حسین آپ پر قربان، یہ وہی حسین آپ کا نواسہ ہے؛ ظالم یزید جس کے خون کا پیاسا ہے، یہ وہی حسین ہے جو آپ کے کاندھے پر سوار رہتا تھا،اب جدھر دیکھو اسکے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔نانا! کب تک دشمنوں کا ظلم سہوں؟ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیئے ہیں، میری اماں بھی نہیں ہیں کہ ان سے کچھ دل کا درد کہوں، باوا جان نہیں ہیں کہ جن کے سایہ میں رہوں۔نانا جان! بھائی تھے ان کو بھی آپ نے بلالیا۔اب میں بے کس وتنہا رہ گیا ہوں، کوئی مونس وغمگسار، دکھ درد سننے والا نہیں۔

حضرت امام کا خواب اور ارشاد نبوی

روتے روتے قبر شریف پر سر رکھ کر سو گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی فوج لئے ہوئے تشریف لائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک چھاتی سے لگا کر فرماتے ہیں: بیٹا حسین !اب قریب ہے کہ میری امت کے لوگ کربلا میں تم کو پانی سے ترسا کر، تیروں کی بارش برسائیں گے،تم کو شربت شہادت پلائیں گے۔

بیٹا حسین !جنت میں بڑے بڑے درجے ہیں ،جب تک سر نہ کٹاؤ گے وہ درجے نہیں مل سکتے ،تمہارے ماں و باپ تمہارے دیکھنے کو بے قرار ہیں ،تمہارے بھائی تمہارے لئے تڑپ رہے ہیں ۔خواب ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نانا جان! پھر حسین کو دنیا میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے روضۂ شریف میں

لے لیجئے ،حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیارے حسین !صبر کرو، سفر کی تیاری کرو، سر کٹاؤ، خدا کی رضا پر راضی رہو۔ یہ خوشخبری سن کر آپ سب رنج وغم بھول گئے۔

﴿ کوفہ کو روانگی اور اہل مکہ کی ہمدردی ﴾

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، جب مکہ معظّمہ سے کوفہ کا ارادہ فرمائے تو اہل مکہ نے بہت روکا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نہ رکے ،اس پر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت بے تاب ہوکر رونے لگے اور عرض کیا: امام (رضی اللہ عنہ) جب آپ کو مکہ سے سفر کرنا ضروری ہے تو آپ یمن کی طرف چلے جائیں دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سچ ہے مگر کیا کروں اس سفر میں ایک راز ہے جو نانا جان نے مجھ سے فرمایا ہے جو میں کسی سے نہیں کہہ سکتا اور بغیر کوفہ جانے کے رک نہیں سکتا، عنقریب وہ راز کھل جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اگر آپ کو جانا ہی ہے تو امام! مردوں کو لے جائیے، عورتوں، بچوں کو یہیں چھوڑ جایئے آپ نے فرمایا: یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدائے تعالی کی مرضی سب کو ساتھ لے جانے کی ہے۔

﴿ میدان کربلا میں ورودؔ اور وہاں کی سختیاں ﴾

حضرات! منزلیں طئے کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں آ گئے ہیں، دشمنوں کا دریائے فرات پر پہلے ہی سے قبضہ ہو چکا ہے۔

حاکم کا حکم ہے کہ یہ پانی بشر پئیں
گھوڑے پئیں سوار پئیں اور شتر پئیں

جو تشنہ لب جہاں میں ہووہ آن کر پئیں

حیواں پئیں پرند پئیں جانور پئیں

کافر تلک پئیں تو نہ تم منع کیــــــجیــــو

پر فاطمہ کے لعل کو پانی نہ دیــــــجیــــو

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ریت کے لق ودق میدان میں ڈیرے لگادئے ہیں، جس میں نہ پانی ہے نہ درخت، جدھر دیکھو سنسان سناٹا ہے، ھوکا عالم ہے، ہائے وہ ریت کی دوپہر کی گرمی، رات بھر کی اوس، ہائے وہ بے کسی و بے بسی! ہائے وہ بے سروسامانی! ہائے وہ پیاس، وہ چہرے اداس، وہ گرمی کے دن وہ ننھے ننھے پیاسے بچے، نہ سینہ میں دودھ رہا نہ آنکھوں میں آنسو، زبان پر مارے پیاس کے کانٹے پڑ گئے، دودھ پیتے بچے مچھلیوں کی طرح تڑپنے لگے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ شیر خوار، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار، اس پر سفر کی حالت جس میں تھوڑی تکلیف بھی بہت معلوم ہوتی ہے، یہ نمونہ امام رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا۔ ہائے یہ غضب ادھر تو یہ حالت کہ ساقیٔ کوثر کے نواسہ کو پانی کا قطرہ نہیں، ادھر دشمن صراحیوں میں پانی لئے دکھا دکھا کر پیتے اور ہنستے تھے۔

حضرات! یہ وہی حسین رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیدا شباب اهل الجنة'' (نوجوانانِ جنت کے سردار) ارشاد فرمایا، بچپنے میں اگر وہ حسین کہیں اکیلے نکل جاتے تو فرشتے اپنے پروں میں لیکر آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ ہائے آج وہ دشمنوں کے نرغے میں ہیں، ہائے حسین رضی اللہ عنہ آپ نے کیا حسن

وجمال پایا تھا کہ اگر اندھیرے میں بیٹھتے تو چہرۂ مبارک کی چمک سے اندھیرے میں اجالا ہوجاتا تھا، ہائے ایسے مبارک چہرہ پر بہتر (72) زخم ہیں۔

صاحبو! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے کرو کہ جو بچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکثر کھیلا کرتا وہ اگر کہیں مل جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی پیار کرتے اور فرماتے: میرے حسین کے ساتھ یہ کھیلا کرتا ہے اس لئے میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں وباپ کی بھی۔

حضرات! جنت کو جب معلوم ہوا کہ وہ مسکن فقراء ہے تو وہ آزردہ ہونے لگی ،اللہ تعالی کا ارشاد ہوا: کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرے ارکان حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو بناؤں گا، پھر تو جنت خوش ہوکر فخر کرنے لگی۔

اگر جنت ہے تو اس کے ارکان حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) ہیں، اگر عرش ہے تو اس کے گوشوارہ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) ہیں، اگر مسلمانوں کا دل ہے تو اس کی روشنی حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کی دوستی سے ہے۔

اس شان کے حسین رضی اللہ عنہ دشمنوں کے نرغہ میں اتمام حجت کیلئے یزید کے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

لوگو! دیکھو ہم کون ہیں؟ میرا نام جانتے ہو، میرا حسب ونسب معلوم ہے، ذرا سونچو؛ کیا میرا گلہ کاٹنا جائز ہے؟ کیا میں فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میرے نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اکثر اپنے کندھے مبارک پر

نہیں بٹھایا کرتے تھے؟ کیا حسن رضی اللہ عنہ میرے بھائی نہیں تھے؟ کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے کچھ قرابت نہیں ہے؟ کیا ہماری شان میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے؟

لوگو! ایک دن خدا کے پاس جانا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے، دنیا چندروزہ ہے آخرت ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔ سبھوں نے سر جھکالیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ڈیرہ میں واپس ہوئے۔

﴿حضرت امام رضی اللہ عنہ کی کرامت سے دشمنوں کو انفرادی سزا﴾

محرم کی نویں تاریخ ہی اشقیاء نے طبل جنگ بجایا، تب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو یہ نقارہ کیوں بج رہا ہے، اگر جنگ کے لئے بج رہا ہے تو ان سے کہدو! آج ہزار سر پٹکو گے ہمارا سر نہ پاؤ گے، کل یوم عاشوراء ہے، البتہ کل ہمارے لئے خاک وخون میں ملنے کا دن ہے، آج میرے لئے شہادت کی رات نہیں ہے بلکہ آج عبادت کی رات ہے۔ اب چھ سات پہر تو جینا ہے، آج رات بھر عبادت کر لینے دو۔ الغرض اس روز جنگ ملتوی ہوگئی اور آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

حضرت سیدنا امام رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام قرابت داروں دوستوں اور غلاموں سے فرمایا: میں تم سے خوش، خدا اور رسول تم سے خوش۔ میں یہاں سے نہیں جاسکتا، تم سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ، میرے ساتھ تم جان مت کھپاؤ۔ سبھوں نے عرض کیا: اگر آج ہم آپ کو دشمنوں کے نرغہ میں بے کس و بے بس چھوڑ جائیں گے تو' کل خدا اور رسول کو کیا منہ دکھائیں گے؟ پہلے ہم سب آپ پر قربان ہوں گے تب کہیں آپ کی باری آئے گی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ڈیروں کے اطراف خندق کھدوائی

اوراس میں آگ جلائی تاکہ اشقیاء نہ آسکیں۔ یزید کے لشکر سے مالک بن عروہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: کیوں حسین دوزخ میں جانے کے پہلے آگ میں جل رہے ہو؟ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کی گردن اڑادیں، اللہ رے امام عالی مقام کا حلم! آپ نے منع فرمایا اور کہا: جنگ میں ہماری طرف سے سبقت نہ ہونی چاہئے، یہ کہہ کر امام ہمام نے عرض کیا: خداوندا: سنئے یہ کیا کہتا ہے، فوراً اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی، خندق میں اوندھا گرا، دونوں لشکروں کے سامنے جل کر راکھ ہوگیا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت اس طرح ظاہر ہوئی۔

اس کے بعد ابن اشعث ملعون بڑھا اور کہا: جب دیکھو آپ خدا' اور رسول کو پکارتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کیا قرابت ہے؟ کیوں ڈینگیں مار رہے ہو؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بارالہا! یہ کیا کہہ رہا ہے، معاً اس کے پیٹ میں درد اٹھا اور گھوڑے سے اتر کر رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ سرین پر ایک سیاہ بچھو ڈنک مارا، ڈنک مارتے ہی اس کو کچھ اس بلا کا زہر چڑھا کہ بول و براز میں لوٹ پوٹ کر مر گیا۔

یزید کے لشکر سے اور ایک ملعون جعدہ آگے بڑھا اور کہا: حسین! دریا ہمارے قبضہ میں ہے، تمہیں ایک قطرہ پانی نہ ملے گا، یوں ہی پیاسے مرجاؤ گے، یہ کہتے ہی اس ظالم کو کچھ ایسی شدت کی پیاس ہوئی کہ اس نے دریا میں منہ ڈالا مگر پیاس نہ بجھی، آخر پیاس پیاس کہہ کر مر گیا۔

﴿جاں نثاران امام رضی اللہ عنہم کی معرکہ آرائی﴾

حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ کی جان نثاری

دس (10) محرم کو حضرت امام عالی مقام کے جان نثاروں اور یزیدیوں کی

صف آرائی ہوئی اور یزیدیوں نے حضرت امام ہمام اوران کے جان نثاروں کا محاصرہ کرلیا،اس وقت حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ نے جوقریب میں بکریاں چرارہے تھے اپنی ماں سے کہا: ماں! اگرتم اجازت دوتو میں اس وقت امام مظلوم کی مدد کرتا ہوں، ماں نے کہا: بیٹا زہے نصیب! جلد جاؤ اورامام مظلوم پر سے قربان ہوجاؤ! عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ اپنی تمام بکریاں راہ خدا میں دیکر اپنی ماں کو لئے ہوئے حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ماں نے کہا: یاامام رضی اللہ عنہ! میں اپنے لڑکے کوآپ پر سے قربان کرنے لائی ہوں،آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ آتے ہی اشقیاء پرحملہ آور ہوئے اورستر(70) آدمیوں کو مارکرآئے اوراپنی ماں سے کہے: اماں! پیاس بہت لگ رہی ہے، ماں نے کہا: بیٹا! حورانِ بہشت شربت کے پیالے لئے کھڑی ہیں، جلدی جاؤ اورشہید ہوجاؤ،آپ لوٹ گئے اور پچاس(50) اشقیاءکوقتل کرنے کے بعد یزیدی نامردوں نے چوطرف سے حملہ کرکے آپ کے سرکوتن سے جدا کیااورانکی ماں کی طرف پھینک دیا، ماں نے اپنے بیٹے کا سرلےکر چومااورسر کے بال پکڑکر یزیدیوں کی طرف اس زور سے مارا کہ وہ سرعمران دمشقی کے سرکوجالگا، وہ بہت بڑا پہلوان تھا، یہ سراس کے سرکو لگتے ہی اس کا سر پھٹ گیااور وہ مرگیا پھر وہ ضعیفہ ایک لکڑی کا ڈنڈا لےکر دوڑی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بہت کچھ روکے کہ بڑھیا یہ تیرا کام نہیں ہے؛ بیٹھ جا، بڑھیانے کہا: امام! اللہ کے لئے مجھ کو نہ روکو، میں یہاں سے زندہ نہ جاؤں گی بلکہ شہید ہوجاوں گی، حضرت امام رضی اللہ عنہ رونے لگی اور اس نے یزیدیوں پرحملہ کرکے تین آدمیوں کوقتل کیااورخود بھی شہید ہوگئی۔

اہل بیت کا سلسلہ شہادت

﴿حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں جانے کی اجازت مانگے ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: برادرِعزیز! تم اپنی ماں کو رنجیدہ نہ کرو انہیں تمہارے سوا کوئی بچہ نہیں ہے، ماں نے عرض کیا: امام میرے بچہ کو اجازت دیجئے آپ کے بعد ہم جی کر کیا کرینگے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے بغلگیر ہوکر اجازت دی ،آپ نے جواں مردی کے جوہر ظاہر فرما کر جام شہادت نوش فرمایا۔

﴿حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی مرد تو گھر میں رہے ؛تم ایسا نہ کرو اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا:

حیاتی بدون لقائک ضائع

میری زندگی تمہارے بغیر بیکار ہے

وعیشی بغیر وجهک باطل

میرا جینا تمہارے بغیر کس کام کا ہے

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بار بار عرض کرنے سے حضرت امام نے آپ کو بھی اجازت دی، آپ نے بھی آبائی شجاعت اور بہادری کا ثبوت دے کر بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔

﴿حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: چچا مجھے بھی اجازت دیجئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے تم پر شفقت کرنے کی وصیت فرمائی ہے، کل تمہارے والد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو میں کیا منھ دکھاؤں گا؟ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: شفقت یہی ہے کہ آپ مجھکو تنہا نہ چھوڑ جایئے! اپنے ساتھ جنت میں لے چلئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہوکر اجازت دیدی، جب اجازت ملی، میدان جنگ میں ہل چل مچ گئی، ہزار ہا یزیدی فی النار ہوگئے۔

اس کے بعد ازرق پہلوان حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ زر کے لئے اپنے ایک ایک بیٹے کو بھیجا، ہر ایک خوب بہادری سے لڑا مگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کچھ نہ چلا، دونوں بری طرح مارے گئے، اس وقت ازرق کو تاب نہ رہی، غصہ میں بھرا ہوا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے خود میدان جنگ میں اتر آیا، دونوں فوجوں کی نگاہیں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور ازرق پر لگی ہوئی تھیں، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ دعا فرمارہے تھے کہ بارِالٰہا! میرا قاسم تجربہ کار دشمن کے مقابلہ میں ہے، آپ میرے قاسم کی مدد کیجئے۔ ازرق کا مقابلہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا، ہر ایک اپنی اپنی بہادری دکھارہا تھا، ازرق جو وار کرتا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس کو بہت پھرتی سے روک دیتے تھے، اس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف یاد آ گئی کہ جنگ بچاؤ کی تدبیر کرسکتے ہیں، اس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے ازرق سے فرمایا: اے ازرق! اے تجربہ کار پہلوان دیکھ تیرے گھوڑے کا

تنگ ڈھیلہ ہوگیا ہے،عنقریب تو زمین پر آتا ہے،وہ پریشان ہوکر جھک کر دیکھا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس پر تلوار چلادیئے،حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وار کو روک نہ سکا ،اس کا سر کٹ کر زمین پر گرا،حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی اس پھرتی کو دیکھ کر دشمن بھی تعریف کرنے لگے۔

پھر تو سب یزیدیوں نے چوطرف سے ایک بار حملہ کردیا،یہ خدا کے شیر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جدھر رخ کرتے ادھر دشمن (شیر کے سامنے جیسے بکریاں بھاگتے ہیں ویسا) بھاگتے تھے،آخر چوطرف سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی،بالآخر حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ جام شہادت پی کر زمین پر آرہے۔اسکے بعد آپ کے بھانجہ عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی داد شجاعت دے کر جنت کو سدھارے۔

﴿ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت ﴾

حضرت سُکَیْنَہ رضی اللہ عنہا کا پیاس سے تڑپنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دیکھا نہ گیا،بھیڑ چیرتے دریائے فُرات پر پہونچے،خودکو پانی پینے کا خیال آیا مگر نہ پیئے اور فرمایا: آہ سکینہ پیاسی ہو اور میں پانی پیوں،پانی کی مشک لئے آرہے تھے کہ ظالم نے ایک ہاتھ قلم کردیا تو دوسرے ہاتھ میں مشکیزہ لے لیا،جب وہ بھی قلم ہوگیا تو دانتوں سے تھام کر لارہے تھے،تھوڑی دور بھی نہ جاسکے تھے کہ ظالموں نے مشکیزہ کو تیروں سے چھید دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا،پانی ڈیرے تک نہ پہونچ سکا،حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا رورہی تھیں کہ افسوس پانی کے لئے میں نے چچا کو کھودیا۔

﴿ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت ﴾

رَن (لڑائی) میں پھر ایک شیر کے آنے کی دھوم ہے،ارے وہ کون؟ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل کے آنے کی دھوم ہے، علی اکبر رضی اللہ عنہ کے آنے کی دھوم ہے، سب کا خاتمہ ہو گیا، علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا: سب قربان ہو چکے اب غلام باقی ہے مجھے، آپ کی تنہائی دیکھی نہیں جاتی، مجھے بھی اجازت دیجئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا! اٹھارہ سال کی کمائی کیا کربلا میں لاتے ہو مدینہ منورہ جاؤ۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! آپ کے بغیر ایک لحظہ بھی دنیا میں نہ رہوں گا، کیا ظالموں کے ہاتھ مجھکو تنہا چھوڑ کر جاتے ہو بابا؟ ادھر ماں بھی تڑپ کر رونے لگیں تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

سر کو کٹانا' کام ہے ہمارا اماں جان
گھر کو لٹانا' کام ہے ہمارا اماں جان
تلواریں کھانا' کام ہمارے ہے اماں جان
امت چھڑانا' کام ہمارا ہے اماں جان
پیاسے کھڑے ہیں دشت میں اسوقت بابا جان
چاروں طرف سے تیروں کی بوچھار ہے اماں جان

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی آہ وزاری اور عاجزی حد سے بڑھ گئی تو حضرت امام رضی اللہ عنہ خود اپنے دست مبارک سے آپ کے جسم اطہر پر ہتھیار باندھے اور اجازت دی۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے، ہم شکل پیمبر کی آمد آمد ہے، وہ آتے ہیں کہ جب کسی کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی

تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے اور انکی باتیں سنا کرتے ۔غرض حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے۔

عبید اللہ بن زیاد نے ایک شخص سے کہا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو، ذرا اپنے چہرہ سے نقاب اٹھائیں اس لئے کہ جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جب چہرۂ مبارک سے نقاب اٹھایا' یزید کے تمام لشکری آپ کی صورت دیکھ کر رو پڑے، ہر طرف سے رونے کی آوازیں آنے لگیں، شمر لعین نے غضبناک ہو کر کہا: ایسی شفقت تھی تو تم نے یہ کام کیا ہی کیوں اور انکے اتنے آدمی کیوں مارے؟ چلو ہوشیار کہہ کر اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیدیا۔حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ حیدری زور دکھایا کہ دوسو (200) ناپکاروں کو جہنم رسید کر کے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہے: باواجان! پیاس کی سخت تکلیف ہے ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انکو اپنی زبان چسوائی ،آپ نے پھر میدان میں تشریف لا کر مرد مقابل طلب کیا، کسی کو جرأت نہیں ہو رہی تھی، خود لشکر پر گرے، بجلی تھی کہ چمک رہی تھی جس طرف رخ کرتے الامان کی صدا بلند ہوتی، مُردوں کے ڈھیر لگ گئے، گھوڑا موڑ کر تشریف لائے اور عرض کیا: باباجان! پیاس سے جان جارہی ہے۔حضرت امام رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چسائی، کچھ تسلی ہوئی۔

پھر میدان جنگ میں آئے، طارق بن شبت کو سپہ سالار نے کہا کہ تجھے اس شرط پر موصل کی حکومت دلاتا ہوں کہ اس شاہ زادہ حسین رضی اللہ عنہ یعنی علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے، سپہ سالار نے قسمیں کھائی اور اپنی انگوٹھی طارق کو دی، تب کہیں موصل کی حکومت کی آرزو میں طارق حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل آیا اور حضرت علی اکبر

رضی اللہ عنہ پر نیزہ چلایا، آپ نے اس کا نیزہ روک کر اس پھرتی سے اپنا نیزہ چلایا کہ طارق کے سینہ سے پار ہو گیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھوڑے کو ایڑھ دیکر چلے، طارق نیزہ کو لگا ہوا تھا، گھوڑے کی اس دوڑ میں طارق چور چور ہو گیا۔ طارق کا بیٹا مارے غصہ کے میدان میں آیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر کھینچنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس چستی و چالاکی سے اس کو زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ لشکر سے شور اٹھا، مارے ہیبت کے کسی میں سامنے آنے کی تاب نہ رہی، پھر سپہ سالار نے ''مصراع'' کو بڑھایا وہ بھی نیزہ چلایا حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے نیزہ کو تلوار پر اس طرح لیا کہ اس کا نیزہ کٹ گیا، وہ تلوار پر ہاتھ ڈالا ابھی کھینچ نے بھی نے پایا تھا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسی تلوار چلائی کہ وہ مع زین کے دوٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

اب نابکار، اکیلے نہ آسکے، دو ہزار (2000) سواریوں کو حکم ہوا کہ ایک ساتھ حملہ کر دیں، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ بھوکا شیر بکریوں پر گرا ہے، قلبِ لشکر تک پہنچ گئے پھر پلٹ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پیاس کی شکایت کی، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا کچھ فکر نہ کرو، کوئی دم میں حوض کوثر پر پہونچ کر سیراب ہو جاؤ گے۔ آپ پھر لوٹے اور چوطرف حملہ کر رہے تھے کہ ابن خمیر نامرد نے دھوکہ سے نیزہ مارا، منقذ ملعون نے تلوار کا وار کیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑے، پکارے: باوا! خبر لو! حضرت امام رضی اللہ عنہ آپ کو اٹھا لائے اور لٹا کر، سر گود میں لے کر فرمائے: بیٹا! میرے دل کے آرام! ذرا باپ سے بات تو کرو، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ

باپ کے گود میں سر ہے ، ماں اور بہنیں روتی کھڑی ہیں ،فرمائے :باوا! آسمان کے دروازے کھلے ہیں ،حوران بہشت شربت کے پیالہ لئے منتظر کھڑی ہیں ، یہ فرمارہے تھے کہ روح اطہر پرواز کرگئی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہائے بیٹا! تم بھی دوسرے جہاں میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پہونچ گئے ۔

﴿ حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت ﴾

بے دودھ کے علی اصغر پر پانی کے تین دن گذر چکے تھے ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا اشقیاء شاید معصوم بچہ پر تو رحم کرینگے ، شقیوں کی طرف لے چلے ، ماں نے کہا: یا امام! علی اکبر کی طرح اس کو بھی کھوکر نہ آنا ، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: باوا! بھائی کو جلد لاؤ ، اصغر کا چھوٹا بچا ہوا پانی مجھ کو لاکر پلاؤ ، بچہ کو لئے ہوئے میدان کارزار میں تشریف لائے اور فرمائے کہ لوگو! اس بچہ کا کیا قصور ہے؟ پیاس سے اسکی جان نکل رہی ہے ، ایک قطرہ تو پانی کا ٹپکادو ، ایک ظالم نے تیر مارا حلق چھد گیا ، اسی حالت سے خیمہ میں لائے ، ماں نے پوچھا: کیا پانی پلا کر لائے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں آب کوثر پلا کر لایا ہوں ۔

صاحبو! آپ سونچو! سابق کی آیت میں جو (نقص من الاموال والانفس والثمرات) مذکور ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر ، حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ثمرات کی تباہی صادق آرہی ہے ، جو جو اس آیت میں مذکور ہے سب کی آپ پر آزمائش ہو چکی ۔

ہاں ائے خلیل آتش نمرود دیدۂ
ایں شعلہ ببیں کہ درجگر شاہ کربلاست

حضرت خلیل !نمرود کی آگ کے شعلوں کو آپ نے دیکھا ہے، شاہ کربلا کے جگر میں حضرت اصغر کی شہادت سے جو شعلے بھڑک رہے ہیں اس کو بھی دیکھئے، ان شعلوں کے سامنے نمرود کی آگ کے شعلے کچھ بھی نہیں۔

﴿ حضرت شہر بانو کا خواب ﴾

حضرت شہر بانو نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دامن کمر سے باندھے' کربلا کی میدان میں جھاڑو دے رہی ہیں، کنکر' پتھر' کچرا' کوڑا' اٹھا رہی ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرا بچہ حسین (رضی اللہ عنہ) کل شہید ہوگا اور زخمی ہو کر اسی میدان میں گرے گا، میں کنکر پتھر اس لئے چن رہی ہوں کہ میرے لعل کو چبھنے نہ پائیں، اس کے بعد حضرت شہر بانو نے عرض کیا: یاامام! آپ تو رن (میدان جنگ) میں جا رہے ہیں مگر یہ خواب کچھ اور ہی بات بتلا رہا ہے، حضرت امام رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے۔

﴿ شہادت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ﴾

صاحبو! ذرا مصر کی عورتوں کو دیکھو کہ ایک مخلوق کے عشق میں تو انکو اپنے ہاتھوں کے کٹنے کی کچھ خبر ہے نہ اس کے درد کی کوئی تکلیف۔ خالق کے عشق میں ڈوبے ہوئے کو کیا پوچھتے ہو؟ حضرت امام رضی اللہ عنہ اس وقت غایت عشق الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں، خوف' جوع، نقص اموال، نقص ثمرات سب کا امتحان ہو چکا، اب جان کی باری ہے

۔ جہاد اکبر میں تو پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اب جہاد اصغر میں شہید ہوتے ہیں ۔ سب کو غم ہے مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ خوش ہیں کہ بہت دن سے ہجر کے صدمہ سہتے رہے، اب وصال ہوتا ہے:

عاشقاں را شاد مانی وغم اوست
دست مزد و اجرت خدمت ہم اوست
غیر معشوق گر تماشائے کہ بود
عشق نہ بود ہرزہ سودائے بود

عاشقان الٰہی کو عشق الٰہی میں جو تکلیف پہونچتی ہے اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہوتی ہے، عاشقان الٰہی کو عشق الٰہی میں جو جو تکلیف ہوتی ہے اسکی اجرت اللہ تعالی ہی کو سمجھتے ہیں ۔ معشوق کے سواء اگر عاشق الٰہی کا اگر کوئی اور مقصود ہو، وہ عشق نہیں بیہودہ خیالات ہیں، اس لئے کہ عشق الٰہی میں سب کچھ کھونا اور اس سے لذت لینا ہی عشق ہے۔

آپ کے جان نثار سب کے سب شہید ہو چکے، اب کوئی رکاب پکڑنے والا بھی نہ رہا ،حضرت امام رضی اللہ عنہ ڈیڑے کے پاس آ کر رخصت ہوتے ہیں ،چھوٹی صاحبزادی حضرت سُکَیْنَہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں : بابا کہاں جاتے ہیں جی؟ سب بھائی 'سب چچا' جا جا کر شہید ہو گئے، کیا آپ بھی جا کر شہید ہو جائینگے ؟ مرنے میں کیا مزہ ہے باوا؟ کیوں سب جا کر خوشی سے شہید ہو رہے ہیں ۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا اور میدان جنگ میں تشریف لائے ۔ یزیدیوں نے کہا: آپ جنگ شروع کیجئے ،حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اپنے نانا سے شرم آتی ہے ،

نانا کل قیامت میں فرمائیں گے ''میری امت پر کیوں تلوار اٹھایا'' تو میں کیا جواب دوں گا؟ پہلے تم ہاتھ چلاؤ پھر میں مجبور ہوکر حملہ کروں گا۔ ظالموں نے ان اخلاق حمیدہ کی کچھ قدر نہ کی۔ یہ اخلاق تھے اہل بیت کے۔

تن تنہا ایک امام ہیں، لکھوکھا کی فوج سے مقابلہ ہے، چوطرف سے تیر بھالے اور تلوار برس رہے ہیں، صرف چہرہ مبارک پر بہتر (72) زخم آئے۔

الغرض آپ گھوڑے سے گرتے ہی شمر لعین سینہ مبارک پر چڑ بیٹھا، آپ نے پوچھا: کیا وقت ہے؟ اس ملعون نے کہا: آج یوم جمعہ ہے، خطیب خطبہ پڑھ رہا ہے، آپ نے فرمایا: منبر پر خطیب سوار ہے، میرے نانا کا خطبہ پڑھ رہا ہے اور تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کے سینہ پر سوار ہے، تجھے شرم نہیں آتی؟ شمر لعین نے جلدی سے گلا کاٹنا چاہا، ایک بال بھی نہ کٹا، آپ نے فرمایا: تو میرا گلا کیا کاٹ سکتا ہے؟ جس حلق کو میرے نانا نے بوسہ دیا ہے وہ نہیں کٹ سکتا، ٹھیر! میں نماز پڑھتا ہوں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے نماز شروع فرمائی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ جب سجدہ کئے شمر لعین نے گردن کاٹ لی اور امام عالی مقام نے جنت کی راہ لی۔

ملخص از: شہادت نامہ، مؤلفہ: زبدۃ المحدثین ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمی کے صدقہ میں ہمیں دارین کی سعادت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سال نو کا پیغام اہل اسلام کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوْا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.صدق اللہ العظیم.و قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ رواہ البخاری.

حضرات! خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کی گئی اس کا ترجمہ یہ ہے: اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہئیے کہ اس نے کل یعنی قیامت کے لئے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔(سورۃ الحشر:18)

انسانی زندگی میں وقت ایک عظیم دولت اور بیش قیمت نعمت ہے' وہی شخص اپنی زندگی میں ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے جو وقت کی قدر کرتا ہے' وہی قوم عروج کے زینے چڑھتی ہے جو لمحات کی قدر جانتی ہے' جو فرد یا جماعت وقت کو ضائع کرتی ہے تو وقت کی رفتار اسے ترقی کی بلندیوں سے زوال کی پستیوں میں ڈال دیتی ہے۔

دین اسلام ایک فطری دین ہے' اس میں عبادات کا نظام وقت کے ساتھ مربوط (Attach) ہے، نماز پنجگانہ کی ادائیگی' وقت ہی سے متعلق ہے، اسی لئے کتب حدیث وفقہ میں اوقات نماز کی بابت ایک مستقل (Separete) بیان رکھا گیا ہے ،سحر وافطار کے لئے باریک بینی کے ساتھ وقت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس میں کمی بیشی ہوجائے تو روزہ رائگاں ہوجاتا ہے، زکوۃ کی فرضیت کیلئے سال گزرنا شرط ہے، حج مخصوص دنوں میں ادا کیا جاتا ہے، قربانی کیلئے ایام مقرر ہیں، ان تمام عبادات میں وقت اس درجہ اہمیت رکھتا ہے کہ اگر عبادات کی ادائیگی میں ان کے مقررہ اوقات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اسلامی عبادات بعض صورتوں میں مکروہ ہوجاتی ہیں اور بعض صورتوں میں وقت کی ناقدری کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہیں اُن کی قضاء لازم آتی ہے اور عبادتوں سے متعلق وقت کی ناقدری کے باعث آدمی گنہگار قرار پاتا ہے۔

عبادات کے نظام میں وقت کا ارتباط وتعلق، احکام اسلام میں اس کی اثر انگیزی امت مسلمہ کے ہر ہر فرد سے وقت کی قدر دانی وقدر افزائی کا مطالبہ کررہی ہے۔ اگر اہل اسلام اپنے اوقات کی اہمیت کو سمجھ لیں اور آداب وسنن کے ساتھ نظامِ عبادات پر کاربند ہوں تو شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے کی برکت اور اوقات کو ملحوظ رکھنے کی عادت سے ان کے اعمال وافکار میں ایسی پاکیزگی پیدا ہوگی کہ جس راہ چلیں گے ترقی ان کے قدم چومے گی' اونچے مراتب واعلی مناصب ان کے منتظر ہوں گے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

(علامہ اقبالؔ)

﴾عمر رفتہ کا ہر لمحہ قابل قدر﴿

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کیلئے اپنے مبارک ارشادات میں وقت کی اہمیت بیان فرمائی اور اسے نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ .

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اس سے غفلت میں رہتے ہیں: (1) تندرسی اور (2) فرصت۔

(صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، باب ما جاء فی الرقاق وأن لا عیش إلا عیش الآخرة ،حدیث نمبر6412۔ زجاجة المصابیح ، ج4،کتاب الرقاق ،ص148)

اللہ تعالی کی نعمتیں بے حساب ہیں، اور ہر نعمت کی قدر کرنی چاہئے۔ اُن نعمتوں میں جس نعمت کی طرف توجہ دلائی جائے وہ اور زیادہ اہمیت والی ہوتی ہیں، جن دو نعمتوں کی جانب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو متوجہ فرمایا ہے؛ وہ زندگی کے اوقات ہیں، جس کی اہمیت وقدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توجہ دلانے سے ظاہر ہوتی ہے۔

نیز ایک روایت کے مطابق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ حالات کو غنیمت جاننے اور ان کی قدردانی کرنے کی تاکید فرمائی ہے:

وَفِيْمَا رَوَى عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْن الْأَوْدِيُّ ، مُرْسَلا ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهٗ:

حضرت عمرو بن میمون اَودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ، وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ.

تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو! اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی تندرستی کو بیماری سے پہلے، اپنی تونگری کو محتاجی سے پہلے، اپنی فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

(الآداب للبيهقى، باب من قصر الأمل وبادر بالعمل قبل بلوغ الأجل، حديث نمبر809۔

مشکوة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل اول، حديث نمبر:5147)

سال گذشتہ کے آغاز کے وقت کتنے لوگ ہماری معیت میں تھے جو اب ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں، اُن کی عمر ختم ہوگئی، موت نے اُنہیں اپنی آغوش میں لے لیا، اللہ تعالی کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں مہلت عطا فرمائی، ہمیں چاہئیے کہ اس فرصت کو غنیمت جانیں، زندگی کے ان لمحات کے قدر شناس بنیں، جوانی کو اطاعت الٰہی میں گزاریں اس سے پہلے کہ ضعف و کمزوری آجائے، تندرستی کی حالت میں دین کے وہ کام کرلیں جو بیماری کی کیفیت میں صحیح طور پر انجام نہیں دئے جاسکتے۔

زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی ہے کہ اہل جنت کو جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی لمحات حیات کے بے فائدہ گزر جانے پر حسرت ہوگی، مسند احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لاَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَیُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ إِلاَّ کَانَ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ .	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم ایسی محفل نہیں سجاتی جس میں وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتی اور حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہیں پڑھتی مگر یہ کہ وہ محفل قیامت کے دن ثواب کی کمی کی وجہ سے ان کیلئے حسرت کا سبب ہوتی ہے اگرچہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں۔

(مسند احمد، حدیث نمبر: 10225۔ کنزالعمال شریف ،کتاب السلام وفضائلہ،حق المجالس والجلوس،حدیث نمبر:25454)

﴿بروزِ حشر عمر، علم، مال اور جسم سے متعلق سوالات﴾

اعمال کے حساب وکتاب کا معاملہ وقت ہی سے متعلق ہے، عمر کے اوقات کے بارے میں بروز قیامت سوال کیا جائے گا۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

......لاَ تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِیمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِیمَا فَعَلَ	......انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک کہ چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں گزارا ہے؟ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا؟

وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيمَا أَبْلاهُ. اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا ہےاور کہاں خرچ کیا ہے؟اوراس کے جسم کے بارے میں کہ اس کی توانائیوں کو کہاں صرف کیا ہے؟۔

(جامع الترمذی ' ابواب صفة القيامة' باب فی القيامة' حديث نمبر2602۔ كنزالعمال ، كتاب القيامة من قسم الاقوال،الباب الاول فی امور تقع قبلها،الحساب ،حديث نمبر38983)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مقدس ارشادات وقت کی قدر دانی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں،غفلت وکوتاہی سے روک رہے ہیں اوراوقات ضائع کرنے سے منع کررہے ہیں۔

﴿اوقات اوران کی نہ رکنے والی رفتار' لمحۂ فکر﴾

حضرات! عربی زبان کامشہور مقولہ ہے:اَلْوَقْتُ كَالسَّيْفِ، اِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ . ترجمہ:وقت تلوار کی طرح تیز ہے،اگر تم نے اسے نہیں کاٹا تو وہ(وقت) تمہیں کاٹ ڈالے گا۔(مرقاۃ الفاتیح،کتاب الدعوات،باب اسماءاللہ تعالی)

وقت اپنی رفتار کے ساتھ گزر رہا ہے،کوئی شخص وقت کی قدر کرے یا نہ کرے، وقت اپنی رفتار سے گزرتا جاتا ہے، وقت کی اہمیت جان کر اُسے صحیح کام میں استعمال کرنے والا شخص کامیاب ہوتا ہے اور غفلت میں وقت گزار دینے والا شخص اپنے مقصد میں ناکام ہوتا ہے،ہم نے پچھلے سال کے بارہ مہینے بسر کئے، 52 ہفتے گزارے،کامل ایک سال کا سفر طئے کیا، رخصت ہورہے سال کا اختتام ہم سے سوال کررہا ہے کہ جس سال کو تم رخصت کررہے ہو اس کے لمحات وساعات کی تم نے کیا قدر دانی کی؟

انوار خطابت

حصۂ دوم برائے صفر المظفر

x

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

❁ ماہ صفر' اسلامی نقطۂ نظر ❁

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:
وَمَا أَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ أَیْدِیکُمْ وَیَعْفُو عَنْ کَثِیرٍ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ.

بزرگان محترم ومعزز حاضرین وسامعین! اسلام دین حق وصداقت ہے، جس نے عقیدۂ توحید ورسالت کے انوار سے کائنات کوروشن ومنور کیا اور ہرقسم کی باطل رسومات اورمشرکانہ توہمات کا خاتمہ کیا۔

جاہلیت کی فرسودہ رسومات ومشرکانہ توہمات میں یہ بات بھی تھی کہ لوگ ماہ صفر کومنحوس سمجھتے تھےاوراس سے بدشگونی لیتے تھے،اس دور میں لوگوں کا یقین تھا کہ اس ماہ کی آمد کی وجہ سے وہ مصائب و بلیات میں گھر جاتے ہیں،اور معیشت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے،وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس ماہ کے سبب وہ بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں،اور یہ نظریہ رکھتے تھے کہ اس ماہ میں نحوست ہوتی ہے،کوئی بڑا کام یا کسی نئی مہم کا آغاز اس ماہ میں نہیں کرنا چاہئے ؛اس طرح کے باطل عقیدوں کووہ اپنے دل میں جگہ دیتے تھے۔

اسلام نے ان تمام باطل تصورات کوختم کردیا،ایمان وعقیدہ کی نعمت لازوال کے ذریعہ یہ درس دیا کہ مصائب وآلام کاتعلق کسی ماہ وسال سے نہیں ہے بلکہ وہ نیکوکاروں کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے امتحان وآزمائش اور گنہگار کے حق میں اس کی بدعملیوں کانتیجہ ہے،ابھی میں نے خطبۂ مسنونہ کے بعد جس آیت کریمہ کی تلاوت کاشرف حاصل کیااس میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ.

اور جومصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے(اس بدعملی) کے سبب پہنچتی ہے جوتمہارے ہاتھوں نے کمائی ہے، حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سی (نافرمانیوں) کو درگزرکردیتاہے۔

(سورۃ الشوری۔30)

زمانۂ جاہلیت میں لوگ پرندہ کواڑاکرفال لیاکرتے تھے،اگر پرندہ سیدھی جانب پرواز کرتاتوفالِ نیک لیاکرتے اوراگرراست اوپریانیچے کی جانب اڑتاتو یہ سمجھتے تھے کہ ہم جوارادہ رکھتے ہیں،وہ ہوگا توضرورلیکن اس میں تاخیرہوگی اوراگر پرندہ بائیں جانب پروازکرگیاتووہ اس سے بدشگونی لیتے کہ ہماراکام نہیں بن پائے گا۔''عقاب''پرندہ کودیکھ لیتے توفکرمندہوجاتے اور برے انجام سے اس کاشگون لیتے' کیونکہ اس کے معنٰی''عذاب'' کے ہیں۔اگر''غراب''یعنی کوّے کو دیکھتے تو اس سے تکالیف سفراورغربت واجنبیت کا فال لیتے اور''ہدہد''پرندہ کو دیکھتے تو ہدایت ودرست روی سے اسے تعبیرکرتے۔

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کےعقائد باطلہ کی تردیدفرماتے ہوئے ارشادفرمایا:

لَا عَـدْوَى وَلَا طِيَـرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ...... کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی ' بدشگونی جائز نہیں ' الو اور صفر کے مہینہ میں کوئی نحوست نہیں!

(صحيح البخاری ، كتاب الطب، باب الجذام ، حديث نمبر:5380۔ زجاجة المصابيح ،باب الفال والطيرة، ج3، ص446)

خیر وشر اور تقدیر الٰہی

حقیقت میں خیر و بھلائی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، چین وسکون بخشنے کا اسی کو اختیار ہے اور ہر طرح کی کامیابی عطا کرنے والا وہی پروردگار ہے، وہی راحت بخشتا ہے، وہی رحمت کی بارش برساتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بندوں کو آزمایا کرتا ہے، کبھی نعمتوں سے سرفراز کرکے آزماتا ہے، کبھی مشقت وتکالیف کے ذریعہ آزماتا ہے کہ کونسا بندہ اپنے مولا کے فضل وکرم پر اسکی بارگاہ میں رجوع ہوتا ہے اور کون دوری اختیار کرلیتا ہے، پروردگار عالم یہ واضح کرتا ہے کہ بندہ اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے لگتا ہے یا اس کی بارگاہ سے کنارہ کشی اختیار کرجاتا ہے' آزمائش پر صبر کرتا ہے یا مایوس ہوکر راہ حق سے دوری اختیار کرجاتا ہے، کتاب وسنت کے روشن راستوں پر گامزن رہتا ہے یا نافرمانی کی اندھیریوں میں بھٹک جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا أَنْـعَـمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْـرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا اور جب ہم انسان پر انعام فرماتے ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے، اور جب اُسے مصیبت پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہوجاتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا.	اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیجئے: ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق کام کررہاہے،تو تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتاہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر ہے۔

(سورة بنی اسرائیل۔84/83)

ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور نعمت کی عطا اسی کی جانب سے ہے،مصیبت کا آنا بھی اسی کی مشیت سے ہے برگ وبار، باغ و بہار اسی کی جانب سے ہے اور طوفان وقحط سالی بھی اسی کی طرف سے ہے، جان ومال کی حفاظت بھی اسی کی طرف سے ہے اور جان پر آنے والی مصیبت اور مال کی ہلاکت بھی اسی کے حکم سے ہے، الغرض ہر طرح سے وہ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے، جب خدائے تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان ہے تو پھر آزمائش اور امتحان ضرور ہوا کرتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الم ،أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۔	الٓمٓ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ کہنے لگیں' ہم ایمان لائے' اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے!۔

(سورۂ عنکبوت۔1،2)

برادران اسلام! ہمارے وہم وگمان اس بات پر اکساتے ہیں کہ صفر کا مہینہ آچکا ہے، پتہ نہیں کہ ہمارے یہ دن کیسے گزریں گے، کس بلا میں ہم مبتلا ہونگے، کونسی بیماری ہمیں لاحق ہونے والی ہے؟

یاد رہے کہ شب و روز مصائب و مشکلات نہیں لاتے، کسی مہینہ کی آمد کی وجہ سے مصیبت نہیں آتی،! بلکہ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو ہماری بداعمالیاں ہی ان بلاؤں کا سبب ہوتی ہیں اور ماہ صفر سے متعلق ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہمارے باطل توہمات ہمارے فتنوں اور مشکلات میں گھر جانے کا سبب تو نہیں بن گئے۔

ہم اپنی دنیا اور آخرت کے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں تو نہ ہم شکوک وشبہات میں مبتلا ہونگے اور نہ ایسی فکر دامن گیر ہوگی۔

قوم ثمود کی بدشگونی

قرآن کریم میں قوم ثمود کی توہم پرستی اور ان کی بدشگونی کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھوک و پیاس کے ڈر سے خدا کی نعمت کو ٹھکرا دیا، وہ اونٹنی جو آیت الٰہی بنا کر ان کی طرف بھیجی گئی تھی، اس اونٹنی کو انہوں نے ذبح کر دیا، سرکشی کرتے رہے، خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دئے گئے اور انہوں نے اپنے مقدس نبی حضرت صالح علیہ السلام کا وجود اور آپ کے امتیوں کا ان کے درمیان رہنا بھی پسند نہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے اور آپ کی خدمت میں رہنے والوں سے برا شگون لیتے ہیں کہ یہ مصیبت ہم پر تمہاری ہی وجہ سے آپڑی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں موجود ہے:

قَالُوْا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ. (سورة النمل۔47)

انہوں نے کہا: ہم تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں، حضرت صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: تمہاری نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے' بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے۔

برادران اسلام! اس واقعہ سے ہمیں یہی روشنی مل رہی ہے کہ آفات ومصائب سے دوچار ہونا اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے ؛اسے کسی اور کی طرف منسوب کرنا' یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں بلکہ اللہ کے منکروں کا طریقہ ہے، جیسا کہ خطبۂ مسنونہ کے بعد تلاوت کردہ آیت شریفہ میں ارشاد ہے :

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔

اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے (اس بدعملی) کے سبب پہنچتی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہے، حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سی (نافرمانیوں) کو درگزر کردیتا ہے۔

(سورة الشورى۔30)

شگون بد اور توہم پرستی کی ممانعت

جہاں تک بدشگونی کا تعلق ہے حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے خیال کو غلط قرار دیا اور توہم پرستی کے تصور کی یکسر نفی فرمادی سنن ابو داود اور سنن ترمذی میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : اَلطِّيَرَةُ مِنَ الشِرْكِ قَالَهُ ثَلاثاً.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدشگونی لینا شرک جیسا عمل ہے، آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا۔

(سنن الترمذى، باب ما جاء فى الطيرةو الفال، حديث نمبر: 1712، سنن ابى داود ، كتاب الطب ، باب فى الطيرة، حديث نمبر:3912)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الطيرة شرک ای لاعتقادهم أن الطيرة تجلب لهم نفعا أو تدفع عنهم ضرا فإذا عملوا بموجبها فكأنهم أشركوا بالله فی ذلک ويسمى شركا خفيا. وقال شارح يعنی من اعتقد أن شيئا سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرک أی شركا جليا

بدشگونی لینا شرک ہے، کیونکہ زمانہء جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پرعمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر اور پریشانی دور ہوتی ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پرعمل کیا تو گویا انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا' اور اسے شرک خفی کہا جاتا ہے۔اور کسی شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ فائدہ دلانے اور مصیبت میں مبتلا کرنے والی اللہ تعالی کے سوا اور کوئی چیز ہے جو ایک مستقل طاقت ہے تو اس نے شرک جلی کا ارتکاب کیا ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ، كتاب الطب والرقى ، باب الفال والطيرة ، ج4ص522)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انما سماها شركا لأنهم كانوا يرون ما يتشاءمون به سببا مؤثرا فی حصول المكروه وملاحظة الأسباب فی الجملة شرک خفی فكيف إذا انضم إليها جهالة وسوء اعتقاد.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے شرک اس لئے فرمایا کہ وہ لوگ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدشگونی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں متاثر کن سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے ،بطور خاص جب اس کے ساتھ جہالت اور بداعتقادی بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔

(مرقاة المفاتيح ،ج4،ص522/523)

سنن ابوداود شریف کی ایک روایت میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا :

الْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ۔ پرندہ کے ذریعہ فال لینا، کسی چیز سے بدشگونی لینا اور کنکریوں سے فال نکالنا شیطانی کام ہے۔

(سنن ابی داود ، کتاب الطب ، باب فی الخط وزجر الطیر،حدیث نمبر:3909)

ماہ صفر میں فی نفسہ نحوست نہیں!

برادران اسلام! بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ...... کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی ' بدشگونی جائز نہیں ' الّو اور صفر کے مہینہ میں کوئی نحوست نہیں!

(صحیح البخاری ،کتاب الطب، باب الجذام ، حدیث نمبر:5380)

حضرت سیدی ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری محدث دکن علیہ الرحمۃ اس کی شرح کرتے ہوئے زجاجۃ المصابیح کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں :

قوله ولا صفر قال ابو داؤد فی سننه قال بقية سالت محمد بن راشد عنه قال كانوا يتشاء مون بدخول صفر ، فقال النبی صلى الله عليه وسلم لا صفر. امام ابوداود علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں بیان کیا کہ محدث بقیہ نے اس حدیث شریف کے بارے میں اپنے استاد محمد بن راشد سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کی آمد کو منحوس سمجھتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ماہ صفر منحوس نہیں ہے!۔

وقـال الـقـاضـي هـو ان يـكـون نـفيا لما يتوهم ان شهـر صـفـر تـكثـر فيـه الدواهي والفتن	علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :اس حدیث شریف سے اس وہم کی نفی ہوجاتی ہے جو ماہ صفر سے متعلق کیا جاتا ہے کہ اس میں آفات وبلیات بکثرت نازل ہوا کرتی ہیں۔

(حاشیة زجاجةالمصابیح، ج 3، کتاب الطب والرقی، باب الفال والطیرۃ ، ص 447)

برادران اسلام !مذکورۂ بالا احادیث شریفہ کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا غیر اسلامی ہے، اس مہینہ میں شادی بیاہ سے گریز کرنا اور خوشی ومسرت کی تقاریب کے انعقاد کو نامناسب سمجھنا یہ سب بے جا امور ہیں اور جاہلیت کے باطل توہمات کی پیداوار ہیں؛ جن کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، ماہ صفر کی تاریخی حیثیت بھی اگر دیکھی جائے تو ایک روایت کے مطابق حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنھا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے اسی ماہ مبارک میں کروایا تھا' گوکہ معروف روایت ماہ شوال کی ہے، ماہ صفر میں نکاح کے متعلق روایت ہے:

قـال جعفر بن محمد تزوج عـلى فاطمه رضى الله عنهما فـى شهـر صـفـر فى السنة الثـانية وبـنى بهافى شهر ذى الـقـعـدة عـلـى رأس اثـنين وعشرين شهرا من الهجرة۔	حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہنے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما سے دوہجری صفر کے مہینہ میں عقد فرمایا اور آپ کی رخصتی ہجرت کے بائیس مہینے بعد اوائل ماہ ذوالقعدہ میں ہوئی۔

(سبل الھدی والرشاد، ج12،ص469)

حاضرین کرام !بعض لوگ ماہ صفر میں کسی اہم کام کے لئے سفر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، جبکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب سفر کا آغاز ایک روایت کے مطابق ماہ صفر کے آخر میں فرمایا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، ج،2ص102)

ماہ صفر کامیابی والامہینہ

محترم حاضرین !یہ سفر مقدس دین اسلام کی غیر معمولی ترقی اور مسلمانوں کی خوشحالی، فتح ونصرت کا باعث ثابت ہوا۔رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وہ سفر تھا جو اپنے اندر فتح مکہ کی عظمتوں کو لئے ہوئے تھا، گویا ماہ صفر میں ہجرت کرنا اتمام شریعت کا ذریعہ اور فروغ اسلام کا وسیلہ قرار پایا، بلاؤں کے نازل ہونے کا نہیں بلکہ مصائب ومشکلات کے دفع ہونے کا سبب بنا۔اسی وجہ سے ہمارے عرف میں ماہ صفر کو صفر المظفر کہتے ہیں، جسکے معنٰی ظفر یابی، فتح ونصرت والے کے ہے۔

مسلمانوں کو ایسی بدشگونی سے قطعی طور پر پرہیز کرنا چاہئے ،اوراسی طرح تیرہ تیزی کے نام سے انڈے اور تیل وغیرہ سرہانے رکھنا بھی لغو کام ہے،ان امور سے بھی احتیاط ضروری ہے۔قطع نظر اس کے رضائے الٰہی کی خاطر فقراء ومساکین پر صدقہ وخیرات کرنا دیگر مہینوں کی طرح اس ماہ میں بھی جائز ومُستحسن ہے۔

برادران اسلام !معاشرہ میں یہ تصور بھی عام ہے کہ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو سیر وسیاحت کا اہتمام کیا جائے ،اس دن تفریح کیلئے روانہ ہوں اور گھانس، سبزہ وغیرہ پر چہل قدمی ہو۔اگر یہ چہل قدمی اس تصور کی ساتھ کی جائے کہ بلااور وبا سے

حفاظت ہوجاتی ہےاور مصائب دفع ہوجاتے ہیں تو اس کا اسلامی کتب سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اگر کوئی اسی پر اصرار کرے تو عرض کیا جائے گا: اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ آخری چہارشنبہ کو بلائیں زیادہ نازل ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں سیر وتفریح نہیں بلکہ عبادت وریاضت کی جانی چاہئے ،نیکی وبھلائی کی فکرکرنی چاہئے اور صدقہ وخیرات کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے غضب الٰہی دور ہوجاتا ہے اور رضاء الٰہی کے آثار نمودار ہوتے ہیں، جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِىءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً صدقہ اور نیکی پروردگار کے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے اور بری موت کو دفع کرتی ہے۔

(جامع الترمذی، باب فضل الصدقة، حدیث نمبر: 666۔شعب الایمان للبیہقی، الصدقة تطفیٔ غضب الرب، حدیث نمبر: 3202)

صفر کے مہینہ میں یہ دعاء پڑھیں!

حاضرین کرام! جب بھی کوئی شخص مصیبت سے دوچار ہو تو اسے اپنے عمل کا جائزہ لینا چاہئے ، اپنے اعمال میں جہاں کوتاہی واقع ہوئی ہے اسکی اصلاح کرنی چاہئے جہاں لغزش ہوئی ہے اسے سدھارنا چاہئے ،توبہ کرکے اللہ تعالٰی سے رجوع ہونا چاہئے کیونکہ اپنے برے اعمال ہی تمام ترنحوستوں کا باعث ہوتے ہیں، ابھی آپ سن چکے ہیں کہ نیک وصالح بندہ کو بھی زندگی میں مختلف قسم

کے مصائب وآلام سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کے لئے امتحان ہوتا ہے ،یا یہ مصیبتیں گناہوں کے کفارے کا سبب بنتی ہیں۔ جولوگ مصائب وآلام کا صبر واستقامت کے ذریعہ مقابلہ کرتے ہیں وہ اس امتحان میں کامیاب ہیں جن کے قدم آفات وبلیات کی وجہ سے نہیں لڑکھڑاتے اللہ کی نصرت وحمایت انکے ساتھ ہے۔

زجاجۃ المصابیح میں سنن ابوداؤد شریف کے حوالہ سے حدیث پاک منقول ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ وَلاَ تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ اَللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِى بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه ___. اَللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِى بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه.

سیدنا عروۃ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا :اچھا شگون ،فالِ نیک ہے اور بدشگونی کسی مسلمان کے کام میں رکاوٹ نہیں بنتی ،پس جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ دعاء پڑھے___ .ترجمہ :اے اللہ ہر قسم کی بھلائیوں کولانے والا تو ہی ہے اور تمام قسم کی برائیوں کودفع کرنے والا بھی تو ہی ہے ،نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے ،مگر اللہ ہی کی مدد سے۔

(زجاجة المصابيح ،ج3،ص 445، سنن ابی داود،باب فی الطیرة،حديث نمبر:3921)

چہارشنبہ منحوس نہیں بلکہ نور کی پیدائش کا دن

برادران اسلام ! یہ حقیقت ہے کہ ایک دن دوسرے دن پر فضیلت و برتری رکھتا ہے، ایک وقت دوسرے وقت کی بہ نسبت زیادہ برکت ورحمت والا ہوتا ہے، لیکن فی نفسہ کسی وقت یا دن میں نحوست کا تصور غیر اسلامی نظریہ ہے، جہاں تک چہارشنبہ کی بات ہے تو صحیح حدیث پاک میں اس کی فضیلت آئی ہے، صحیح مسلم اور مسند امام احمد وغیرہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تفصیلی روایت مذکور ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِي فَقَالَ: خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ...وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا......اور نور کو چہارشنبہ کے دن پیدا فرمایا۔

(صحیح مسلم ، کتاب صفة المنافقین واحکامھم، باب صفة القیامة والجنة والنارج 2ص 371، حدیث نمبر: 7231۔مسند امام احمد، مسند أبی هريرة ، حدیث نمبر: 8563۔السنن الکبری للبیهقی، ج 9،ص 3۔السنن الکبری للنسائی، حدیث نمبر: 11010۔المعجم الاوسط للطبرانی، باب الباء ، من اسمه بکر، حدیث نمبر: 3360)۔

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ چہارشنبہ وہ مبارک ومقدس دن ہے جس میں نور کی پیدائش ہوئی لہذا یہ تصور غیر درست ہے کہ اس میں کوئی بڑا اور اہم کام نہیں کرنا چاہئے۔ لہذا اس دن کوئی بھی خوشی والا جائز کام انجام دینا ان شاء اللہ تعالی بابرکت ہی ہوگا۔

امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے:

ذکر برهان الإسلام فی کتابه (تعلیم المتعلم) عن شیخه المرغینانی صاحب الهدایة فی فقه الحنفیة انه کان یوقف بدایة السبق علی یوم الاربعاء وکان یروی فی ذلک بحفظه ویقول قال رسول الله (ما من شیء بدء به یوم الاربعاء إلا وقد تم).

برہان الاسلام نے اپنی کتاب 'تعلیم المتعلم' میں اپنے استاذ گرامی صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بیان کیا ہے کہ آپ چہارشنبہ کے دن سبق کے آغاز کا اہتمام کیا کرتے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث پاک روایت فرمایا کرتے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا : چہارشنبہ کے دن جس چیز کا بھی آغاز کیا جائے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

(المقاصد الحسنة ،حرف المیم)

اسی وجہ سے عالم اسلام کی شہرۂ آفاق اسلامی یونیورسٹی ''جامعہ نظامیہ'' حیدرآباد دکن میں درس وتدریس کے آغاز کے لئے چہارشنبہ کے دن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

استغفار' تمام پریشانیوں کاحل

محترم سامعین !اگر ہم مسلمان اپنے دل میں خدا کا خوف بٹھائے رکھیں ،اس کے فضل وکرم کے امیدوار بنے رہیں اوراپنے حال زار پر ندامت کے آنسو بہائیں تو ضرور ہماری زندگی میں برکت رکھ دی جائیگی اور ہمارے درمیان سے رنج وغم ،دردوالم دور کردیا جائیگا اورحزن وملال ختم کردیا جائیگا۔

اس سلسلہ میں امام رازی علیہ الرحمہ کی تفسیر کبیر کے حوالہ سے ایک نصیحت آموز واقعہ بیان کیا جاتا ہے؛ جو ہمارے لئے نہایت ہی قیمتی اور نفع بخش ہے:

وعن الحسن : ان رجلا شکا الیه الجدب ، فقال استغفر الله ، وشکاالیه آخرال فقر ، وآخرقلة النسل،وآخرقلة ریع ارضه ، فامرهم کلهم بالا ستغفار ، فقال له بعض القوم : اتاک رجال یشکون الیک انواعا من الحاجة ، فامرتهم کلهم بالاستغفار ، فتلا له الاية فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر قحط سالی سے متعلق فریاد کی تو آپ نے اسے استغفار کرنے کا حکم دیا، کسی دوسرے شخص نے اپنا فقروفاقہ اور تنگدستی کا حال بیان کیا ،اسی طرح کسی اور شخص نے اولاد نہ ہونے پر اپنی پریشانی ظاہر کی اور کسی نے اپنے باغ وبہار میں پھل وپھول اور تازگی سے متعلق آپ کی خدمت میں معروضہ کیا اور سبھی کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے استغفار کی تلقین کی ،خدائے تعالی سے معافی طلب کرنے اور بخشش کی دعا مانگنے کا حکم دیا،لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، عرض کرنے لگے ،آپ کی خدمت میں لوگ الگ الگ معروضے لے کر حاضر ہوئے اور تمام افراد کو آپ نے اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرنے کی تلقین فرمائی،تو آپ نے جواب ارشاد فرماتے ہوئے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، (ترجمہ) تو میں نے کہا: تم اپنے پردردگار سے بخشش طلب کرو!بیشک وہ خوب مغفرت فرمانے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار بارش کا نزول فرمائیگا اور مال ودولت اور اولاد کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائیگا،

وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ اورتمہارے لئے باغات بنادیگا اورتمہارے لئے نہریں
وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا. جاری فرمادیگا۔

(نوح ۔12/11/10)

ذکرالہی سے معمور ہرلمحہ سعادت مند

عزیزان محترم! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کی پریشانیوں کا حل استغفار الہی قرار دیا اور امت کو بارگاہ الہی کی طرف رجوع ہونے کی تعلیم فرمائی ۔آج ہمیں اسی فکر کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ ہمارے لیل ونہار ذکر الہی میں گزرتے رہیں، ہم شریعت کی پابندی کریں اورقرآن کریم وحدیث شریف پرعمل پیرار ہیں، اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں ، وقت کی قدر کریں، اپنے لمحات کو غفلت میں نہ گزاریں، کیونکہ نحوست ہماری زندگی میں اسی وقت آسکتی ہے جب ہم اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاداورانکی اطاعت وپیروی سے غافل رہیں۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر:37 کے تحت تفسیر روح البیان میں مذکور ہے:

فكل زمان اشتغل فيه المؤمن بطاعة الله فهو زمان مبارک و كل زمان اشتغل فيه بمعصية الله فهو مشؤم عليه فالشؤم فى الحقيقة هو المعصية۔

ہر وہ لمحہ جس میں بندۂ مومن اطاعت الہی میں مصروف رہا ہے، وہ اس کے حق میں برکت والا اورسعادت مندی کا باعث ہےاور ہروہ لمحہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول رہا ہے؛ وہ اس کے حق میں بے برکت ہے، دراصل نحوست وبے برکتی گناہ کے ارتکاب میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ، سورۂ توبہ ،آیت نمبر:37)

حاضرین کرام! یقیناً جس وقت کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارا وہ وقت ہمارے لئے برکت والا ہے، جس لمحہ کو ہم نے سنتوں پر عمل کرنے میں بسر کیا وہ لمحہ ہمارے لئے سعادت والا ہے، جس گھڑی کو ہم نے اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے بتایا وہ گھڑی ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔

اللہ تعالی ہمارے قلوب میں حسن عقیدہ کو جاگزیں فرمائے،عمل صالح کی دولت نصیب فرمائے،اورتعلیماتِ کتاب وسنت پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران وطن کے ساتھ تعلقات

(یوم جمہوریہ کے موقع پر خصوصی پیغام)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: لَا یَنْھَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِینَ لَمْ یُقَاتِلُوکُمْ فِی الدِّینِ وَلَمْ یُخْرِجُوکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَیْھِمْ إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ . صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور عدل کا معاملہ کرو؛ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سورۃالممتحنۃ 8)

برادران اسلام! جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ اسلام امن وسلامتی والا دین ہے، اسلام کسی قوم ومذہب کا ہرگز دشمن نہیں، اس کی امن پسندی کا حال یہ ہیکہ وہ غیر مسلمین کے ساتھ بھی حسن سلوک اور عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

برادران اسلام! آج مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملے کئے جارہے ہیں، کبھی

مسلمان کو دہشت گرد کہا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے۔

اگر ہم قرآن کریم واحادیث شریفہ کا صحیح طور پر مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ حقیقی طور پر اسلام ہی امن وسلامتی والا مذہب ہے۔

برادران اسلام ! تاریخ ہند میں جنوری کا مہینہ اور اس کی چھبیسویں تاریخ نہایت اہمیت کی حامل ہے، آج سے تقریباساٹھ سال قبل ہمارے ملک میں جمہوریت کا دستور اس مہینہ میں نافذ کیا گیا،اسی وجہ سے 26! جنوری کو ہندوستان میں یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے،اس ملک کی آزادی میں اہل ایمان کی کاوشوں اورقربانیوں کا بڑا حصہ ہے جنھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا اور چونکہ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے امن و سکون اور بھائی چارے کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔اسی مناسبت سے احقر آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم واحادیث شریفہ کی روشنی میں یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ ہم مسلمانوں کا غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ کیسا تعلق ہونا چاہئے،تاکہ ہماری نوخیز نسل جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پارہی ہے اس سے باخبر ہوجائے اور جولوگ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیاں پیدا کررہے ہیں ان کا سنجیدہ جواب دے سکے۔

مسلمان سراپا رحمت ہے

مسلمان سراپا رحمت ہوتے ہیں وہ امن کے لئے خطرہ اور فسادی نہیں ہوتے ، بلکہ امن کے علمبردار اور رحم وکرم کے پیکر ہوتے ہیں،ساری انسانیت کے لئے نفع بخش اور راحت رساں ہوتے ہیں،اسی لئے شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہ سکتے ہیں۔

عرب سے عجم تک، مشرق سے مغرب تک مسلمان جہاں بھی گئے امن وسلامتی ،عدل وانصاف ،صلہ رحمی واحسان کا پیغام لے کر گئے۔خوف ودہشت کے ماحول کوامن میں تبدیل کر دیا، ،فتنہ وفساد سے زہر آلود معاشرہ اور سماج کوانھوں نے امن وسلامتی کا مرکز بنادیا۔ان کے اخلاق کی پاکیزگی ،معاملات کی صفائی، رواداری و بھائی چارگی، اتحاد ومحبت ، الفت واخوت، رحمت ومودت کی بدولت ظلم وعداوت کے تاریک بادل چھٹ گئے اورعدل وانصاف کے مہکتے پھول کھل گئے۔

برادران اسلام !یوم جمہوریہ ہند کی مناسبت میں آج میں یہ کہنا چاہونگا کہ اسلام نے غیر مسلم برادران وطن سے معاشرتی تعلقات،کاروباری معاملات،تجارت، خرید وفروخت وغیرہ امور کی اجازت دی ہے اورتمام معاملات وتعلقات میں سچائی وصداقت پر پابندی کی تاکید کی اور جھوٹ،مکر وفریب اوردھوکہ وخیانت سے اجتناب کاحکم فرمایا ہے۔غرور وتکبر کی جگہ تواضع وانکساری کے معاملہ کا قانون دیا ہے۔سخت مزاجی اورشدت کے بالمقابل نرمی اورآسانی کو پسند کیا ہے۔عجلت پسندی اورغصہ پر قابو پانے اورتحمل وبرداشت کارویہ اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے۔انتقام میں حد سے آگے نہ بڑھنے اورعفو ودرگزر سے کام لینے کاحکم دیا ہے، برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی ترغیب دی ہے۔فتنہ وفساد سے گریز کرنے اور ہرحال میں عدل وانصاف پر جمے رہنے کی تعلیم دی ہے،ان احکام میں اسلام نے مسلم وغیر مسلم کاامتیاز روانہیں رکھا۔

غیر مسلموں کیساتھ اخلاقی ومعاشرتی تعلقات

مسلمانوں کاربط وتعلق کسی بھی مذہب وملت کے افراد سے ہو،انہیں ہرصورت میں یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ ہم تو مسلمان ہیں،ہماری زبان وبیان سے ہرگز کسی کوتکلیف نہ

پہنچنے پائے، کیونکہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی اوراخلاقی تعلقات کی تاکید کی ہے۔

ارشادخداوندی ہے :

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔	اللہ تعالی تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا، کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرو؛ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ تعالی عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سورۃالممتحنة 8)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے بھی عدل و انصاف کا معاملہ، اچھا برتاؤاور حسن سلوک کرنا چاہئے۔

برادران اسلام ! حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ اسلامی مملکت میں ہو یا جمہوری مملکت میں وہ ہر مقام پر محبت کے پیام کو عام کرنے والا ہوتا ہے، الفت کے پھول بکھیرنے والا ہوتا ہے، وہ گفتار وکردار ہر لحاظ سے امن وسلامتی کا پیکر ہوتا ہے، اسے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے ہی وجود بخشا گیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.	تم بہترین امت ہو، جوتمام انسانوں کے فائدہ کے لئے لائی گئی ہو۔

(سورۂ آل عمران 110)

مکرم سامعین! ایک مسلمان جس طرح دوسرے مسلمان کے حق میں سلامتی کا پیکر ہوتا ہے اسی طرح وہ غیر مسلم افراد کے حق میں بھی سلامتی کا پیکر ہوتا ہے، تیر وتلوار، نیزہ وہتھیار تو کجا وہ اپنی زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا. لوگوں سے اچھی بات کہا کرو!۔

(سورۃالبقرۃ 83)

اخلاق کیساتھ پیش آنے اور نیک برتاؤ کرنے کیلئے رنگ ونسل مذہب وعقیدہ کی تخصیص نہیں بلکہ یہ حکم سب کے حق میں عام ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھی گفتگو کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ۔ تمام لوگوں سے عمدہ اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرو۔

(جامع ترمذی ج 2ص 19باب ماجاء فی معاشرۃ الناس،حدیث نمبر:2115)

اہل اسلام کی امن پسندی

قریش مکہ کی جانب سے حج وعمرہ کے لئے کسی پر بھی پابندی اور روک نہیں تھی، حتیٰ کہ جانی دشمن کے لئے بھی نہیں لیکن جب مسلمان عمرہ کے ارادہ سے نکلے، راستہ میں روک دیئے گئے، عمرہ کی اجازت نہیں دی گئی، مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے اور انہیں غیر معمولی صدمہ پہنچا، فطری طور پر آتش انتقام شعلہ زن ہوسکتی تھی، مسلمان جوابی کارروائی کر سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کے حق میں بھی حسن سلوک کا حکم فرمایا اور ظلم وزیادتی پر روک لگادی، ارشاد فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کر بیٹھو۔اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کومسجد حرام سے روکا تھا۔

(سورۃالمائدۃ2)

غورفرمائیں !وہ مذہب دہشت گردی سکھانے والا کیسے ہوسکتا ہے جوظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے والے، جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے؟۔

برادران اسلام !عدل وانصاف کے معاملہ میں اسلام میں دوست ودشمن، مسلم وغیرمسلم کا فرق درست نہیں،اسلام ،دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کو لازمی قرار دیتا ہے تاکہ اس کی بنیاد پر ایک خوش گوار معاشرہ تشکیل پائے۔ارشاد حق تعالی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ اکسائے کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو،عدل کرو،عدل تقویٰ سے بہت قریب ہے۔

(سورۃالمائدۃ8)

اسلام ’’چلوتم اُدھر کوہوا ہو جدھر کی‘‘ والی بات نہیں کرتا،اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا تصور پیش نہیں کرتا بلکہ اسلام ہر حال میں عدل وانصاف کے ایسے قوانین نافذ کرتا ہے جو ہوا کے رُخ کوموڑ دیں۔

غیرمسلموں کے لئے مالی امداد جاری کرنا

غیر اسلامی ملک کے غیر مسلم افراد پرخرچ کرنا اور مصیبت وآفت میں ان کے ساتھ ہمدردی وتعاون کرنا تو مسلمانوں کا وصف خاص ہے،اس وصف خاص سے متصف

فرمانے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل مبارک سے مسلمانوں کو جونمونۂ عمل عنایت فرمایا اس کی ایک مثال یہ حدیث پاک ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَمْسَمِائَۃِ دِینَارٍ إِلَی مَکَّۃَ حِینَ قَحَطُوْا وَاَمَرَ بِدَفْعِھَا إِلَی اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّۃَ لِیُفَرِّقَا عَلَی فُقَرَاءِ اَھْلِ مَکَّۃَ۔	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مکرمہ کے نام پانچ سو دینار بھجوائے جب وہ قحط میں مبتلا ہوگئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے حوالہ کئے جائیں تاکہ وہ مکہ مکرمہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں۔

(رد المحتار، ج2، کتاب الزکوۃ ،باب مصرف الزکوۃ والعشر، ص92)

برادران اسلام ! اتحاد واخوت اور انسانی رواداری کی اس سے عظیم مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت وفریاد رسی فرمائی جنہوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے، مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف پہنچائیں یہاں تک کہ حضور کے جانثاروں نے اپنا گھر، مال ودولت سب کچھ قربان کر کے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ سکونت اختیار کی۔

اسلامی دیانتداری سے زمین وآسماں کا قیام' یہود کا اقرار

دین اسلام کی حقانیت اور اہل اسلام کے عدل وانصاف اور امانت داری کے اغیار بھی قائل ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح ہونے کے بعد یہود کو اپنی زمین بٹائی پر دی، اس طرح کہ وہ زراعت کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ وہ لیں گے اور آدھا حصہ آپ کو ادا کریں گے۔ جب بٹائی کا وقت آتا تو حضرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ والہ وسلم پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے۔

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وسلم يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ.

(سنن ابو داود کتاب البیوع،باب فی الخرص ،حدیث نمبر3415)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کرکے فرماتے: جس حصہ کو چاہو لے لو ! یہود اس عدل وانصاف کو دیکھ کر یہ کہتے ایسے ہی عدل وانصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں،،۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ...... قَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ أَنْتُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ قَتَلْتُمْ أَنْبِيَاءَ اللهِ وَكَذَبْتُمْ عَلَى اللهِ وَلَيْسَ يَحْمِلُنِيْ بُغْضِيْ إِيَّاكُمْ أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:......حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے :اے گروہ یہود !تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو کیونکہ تم نے اللہ کے نبیوں کو شہید کیا اور تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہاری دشمنی مجھ کو اس بات پر آمادہ نہیں کرسکتی کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

(شرح معانی الاثار ج 1ص316،کتاب الزکوۃ،باب الخرص،حدیث نمبر:2856)

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ کتنے پاکیزہ طریقہ پر معاملات کرتے آئے ہیں کہ ظلم وزیادتی اور حق تلفی ودھوکہ دہی کا کوئی شائبہ تک نہیں۔

اسی طرح سنن ابوداؤد میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ قَالَ بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أُلْقِيَ فِي قَلْبِيَ الإِسْلاَمُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ لاَ أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنِّي لاَ أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلاَ أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلَكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الآنَ فَارْجِعْ.

حضرت حسن بن علی بن ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابورافع نے انہیں خبر دی، قریش نے مجھے قاصد بنا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا وہ کہتے ہیں، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت حاصل کی تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا، میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی بھی ان کی طرف نہیں لوٹونگا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں وعدہ خلافی نہیں کرتا اور نہ قاصد کو روکے رکھوں گا، تم واپس چلے جاؤ، اب جو چیز تمہارے دل میں ہے اگر یہ برقرار ہے تو تم اب لوٹ جاؤ۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام یستجن به فی العهود، حدیث نمبر:2760)

غیر مسلم قیدیوں سے اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک

مسلمانوں نے قیدی افراد کے ساتھ بھی غیر معمولی، اعلیٰ درجہ کے حسن سلوک

کی ایک سنہری تاریخ مرتب کی ہے، حالانکہ قیدی افراد جنگی مجرم سمجھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ نہایت وحشت ناک، بہیمانہ سلوک کیا جاتا ہے لیکن اسلام نے ان کے ساتھ اخلاقی برتاؤ کا انتہائی اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

جنگ بدر کے قیدی جنہوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں مختلف صحابہ کرام پر تقسیم فرمادیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم فرمایا:

قال ابوعزیز... فکانوا اذا قدموا غذائھم وعشائھم خصونی بالخبز واکلوا التمر لوصیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم بنا، ماتقع فی ید رجل منھم کسرة خبز الا نفحنی بھا۔

چنانچہ ابوعزیز بن عمیر جو مشرکین کے علم بردار تھے کہتے ہیں: مجھے ایک انصاری صحابی کے حوالہ کیا گیا، ان کا حال یہ تھا صبح وشام مجھ کو روٹی کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفاء کرتے اگر ان کے اہل خانہ سے کسی کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ملتا تو وہ مجھ کو دے دیتے اور خود اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے اس قدر حسن سلوک پر مجھے حیا آتی تھی۔

(سبل الہدی والرشاد، ج4، ص66، جماع ابواب المغازی، الباب السابع فی بیان غزوۃ بدر الکبری)

مسلمان غیر اسلامی ملک کے لئے مفاد کا ضامن !

کسی بھی غیر اسلامی ملک میں مسلمان کا وجود اس ملک کے مفاد میں ہوتا ہے، وہاں کے باشندگان کو مسلمانوں سے کوئی ضرر ونقصان بالکل نہیں پہنچتا، مسلمان غیر مسلم ملک میں بھی فساد و بگاڑ کی کوئی صورت ہونے نہیں دیتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ مسلمان کا وجود ہی انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے ہے:

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. یہ امت لوگوں کے فائدہ کے لئے لائی گئی ہے۔

اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں بلکہ آیت کریمہ کے کلمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے حوالہ سے مسلمانوں سے غیر مسلم افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا بلکہ صرف اورصرف اخلاق و کردار سے پھیلایا ہے اور جب کبھی تلوار چلائی گئی وہ صرف اورصرف اسلام کے دفاع ، فساد کو مٹانے ، امن قائم کرنے اور عہد کو پورا کرنے اور بربریت وجارحیت کا خاتمہ کرنے کیلئے ہی چلائی گئی۔

برادران اسلام ! اسلامی مملکت ہو یا جمہوری ملک' اس میں کسی غیر مسلم کا خون بہانا، اورانہیں ناحق قتل کرنا تو کجا اسلام نے ان پر معمولی درجہ کے ظلم سے بھی روکا ہے، نبی رحمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کئے ہوئے غیر مسلم کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ کرنے پر کس قدر شدید وعید بیان فرمائی ہے اس کا اندازہ سنن ابوداؤد کی اس مبارک حدیث شریف سے ہوتا ہے، ارشاد فرمایا:

اَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

سنو ! جس نے کسی اہل معاہدہ پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ کام لے کر اس پر بوجھ ڈالا یا اس کے رضا ورغبت کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الخراج ،باب فی تعشیر اهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، حدیث نمبر3054)

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

وَالْمُؤْمِنُ مَنْ آمَنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ . حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور مومن وہ ہے جس سے تمام لوگوں کے خون اور مال محفوظ ہوں۔

(مسند امام احمد، مسند أبی هريرة،حديث نمبر 9166)

مذکورہ آیات شریفہ واحادیث کریمہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے بھی جان و مال کو تحفظ دیا ہے اور انہیں باوقار زندگی مرحمت کی ہے اور کامل مومن کی علامت وشناخت بھی یہی رکھی کہ اس سے دوسرے لوگ خواہ مسلم ہوں کہ غیر مسلم مامون ومحفوظ رہیں۔

یوم جمہوریہ کے موقع پر ہم یہی پیام دینا چاہتے ہیں:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو   اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی   اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اللہ تعالیٰ ہمیں امن وسلامتی اور عافیت عطا فرمائے ، ملک ووطن کے بشمول ساری دنیا کے لئے پیغام امن کا سفیر بنائے! آمین

آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولاد کی تربیت کے اسلامی اصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

سامعین کرام! ایک مہذب انسان کی فطرت ہے کہ وہ شخصی طور پر اپنی زندگی کو ترقی دینے کی فکر کرتا ہے، نیکی کرنے کے لئے خود کوشش کرتا ہے، برائی سے بچنے کی سعی کرتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو راہ راست پر رکھنے کی جستجو کرتا ہے؛ ایک بندۂ مومن کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اُسے اپنے اہل وعیال اور اولاد کو راہ راست پر لانے کی فکر بھی کرنی چاہئے، انہیں خیر وبھلائی کی ترغیب دینے اور برائی سے باز رکھنے کے لئے جدوجہد کرنا چاہئے، اس کے لئے باضابطہ تربیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور باقاعدہ نگہداشت درکار رہے اسی وجہ سے دین اسلام نے تربیت کے نظام کو بڑی اہمیت دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا.	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آگ سے بچاؤ!۔

(سورة التحريم ـ 6)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی، آیت شریفہ میں مذکور لفظ ''أَهْلِيْكُمْ'' میں اہل وعیال ، بیوی بچے دونوں داخل ہیں اور ان میں بچے مقدّم ہیں۔ چونکہ انسان کا سب سے پہلا مرحلہ بچپن ہے اور اس کی مثال نرم ونازک کونپل ڈالیوں کی طرح ہے، اس کی جس طرح داخت پرداخت کی جائے اور جس طرف رخ دیا جائے درخت ویسا ہی نشونما پاتا اور بڑا ہوتا جاتا ہے، اس لیے بچوں کی تربیت پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس کے لیے مستقل اصول وقواعد مقرر کئے ہیں۔

اسلامی نظام تربیت کی خصوصیت

برادران اسلام ! اسلام کے پیش کردہ اصول کے مطابق اگر بچہ کی تربیت کی جائے تو وہ ضرور زندگی کے ہر مرحلہ میں خیر وبھلائی اور ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے اور اس کے بگڑنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں رہتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے اصول تربیت کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؛ بلکہ جس ذات نے نسل انسانی کو وجود بخشا اسی نے ان کی تربیت کے اصول نازل کئے ہیں؛ اسی وجہ سے یہ اصول تربیت فطرت کے عین مطابق ہیں ، اسلام چونکہ مکمل نظام حیات ہے جو ہر طرح سے انسانیت کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے، وہ اپنے اندر ایک کامل نظام تربیت رکھتا ہے، اس کا نظام تربیت جہاں اہل اسلام کے لیے دنیوی واخروی فوائد کا حامل ہے وہیں تمام طبقات انسانی کے لیے دنیوی اعتبار سے نفع بخش وراحت رساں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ افراد انسانیت نے جب بھی اس نظام تربیت کو اختیار کیا دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ رہی۔

اس دنیا کے قانون داں، مفکرین واہل دانش اپنے اپنے تجربہ کی بنیاد پر تربیت کے اصول وقواعد مرتب کرتے ہیں، حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ وہ اصول نا قابل عمل ہو جاتے ہیں، لیکن اسلامی نظام تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں حالات واشخاص کی تبدیلیوں کے باوجود تمام افراد انسانیت کے لئے ہدایت کا موجب، راحت اور رحمت کا باعث رہتا ہے۔

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے

حاضرین کرام! دنیا میں آنے والے تمام بچے ایک ہی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اَلْاٰيَة (فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ.)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح جانور صحیح وسالم بچہ جنم دیتا ہے، کیا تم اس میں کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمانے لگے: یہ اللہ تعالی کی تخلیق ہے، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ سیدھا دین ہے۔

(سورۃ الروم۔30)(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلى عليه، حديث نمبر، 1292)

بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو تمام عمدہ صلاحیتیں پاکیزہ ذہن اور اچھی فکر اور صاف و شفاف قلب ونظر لے کر آتا ہے، ظاہر و باطن کی ساری خوبیاں اس میں موجود رہتی ہیں، لیکن ماحول ہے کہ اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے، اگر اس کی ان پنہاں صلاحیتوں اور چھپی ہوئی خوبیوں کو اجاگر نہ کیا جائے تو وہ ایک بغیر تراشے ہوئے ہیرے کی طرح اپنی قدر و قیمت کھودیتا ہے اور ہیرا ہونے کے باوجود ایک پتھر کی مانند ہوجاتا ہے۔

؎ خِشْتِ اَوَّلْ چُوں نِہدْ مِعْمَارْ کَجْ تَاثُرَیَّا مِیْ رَوَدْ دِیْوَارْ کَجْ

ترجمہ: جب تعمیر کرنے والا پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے تو دیوار ثریا کی بلندیوں تک ٹیڑھی ہی جائے گی۔

تربیت ایک اہم ذمہ داری

عزیزان محترم! اسی لیے اسلام نے اولاد کی تربیت کو نہ صرف اہمیت دی ہے بلکہ اسے اولاد کے لئے ایسا حق قرار دیا ہے کہ اگر والدین اس کا اہتمام نہ کریں تو ان کا مؤاخذہ ہوگا، اور اس میں غفلت کرنے پر گرفت ہوگی اور اگر تربیت نہ کرنے کی وجہ سے خدانخواستہ اولاد بگڑ جائے اور قوم وملت کو ان سے نقصان پہنچے تو اس کا گناہ اور وبال ان سرپرستوں پر بھی ہوگا جنہوں نے تربیت میں غفلت برتی تھی۔

متعدد احادیث شریفہ سے تربیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک مروی ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اورتم میں ہر ایک سے اپنے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، حاکم ذمہ دار ونگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ونگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری ، جلد ۱، کتاب الجمعة، باب فی القری والمدن ص 122، حدیث نمبر853)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی سے اس کے ماتحت رہنے والے افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور اولاد کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، اگر والدین نے اپنے بچوں کی بہتر تربیت کی تو اُنہیں اس عمل کا بہتر بدلہ ملے گا اور اگر بچوں کی تربیت میں والدین سے غفلت وکوتاہی سرزد ہوئی تو پھر اس کا برا انجام ہوگا اور کوتاہی کرنے کی صورت میں انہیں سزا ملے گی۔

افراد خاندان کے بارے میں آدمی کی باز پرس ہوگی اس سے متعلق صحیح ابن حبان میں حدیث شریف ہے:

ان الله سائل كل راع عما استرعاه أحفظ ام ضيع حتى يسئل الرجل عن اهل بيته'' بے شک اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار ونگہبان سے ان تمام چیزوں کے بارے میں پوچھے گا جس کا اسے ذمہ دار بنایا ہے کہ اس کی حفاظت کی ہے یا اس کو ضائع کردیا ہے، یہاں تک کہ آدمی سے اس کے اہل خانہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح ابن حبان ،کتاب السیر باب الخلافة والامارة ج10، ص 345، حدیث 4570)

حسن ادب کی تعلیم ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر

اولاد کو ادب سکھانے ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینے اور اسلامی تہذیب سے واقف کروانے سے متعلق جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ . سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنی اولاد کو تربیت دینا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی شریف ج 2 ص 16،ابواب البر والصلة ،باب ماجاء فی ادب الولد، حدیث نمبر:2078)

لوگ نیکی کرنے کی غرض سے مختلف کارہائے خیر میں مال خرچ کرتے ہیں ، صدقات وخیرات میں بہت زیادہ حصہ لیتے ہیں، کارِخیر میں ایک صاع مال خرچ کرنا نیکی وبھلائی ہے،لیکن ایک والد کے لئے اس سے بہتر نیکی اوراس سے بڑی بھلائی یہ ہے کہ وہ اپنے بچہ کوحسن ادب سکھائے ،اُسے اچھے اخلاق کی تعلیم دے اورایک لمحہ کے لئے بچہ کو

ادب کی طرف توجہ دلائے۔

اولاد کے حق میں حسن ادب بہترین تحفہ

ہر باپ اپنے بچہ کو بہتر سے بہتر تحفہ دینا چاہتا ہے، اسے عمدہ ترین چیزیں دے کر خوش کرنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق قیمتی ونایاب اشیا، عمدہ کھلونے، کمپیوٹر، گاڑی وغیرہ اولاد کو دیتا ہے، یہ ایسی چیزیں ہیں جو اولاد کے لئے زندگی کے کسی ایک حصہ میں کارآمد ہوتی ہے ایک عرصہ کے بعد والد کا دیا ہوا وہ تحفہ بچہ کے لئے فائدہ مند باقی نہیں رہتا، لیکن ایک تحفہ ایسا بھی ہے کہ اس سے بہتر ایک والد کی جانب سے اپنے بچہ کے لئے کوئی اور تحفہ نہیں۔

حاضرین کرام! وہ بہترین تحفہ حسن ادب کی تعلیم ہے، اچھی نگہداشت ہے اور باقاعدہ تربیت ہے، یہ وہ عظیم تحفہ ہے کہ بچہ اس تحفہ کو زندگی بھر توشہ کے بطور استعمال کرے گا:

حَـدَّثَـنَـا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ قَـالَ مَـا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَـدًا مِـنْ نَـحْـلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ .

سیدنا ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی والد اپنی اولاد کو حسن ادب سے زیادہ بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

(جامع ترمذی شریف ج 2ص 16،ابواب البر والصلة ،باب ماجاء فی ادب الولد، حدیث نمبر:2079)

حسنِ ادب والدین کی تربیت کی بنیاد پر بچہ کی عادات،اطوار میں جھلکتا رہے گا، اخلاق وکردار سے نمایاں وآشکار رہے گا،والد نے ایک مرتبہ بچہ کوایک عمدہ عادت کی تعلیم دی اوراُسے ذہن نشین کروادی،اب بچہ جب کبھی اُس عمل کوانجام دیگا؛جوعمدہ عادت والدین نے بچہ کے ذہن نشین کروائی وہی عادت اس کی روٹنگ میں آجائے گی اورجوبہترین طریقہ ماں باپ نے اپنے بچہ کوسکھایاوہ اس کی زندگی کے لئے لائحۂ عمل بن جائے گا۔

محترم حاضرین!اس سے بہترین تحفہ کیاہوجوزندگی بھر کام آئے !اس سے اچھا گفٹ (Gift) کچھ نہیں ہوسکتا جو مدت العمر کارآمد رہے، دوسرے تحفے دنیا کی زندگی میں محدودوقت تک مفید ہوتے ہیں،لیکن حسن تربیت وہ بیش قیمت اورنفع بخش تحفہ ہے جو دنیوی زندگی کے مختلف مراحل میں ضرور مفید وکارآمد ہوتا ہےاوراس کے ثمرات آخرت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں والدین کوتربیت دینے کا بہتر بدلہ ملتا ہےاور بچہ کوعمل کرنے پراجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات کے ذریعہ اولادکوادب سکھانے کی تاکیدفرمائی چنانچہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادمبارک ہے:

أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ۔ تم اپنی اولادکوقابل تعریف بناؤاوران کی اچھی تربیت کرو۔

(سنن ابن ماجه ،ص 261، ابواب الأدب ،باب برالوالدوالاحسان الى البنات حديث نمبر3802)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ وَاَدِّبُوْهُمْ اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور ان کی تربیت کرو!۔

(جامع الاحادیث للسیوطی ، مسند علی بن ابی طالب ،حدیث نمبر:33822)۔

حاضرین کرام! آپ نے چند ایسی باتیں سماعت کی ہیں جس سے اسلام میں تربیت کی اہمیت واضح ہوگئی ، اب میں تربیت کی چند صورتیں ذکر کرتا ہوں کہ کن امور وخطوط پر تربیت کرنی چاہئے۔

ایمان اور عقیدہ کی تربیت

سب سے پہلا مرحلہ عقیدہ کی تربیت کا ہے کیونکہ عقیدہ ایک بیج کی مانند ہے، بیج جس طرح قوی اور پختہ رہے گا؛ درخت بھی اسی طرح مضبوط بنے گا اور اس کے برگ و بار بھی طاقتور رہیں گے۔ اسلام نے عقیدہ کی بنیاد توحید و رسالت اور آخرت پر رکھی ہے، غیر مسلم اقوام کے پاس ان کے اپنے عقائد ہیں اور وہ اپنے طور پر اُسے درجہ دیتے ہیں، لیکن بحیثیت مسلمان عقیدہ کی تربیت ہمارے لئے نہایت اہم سے اہم تر ہے، اس کے بغیر عمل بالکل بے قیمت و بے وزن ہوتا ہے۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اپنے بچوں کو سب سے پہلا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھاؤ!

(شعب الایمان للبیهقی ،الستون من شعب الإيمان وهو باب فی

حقوق الاولاد والاھلین،حدیث نمبر:8379)۔

اسی لئے بچہ دنیا میں آتے ہی سب سے پہلے اس کے کانوں میں اذان دی جاتی ہے،جس کے ذریعہ اسی عقیدۂ توحید ورسالت کومضبوط کیا جاتا ہے۔کیونکہ عقیدۂ توحید کے ساتھ اہم ترین بات عقیدۂ رسالت کی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں ، خاتم النبیین ہیں،آپ کی عظیم شخصیت ساری کائنات کے لیے باعث تخلیق اور ساری خوبیوں کی جامع ہے،آپ سے محبت انسان کے لیے اس کی جان سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتی ہے،حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ مسلمان اپنے محبوب آقا پر وارفتہ اور گرویدہ ہو جائے،اپنی خودی سے گم ہو کر اپنا سب کچھ محبوب پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

محترم حاضرین!عقیدہ کی تربیت میں یہ بات شامل ہے کہ بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی آل پاک سے محبت کا جام پلایا جائے،اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت سکھائی جائے۔تربیت کے ان بنیادی اصول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید کے ساتھ بتایا ہے۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَدِّبُوْا أوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔

تم اپنے بچوں کی تین خصلتوں پر تربیت کرو!اپنے نبیء پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل پاک کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔

(جامع الاحادیث للسیوطی،حرف الھمزۃ،حدیث نمبر:961)۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حکم فرماتے ہوئے اپنی محبت کو پہلے نمبر پر بیان فرمایا' اپنے اہل بیت کی محبت کو دوسرے نمبر پر بیان فرمایااور تلاوت قرآن کریم کی تعلیم کو تیسرے درجہ میں بیان فرمایا، ان تین خصلتوں میں پہلی دو خصلتوں کا تعلق عقیدہ سے ہے اور تیسری ایک خصلت کا تعلق عمل سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی تربیت میں عقیدہ کی تربیت کو مقدم رکھنا چاہئے' سب سے پہلے عقیدہ کی تربیت کرنی چاہئے اور دوسرے درجہ میں اعمال واخلاق کی تربیت کی جانی چاہئے۔

اعمال کی تربیت

حاضرین کرام! اعمال کی تربیت کے ضمن میں تلاوت قرآن کا نہایت اہم درجہ ہے۔قرآن کریم کی تلاوت سے تعلیم کا آغاز کیا جائے، اس سے حافظہ مضبوط ہوتا ہے، علم کی رغبت بڑھتی ہے اور اس کی برکت سے زندگی آسودہ رہتی ہے۔

بچوں کو نماز کی تاکید اور دیگر عبادات کی تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا'' اور اس پر ثابت قدم رہئے۔

(سورة طه ـ132)

بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو اُنہیں نماز کا حکم دیا جائے اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر ان کی تربیت سختی کیساتھ کی جائے جس کی تاکید سنن ابوداود

شریف کی حدیث پاک میں ہے:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ۔	تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو! جبکہ ان کی عمر سات سال ہواور اس میں کوتاہی پر انہیں سزادو! جبکہ ان کی عمر دس سال ہواور ان کے بستروں کو علیحدہ کردو!۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ ص 71، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، حدیث نمبر :495)

محترم سامعین! سات سال کی عمر ہونے پر گوکہ بچے مکلّف نہیں ہوتے' لیکن تربیت کے طور پر انہیں نماز و دیگر عبادات کا حکم دینا چاہئے' تاکہ انہیں عبادت کرنے کی عادت ہو کمسنی سے رب کے حضور کھڑے رہنے، سربسجود ہونے، اپنے مولی کی بندگی کا ثبوت دینے کا سلیقہ حاصل ہواور اگر وہ دس سال کی عمر میں عبادتوں سے غفلت برتے اور پابندی کیساتھ نمازیں نہ پڑھیں تو ان پر سختی کرنی چاہئے اور تادیب کے طور پر مارنا چاہئے۔

اخلاق کی تربیت

عزیزان محترم! مذکورہ حدیث شریف میں بچوں کے بستر الگ کرنے کا بھی حکم دیا گیا، اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو تمام قسم کی برائیوں سے بچانے کا اہتمام کیا جائے! تاکہ بچہ عفت و پارسائی کی خصلت کے ساتھ پروان چڑھے اور شرافت و پاکیزگی کیساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اس بات میں دورائے نہیں کہ تربیت اخلاق کی ضرورت اور اہمیت بلالحاظ مذہب

وملت ہر شخص جانتا ہے، چونکہ اخلاق کے نہ ہونے سے معاشرہ میں فتنہ وفساد، جھگڑا اور لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے، خاندان میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور خود بچوں کی ذات میں بے حیائی پنپتی ہے، جس کا سد باب صالح کردار اور صحیح افکار کے بغیر ناممکن ہے۔

حاضرین کرام! اس بات کی بھی انتہائی ضرورت ہے کہ بہترین اخلاق کی تربیت کے ساتھ بچوں کو مذموم اخلاق اور بری عادات سے دور رکھا جائے، انہیں جنسی بے راہ روی، بدنگاہی، فلم بینی سے کلیۃً بچایا جائے، اگر بچے بدنگاہی بالخصوص فلم بینی میں مبتلا ہو جائیں تو اس کا دینی نقصان تو یقیناً ہوگا اور انکا باطن داغدار ہو جائیگا، لیکن اسکے ساتھ یہ بچے دنیا کی نظروں میں بے وقعت ہو جائیں گے اور ظاہری طور پر قسم قسم کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا.

جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ علانیہ بے حیائی کرنے لگتی ہے تو ان لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن ص 290 باب العقوبات، حديث نمبر: 4155)

والدین کی اہم ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی اصلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے نونہالوں کو ایسی چیزیں نہ دیں جس سے وہ بے حیائی سے آشنا ہو جائے، ٹی وی کے عریاں ونیم عریاں مناظر سے ان کی آنکھوں کی حفاظت کریں، اگر مذہبی وتعلیمی پروگرام کی خاطر

ٹی وی دیکھیں تو اس سے ہونے والے دیگر شر اور نقصان کو دور کرنے کی تدبیر بھی ضرور کریں، اس میں دکھائی دینے والے مناظر کا باقاعدہ سد باب کریں، بے حیائی والے چینلس کی منصوبہ بند روک تھام کریں۔ اسی طرح انٹرنٹ کے تباہ کن استعمال سے بچوں کو محفوظ رکھیں، گھر میں بلا ضرورت انٹرنٹ کنکشن اخلاق کے لئے انتہائی مضر اور نقصان دہ ہے، اگر انٹرنٹ کے استعمال کی ضرورت ہو تو پاسورڈ وغیرہ سے اس طرح محفوظ رکھیں کہ بچہ آپ کی مرضی کے بغیر انٹرنٹ استعمال نہ کرسکیں، جب اسلامی اصول کے مطابق کڑی نگہداشت کی جائے تو بچے باشعور ہونے تک ایسے بااخلاق ہونگیں کہ تنہائی میں بھی کسی بے حیائی والے منظر کو دیکھنے سے گریز کریں گے۔ اگر کسی طرح بے حیائی ان کی نگاہوں کے سامنے ہو جائے تو نگاہ جھک جائے گی، دل ناپسند کرے گا اور تمام اعضاء پر نفرت کے مارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

تربیت کے لئے عملی نمونہ

منجملہ اصول تربیت کے یہ ہے کہ تربیت کرنے والا بذات خود اپنی پاکیزہ سیرت کا نمونہ اور اعلی کردار کا عملی مظاہرہ پیش کرے۔

چھوٹے بچوں میں ہو بہو نقل کرنے کی صفت غالب رہتی ہے، بچے جب کسی عمل کو دیکھتے ہیں تو نقل کرنے لگتے ہیں، چنانچہ جب بچوں کو نماز کے لیے وعظ و نصیحت کریں تو یہ طریقہ اتنا دل پذیر نہیں ہوتا؛ جتنا کہ عملی نمونہ بن کر خود نماز کا اہتمام کریں تو اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم بچوں کو جو اچھا کام سکھانا چاہتے ہیں خود اُسے کرنے لگ جائیں تو بچے دیکھ کر وہی کام کرتے ہیں۔

تربیت کے دیگر اہم اصول

محترم سامعین! بچوں کے چوبیس گھنٹوں کی زندگی پر نظر رکھنی چاہئے کہ کیونکہ بچے ہر وقت ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ نہیں رہتے، بلکہ دوست واحباب کے ساتھ بھی رہتے ہیں۔گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، اس وقت بچوں کو کوئی غلط عادت پڑ جائے، وہ کسی برے شخص کی صحبت اختیار کرلیں تو ان کا کردار متاثر ہوتا ہے، لہذا اُن پر ہر وقت نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں اور اس کے دوستوں کے اخلاق کیسے ہیں؟۔

نفسیات کو پیش نظر رکھنا

تربیت کرنے والے کے لیے بچوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے، اگر بچے کی نفسیات پیش نظر نہ رہیں تو ہزار کوشش بھی لا حاصل ہے۔

اصلاح میں تدریج کی اہمیت

منجملہ اصول تربیت کے تدریج بھی ایک اہم ضابطہ ہے، یعنی کسی بچہ کے اخلاق میں کوئی برائی ہو اور آپ اسے اسی وقت مکمل طور پر ختم کرنا چاہیں تو بچہ برگشتہ ہوسکتا ہے، کسی چیز کو آپ سختی سے ایک دم موڑنا چاہیں گے تو ٹوٹ جائے گی، ایسے وقت تدریج سے کام لینا چاہئے، جس کے ذریعہ آہستہ آہستہ اس خرابی سے نفرت دلائیں اور بچہ کی صلاحیت کو مرحلہ بمرحلہ کمال تک پہنچائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

الـرَّبَّـانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.	ربانی وہ ہے جو علم کی بڑی بڑی باتوں سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تربیت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم ، باب العلم قبل القول والعمل)

بچوں پرڈانٹ ڈپٹ اورغصہ کم کرنا

اصول تربیت میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ بچوں پرڈانٹ ڈپٹ اورغصہ کم کرنا چاہئے ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ انتہائی سنگین صورتحال میں ہونی چاہیے۔ ورنہ عمومی حالات میں اس سے گریز کرنا اورسنجیدگی کے ساتھ تربیت بہتر ہے۔موقع بہ موقع غصہ کرتے رہنے سے بچے کےاندر جذبۂ بغاوت نمو پاتا ہےاوروہ آوارہ ہوجاتا ہے۔

محترم حاضرین! یہ اصول تربیت ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک سے ملتے ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں دس سال رہے،اوررحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''اُف'' تک نہیں فرمایا۔جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلاَ لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اورحضور نے مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایااور میرے کئے پر یہ کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور میں نے کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے اسے کیوں نہیں کیااورحضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سےبہترین اخلاق والے ہیں۔

(جامع الترمذی شریف ص 21 ابواب البروالصلة ،باب ماجاء فی خلق النبی صلی الله علیه وسلم ،حدیث نمبر: 2147)

تربیت کا نقطۂ کمال صالحین کی صحبت و ہمنشینی

حاضرین کرام!

اگر بچپن میں بچوں کی تربیت نہ ہو اور عمر بڑی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ انہیں اسی حالت پر تو نہیں چھوڑا جاسکتا، ایسی صورت میں ان کی تربیت کے لیے نہایت مفید اور کارآمد صورت بزرگوں کی صحبت ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہمیں یہ اصول ملتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ.	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(سورہ توبہ۔ آیت 119)

دارین کی سعادت اور بھلائی کے حصول کا ذریعہ صالحین واولیاء اللہ کی ہمنشینی ہے، جیسا کہ حدیث پاک وارد ہے جسے محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح ج4 ص104، میں امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے:

عن أبي رزين: أنه قال له رسول الله صلى الله عليه و سلم: ألا أدلك على ملاك هذا الأمر الذي تصيب به خير الدنيا و الآخرة عليك بمجالس أهل الذكر.......	سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس معاملہ کی اصل نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل کرلو گے؟ اہل ذکر کی مجالس ومحافل کو لازم کرلو!۔

(شعب الایمان للبیھقی ، الحادی والستون من شعب الایمان ، قصة ابراھیم فی المعانقة،حدیث نمبر:9024)

یہ اصول اگر چہ چھوٹے بڑے سب کے لیے ہیں، تاہم بڑوں کے لیے تیر بہ ہدف ہے۔ خانقاہی نظام انہی پر قائم ہے بزرگان دین نے ان اصول کے ذریعہ ہزار ہا بلکہ لاکھوں افراد کی نہایت کامیاب تربیت کی ہے، کیونکہ صحبت کے بارے میں فرمایا گیا: صحبت اثر کرتی ہے اگر چہ ایک لمحہ کیوں نہ ہو۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صُحبَتِ صَالِحْ تُرا صَالِحْ کُنَدْ ☆ صُحبَتِ طَالِحْ تُرا طَالِحْ کُنَدْ

ترجمہ: نیک اور صالح کی صحبت تجھے نیک بناتی ہے اور برے کی صحبت برا بناتی ہے۔

حاضرین کرام! مٹی جو ہر چند مٹی رہتی ہے، لیکن جب گلاب کے پودے کے پاس ہوتی ہے تو وہ بھی مہکنے لگتی ہے اور یہی فطرت انسان میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، اسے جیسی صحبت ملے؛ اسکی زندگی ویسے ہی پروان چڑھتی ہے۔

جَمَالِ ہَمْ نَشِیْں دَرْمَنْ اَثَرْ کَرْدْ ☆ وَگَرْ نَہْ مَنْ ہَمَا خَاکَمْ کِہْ ہَسْتَمْ

ترجمہ: ہمنشین کا جمال مجھ میں اثر انداز ہو گیا ورنہ میں تو اپنے وجود میں خاک ہی ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اولاد کی تربیت کے ان اسلامی اصول کو عملی زندگی میں نافذ کرنے اور تادم زیست اس پر عمل پیرا رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے!۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت، حیات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.(سنن ابی داؤد)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی ہر صدی میں دینِ اسلام کی تجدید اور اس میں آنے والی خرافات اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے باعظمت شخصیات کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے؛ جو منشأ خداوندی ومرضئ رسالت پناہی کے مطابق دینِ متین کی حفاظت کرتی ہیں اور اس میں در آئی خرابیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتی ہیں، جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ	بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء میں اس
عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ	امت میں ایسوں کو وجود بخشتا ہے جو اس کے
مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.	لئے اس کے دین کی تجدید کرتے ہیں۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4293)

حضرات! چونکہ (28) صفر المظفر 1034ھ کو امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال مبارک ہوا ہے، اسی مناسبت سے آج آپ کے احوالِ شریفہ اور تعلیمات مقدسہ پر مختصر گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے:

اللہ تعالی ہر دور میں چند ایسے نفوس قدسیہ کو وجود بخشتا ہے جو احکامِ اسلام کے محافظ اور قوانینِ شریعت کے پاسباں ہوتے ہیں، انہیں باعظمت شخصیتوں میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

حدیث شریف میں امام ربانی کی آمد کی بشارت

یہ ایک مُسلَّمہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ما کان ،و ما یکون ''یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوگا' ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا، اور آپ نے اللہ تعالی کے اس عطا کردہ علم کی خیرات اپنی امت میں تقسیم فرمائی ہے، اور حضرات اہل بیت کرام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے امت تک یہ علم پہنچا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرامین کے ذریعہ جہاں اور چیزوں کی خبر دی وہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی بشارت بھی عطا فرمائی، چنانچہ'' جمع الجوامع، حلیۃ الاولیاء، اور

کنزالعمال‘‘میں روایت ہے:

عـن عبد الرحمن بن يزيد بـن جـابـر، قـال: بلغنا أن الـنبـي صـلـى الـلـه عليه و سلم قال:" يكون في أمتي رجـل- يـقـال له صلة - يدخل الجنة بشفاعته كذا و كذا.	حضرت عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کو"صِـلَۃٌ " (مخلوق کو خالق سے جوڑنے والا) کہا جائے گا،اس کی شفاعت سے بے شمار افراد جنت میں داخل ہوں گے۔

(جمع الجوامع۔حلیۃ الاولیاء،ج:2،ص:241،کنز العمال،حدیث نمبر:34589)

حضرات!اس حدیث شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود کی طرف اشارہ ہے،امت کے اکابر علماء نے آپ کو اس حدیث شریف کا مصداق قرار دیا،اور خود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:**الـحـمـد لـلـه الذى جعلنى صلة.** الخ............۔

ترجمہ:تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا (صلہ) اور دو گروہوں میں صلح کرانے والا بنایا ہے،اور درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ساری مخلوق میں سب سے افضل ہیں،اور تمام انبیاءِ کرام وملائکہ پر بھی درود وسلام ہو۔

(مکتوبات امام ربانی،دفتر دوم،مکتوب نمبر:6)

برادران اسلام! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن دوسمندروں کا ذکر فرمایا ہے ان سے ''شریعت اور طریقت'' کے سمندر مراد ہیں،اور دو گروہوں سے''علماءاورصوفیاء''مراد ہیں۔

(تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ،مؤلفہ علامہ نبی بخش توکلی،ص:265)

امام ربانی کاامت پرعظیم احسان

برادران اسلام! حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے نازک وقت میں صدائے حق بلند فرمائی جبکہ بادشاہ جلال الدین اکبر نے دین اسلام کے مقابل ایک باطل مذہب ''دینِ الٰہی'' کی بنیاد رکھی ،مساجد ومدارس کومنہدم کیا جانے لگا،حلال جانور ذبح کرنے پر پابندی عائد کی گئی جبکہ حرام خوری اور شراب نوشی پر کوئی امتناع نہ تھا،شعائر اسلام کومٹایا جانے لگا،احکام شریعت کونظر انداز کر کے باطل نظریات کوفروغ دیا جانے لگا،بادشاہ کے دربار میں آنے والے ہر شخص پر لازم تھا کہ وہ بادشاہ کو سجدہ کرے۔

حضرات! عبادتوں میں بگاڑ پیدا ہوجائے تواتنا بڑا خطرہ نہیں لیکن جب پورے دین میں بگاڑ پیدا ہوجائے اور بگاڑ کا نام ہی اصلاح رکھ دیا جائے اور بے دینی کوعین دین ٹھہرایا جائے تو یہ بہت بڑاخطرہ ہے،اوراکبری فتنہ اس قدر شدید تھا کہ اس کا فساد ایک خطہ تک محدود نہ تھا بلکہ دنیا کا ایک براعظم اس کی لپیٹ میں آچکا تھا،ایسے نازک وقت میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم قوت کے ساتھ اٹھے اور اکبر کے خودساختہ دین الٰہی اور باطل نظریات کا خاتمہ کیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام توانائیوں کو تحفظِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے صرف فرما دیا، اپنی زندگی کا ہر لمحہ فروغِ دین اور اصلاحِ امت کے لئے وقف فرما دیا۔

دعوتِ حق کے لئے آپ نے حکمت وموعظت کا اسلوب اپنایا، بادشاہ کے مصاحبین کے نام خطوط لکھے، اربابِ حکومت واَعْیانِ سلطنت کو حق کی طرف متوجہ فرمایا۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دینی وسماجی اور اصلاحی کارناموں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، آپ ہزارۂ دوم کے مجدد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص وخلیفہ اور حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بااختصاص شہزادہ ہیں۔

آپ کا نسب مبارک اٹھائیس (28) واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے جاملتا ہے۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص:250)۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات مثالی ہیں، آپ نے بڑی پامردی سے باطل طاقتوں کا مقابلہ فرمایا، آپ کو قید وبند کی صعوبتوں سے گذارا گیا، قید خانہ میں بھی آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا، آپ کی مساعی جمیلہ کی برکت اور تعلیم وتربیت کا یہ فیض رہا کہ وہ سارے قیدی جو کل تک قاتل وچور، شر وفساد بپا کرنے والے مجرم تھے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے صالحین واہل اللہ سے ہوگئے۔

ہماری ذمہ داری ہیکہ جس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عظیم فریضہ انجام دیا ہم بھی اس پاکیزہ اسلوب اور آپ کے داعیانہ کردار کو اپناتے ہوئے معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنائیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حالات لکھتے ہوئے حضرت

محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ رقم طراز ہیں: غوث الواصلین ، قطب العارفین، محبوب صمدانی ، امام ربانی، مجدد الف ثانی امام طریقت حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ نسبتًا فاروقی ہیں۔

اٹھائیس واسطوں پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے دادا ہوتے ہیں، آپ کے کل آباءواجداد، صلحاء وعلماء ہوئے ہیں۔

ماہ شوال المکرّم، شب جمعہ، 971ھ بلدہ سرہند میں آپ کی ولادت ہوئی۔

"خاشع" 971ھ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔

(زبدۃ المقامات، مترجم، ص: 131، تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص: 252)۔

ایک مبارک خواب:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی قدوۃ العارفین حضرت مولانا شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ساری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے، خنزیر، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کررہے ہیں، اسی دوران میرے سینے سے ایک عظیم نور نکلا جس سے سارا جہاں روشن ومنور ہوگیا، اور وہ ایک بجلی کی طرح تمام درندوں کو جلا کر خاک کردیا، اور اس نور میں ایک تخت ظاہر ہوا، اور اس تخت پر ایک بزرگ مسند نشیں ہیں، اور بہت سے نورانی آدمی اور فرشتے ان کے سامنے باادب کھڑے ہیں، اور ان کے سامنے ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکروں کی طرح ذبح کیا جارہا ہے، اور کوئی شخص بلند آواز یہ آیت کریمہ تلاوت کررہا ہے:

''وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا''۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل مٹنے والا ہی ہے۔

جب حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے گھر ایک ایسا لڑکا تولد ہوگا جس کی صف اولیاء میں امتیازی شان ہوگی، ان کے نور سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی اور دین محمدی کو روشنی اور فروغ حاصل ہوگا۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص:253۔ جواہر مجددیہ، ص16)۔

چنانچہ (ماہ شوال المکرّم، شب جمعہ، 971ھ) اس مبارک خواب کی تعبیر بن کر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔

آپ ابھی بہت کم عمر تھے کہ شیخ شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نسبت اس طرح پیشن گوئی فرمائی تھی کہ اس بچہ کی عمر طویل ہوگی اور بہت بڑا عالم، صاحبِ احوالِ عالیہ ہوگا۔

شیخ موصوف نے اپنے انتقال کے وقت اپنی زبان حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو چسوا کر جب ہی سے نسبت قادریہ کا القاء فرمادیا تھا، لڑکپن ہی سے آپ کی کچھ ایسی حالت تھی کہ جو آپ کو دیکھتا کہتا کہ یہ بچہ ہونہار ہے، آئندہ بہت کچھ کر دکھائے گا، آپ نے اکثر علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کئے ہیں، پھر سیالکوٹ جا کر مولانا محمد کمال کشمیری اور مولانا یعقوب کشمیری سے علوم کی تحصیل کی اور حدیث شریف کی سند قاضی بہلول بدخشی سے حاصل فرمائی، آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا

ہمسر، علوم میں نہ تھا، آپ کونسبت چشتیہ اورقادریہ اوران دونوں میں اجازت وخلافت اپنے والدگرامی ہی سے حاصل ہوئی۔

ابھی آپ کی عمرشریف (17) سال بھی نہیں ہوئی تھی کہ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار ہوکر طالبین اور سالکین کو ظاہری اور باطنی علوم کا افادہ فرمانے میں مصروف ہوگئے، اسی اثناء میں بہت سارے رسالے جیسے رسالہ جات تہلیہ اوررد روافض وغیرہ تصنیف فرمائے، گواس وقت روافض کا بہت زورتھا، مگرآپ کی حق پسندطبیعت نے ان کا ردلکھ ہی دیا۔

باوجوداس کمال کے نسبت نقشبندیہ حاصل کرنے کے لئے آپ بہت مشتاق تھے۔

بیعت وخلافت:

جب 1007ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تو آپ 1008ھ میں حج کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے، راہ میں دہلی پڑتی تھی، دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کئے، حضرت آپ کونہایت تعظیم وتکریم سے لئے، دودن کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کوداعیہ بیعت پیدا ہوا، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خلاف عادت بغیر استخارہ، آپ کوسلسلہ عالیہ میں داخل فرما کراپنا گذشتہ خواب بیان فرمایا کہ بہت دن ہوئے، میں نے ایک خواب دیکھا ہے، جس کی تعبیر حضرت خواجگی امکنگی قدس سرہ نے یہ دی تھی کہ مجھ سے کوئی قطب الاقطاب فیض پائے گا، تم میں وہ سب آثار پائے جاتے ہیں، تم ہی آئندہ قطب الاقطاب ہونے والے ہو۔

پھر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ نقشبندیہ کے ریاضات ومجاہدات، وظائف واذکار اور مراقبات میں اشتغال فرمایا، خدا کی شان! دو مہینے اور چند روز میں علومِ لدنیہ، معارِف یقینیہ، اسرارِ ولایت، مقاماتِ سَنِیَّہ، انوارِ فیوضاتُ وبرکاتِ الٰہیہ کچھ ایسے امڈے چلے آرہے تھے کہ جس کی وجہ سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کی عقلیں دنگ تھیں:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

پھر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر اپنے وطن میں تشریف لائے، دور دور سے عطشانِ معرفت آکر فیض یاب ہوتے تھے، گو آپ چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ کل نسبتوں کے مجمع تھے لیکن طریقہ نقشبندیہ کی ترویج میں خاص دلچسپی رکھتے تھے، غرض آپ کی حالت اس مقولہ کے مصداق ہے:

لَایُحِبُّهٗ اِلَّامُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَایُبْغِضُهٗ اِلَّا فَاجِرٌ شَقِیٌّ. مؤمنِ متقی ہی آپ کو چاہا کرتا اور اپنے دل میں آپ کی محبت لئے رہتا ہے، اور فاجر شقی، بدنصیب ازلی ہی آپ سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آخر میں نہایت معتقد ہوکر یہی مقولہ فرمایا کرتے تھے، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی آپ کی بہت کچھ مدح کی ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وروحانی مقام

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام ومرتبہ کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

نے آپ سے متعلق فرمایا: ''شیخ احمد وہ آفتاب ہیں جس میں ہم جیسے کئی ستارے گم ہیں''۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی وہ باکمال ہستی ہیں جس کا فیض سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے، آپ بیک وقت علماء ربانین کے پیشوا بھی تھے اور ارباب طریقت کے مقتداء بھی، آپ نے تبلیغ دین اور احیاء اسلام کا عظیم ترین فریضہ انجام دیا، روحانیت کے عظیم ترین منصب پر فائز ہونے کے ساتھ آپ کی علمی جلالت کا یہ حال تھا کہ تفسیر لکھنے کے دوران ایک مقام پر ابوالفضل کو - جو ایک نادر انداز میں بے نقط حروف سے قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا تھا - دشواری ہوئی اور وہ رک گیا، اچانک وہاں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوئے، اس نے آپ سے درخواست کی کہ میں یہاں پریشان ہوں کہ ان آیات مبارکہ کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے بے نقط الفاظ نہیں مل رہے ہیں، تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم لیا اور فی البدیہ ان آیات کی بے نقط تفسیر لکھ کر ابوالفضل کے حوالہ کردی۔ ابوالفضل آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر محو حیرت ہوگیا۔

(زبدۃ المقامات، ص:137/138۔ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مؤلفہ: علامہ نبی بخش توکلی، ص:255)۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) فضل وکمال کے نیر تاباں ہیں، جن کی روشنی میں ہمارے جیسے کتنے ہی ستارے گم ہیں۔

آپ مرید نہیں بلکہ مراد اور محبوب ہیں۔ جن کے ظہور کی کتنے ہی اکابر اولیاء اللہ نے بشارتیں دی تھیں۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی کہ میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ)

جیسی ہستی کی تربیت کر چلا ہوں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بشارت دی کہ تم علم کلام کے مجتہدین سے ہو۔ جن کے عقائد کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت ہوچکی ہے، اور فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے ایک رسالہ کے متعلق اولیاء کرام سے فرمایا کہ ایسے عقیدے رکھنے چاہئیے !۔

میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی ہستی آج اس آسمان کے نیچے اور نہیں ہے۔

(زبدۃ المقامات۔تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص: 262۔مشائخ نقشبندیہ۔)

حضرت امام ربانی کے حق میں حضرت غوث اعظم کی بشارت

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ جامع السلاسل بزرگ ہیں، آپ کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی فیض حاصل ہے، چنانچہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس وقت جنگل میں مصروف عبادت تھے، اچانک آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا؛ جس سے سارا عالم روشن ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ آج سے پانچ سوسال بعد جب بے دینی اور بگاڑ پھیل جائے گا، ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا؛ جو الحاد و بے دینی کے خلاف آواز اٹھائے گا اور دین اسلام کو نئی زندگی دے گا، آپ نے اپنے خرقۂ خاص کو نعمتوں سے مالا مال کرکے اپنے شہزادے حضرت سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا، وہ خرقہ آپ کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا؛ یہاں تک کہ حضرت سید شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خرقۂ نعمت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کی۔

(روضۃ قیومیہ۔جواھر مجددیہ، ص:13)

تذکرۂ امام ربانی کی اہمیت، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی نظر میں:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اخبار الاخیار'' میں رقم طراز ہیں: ترجمہ: کتاب اخبار الاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی جبکہ زبدۃ المقربین، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات الٰہی، مصدر برکات لامتناہی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات تحریر نہ کئے جائیں۔

مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی اس لئے آپ مقدم ترین کاملین و سابق ترین واصلین الی اللہ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے اور اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو اول وآخر سب ایک ہی چیز ہے، میرا آپ سے رجوع ہونا ثقہ حضرات کی زبانی مشہور بات ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ بیان ہوگا-(اخبار الاخیار، ص728)۔

کرامات

آپ کی کرامات بے حد و بے شمار ہیں، ایک وقت معین پر دس جگہ کی دعوت قبول فرمائی، وقت مقررہ پر ہر ہر شخص کے پاس کھانا تناول فرماتے نظر آئے۔

کلمہ حق کہنے کی وجہ سے جہانگیر نے جب آپ کو قید کیا تو باوجود سخت پہرہ چوکی، جمعہ کے لئے مسجد میں آتے اور بعد اس کے قید خانے تشریف لے جاتے، پہرہ والے جوانوں کو خبر بھی نہ ہوتی کہ آپ باہر کب آئے اور قید خانہ میں واپس کب ہوئے۔

بادشاہ موصوف نے کئی بار آپ سے یہ کرامت دیکھی، نہایت معتقد ہوکر معذرت کرتے ہوئے قید سے رہا کیا، جس وقت آپ محبس (قید خانہ) سے نکلے تو

دیگر تو سینکڑوں قیدی پر آپ کی فیض صحبت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ قیدی اہل دل اور اولیاء کرام سے ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ بارش کے موقع پر آپ نے بادل کو حکم فرمایا کہ مخصوص مدت تک بارش نہ ہو تو بارش اس مدت تک رکی رہی۔

اور آپ کی بہت بڑی کرامت تو شریعت پر استقامت تھی ،جسکو آپ نے اپنے کسی مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود ہوا پر اڑنے اور پانی پر چلنے کے ایک مستحب بھی ترک کیا ہو تو وہ نقشبندی اولیاء اللہ کے نزدیک جَو ، برابر قدر و منزلت نہیں رکھتا ہے۔

اتباع سنت آپ پر اس طرح غالب تھی کہ جب آپ کی عمر شریف (50) سال کی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ہماری عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف سے بڑھ نہیں سکتی، ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت میں ترسٹھ (63) سال کی عمر میں دنیا سے کوچ کر جائیں گے۔

ایسا ہی ہوا، ماہ محرم 1034ھ میں ایک روز آپ نے فرمایا کہ (پچاس روز کے بعد ہم اس عالم سے کوچ کرنے والے ہیں، مجھے میری قبر کی جگہ بتلائی گئی ہے)

ارشادات وفرمودات:

﴿اتباع سنت' عین سعادت﴾

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں جہاں کی سعادت کا حصول آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر منحصر ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی فلاح و بہبود حضرت

سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ اُسی کے ذریعہ بندے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں پہونچتے اور تجلیات ربانی سے مشرف اور مرتبۂ عبدیت (جو کمال کے مرتبہ سے اوپر مقام محبوبیت کے بعد ہے) سے سرفراز ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے موافق درست رکھے تا کہ آخرت کی سعادت نصیب ہو، بد اعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے زہر قاتل ہے جو دائمی موت وعتابِ الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔ عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی میں مغفرت کی گنجائش ہی نہیں۔

﴿ظاہر و باطن کی ترقی کی راہ﴾

علمائے اہل سنت و جماعت نے فرمایا ہے کہ اول اپنے عقیدہ کو ان بزرگوں کے عقائد کے موافق درست کر کے علمِ حلال وحرام، فرض وواجب، سنت ومستحب، مباح و مشتبہ حاصل کرنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی چاہئے۔ ان دو پروں کا حصول عملی اور اعتقادی طور پر حاصل ہونے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد دے تو عالمِ قدس کی طرف پرواز کرے۔ اور حقیر دنیا تو اس قابل نہیں ہے کہ اس کو اور اس کے مال و جاہ کے حاصل ہونے کو اصلی مقصود خیال کرے۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد نقشبندی سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل اور بدعتی لوگوں کی عزت نہ کیا کرو! جس نے ایسوں کی تعظیم کی تو اس نے گویا اسلام کو بے عزت کرنے میں مدد کی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کے مکان میں تصاویر ہوں یا وہاں فرش ریشمی ہو یا ظروف چاندی کے ہوں یا ساز کی قسم سے کوئی چیز ہو، یا لہو ولعب اور غیبت و بہتان کی مجلس ہو ان تمام صورتوں میں دعوت ہرگز قبول نہیں کی جانی چاہئیے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم دین کو تلقین سلوک کے مقابلہ میں بہتر سمجھتے تھے۔

نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے۔

تمام اولیاء رحمهم الله پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزار کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے تھے۔

زیارت قبور کو مستحسن، اولیاء اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثوابِ عباداتِ مالی و بدنی کو جائز قرار دیتے تھے۔ (ملخص از: مواعظ حسنہ، جلد دوم)

☆ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ مبارک سے قیامت تک جتنے اولیاء، ابدال، اقطاب، اوتاد، نقباء، نجباء، غوث یا مجدد ہوں گے سب فیضان ولایت وبرکات طریقت حاصل کرنے میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہوں گے، بغیر ان کے واسطہ اور وسیلہ کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہوسکتا۔

(مکتوبات امام ربانی ،جلداول، ص:323، مکتوب نمبر:266)

☆ مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ،جلداول، ص:133، مکتوب نمبر:54)

☆مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام واہل بیت عظام، اولیاء اعلام رضی اللہ عنہم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟۔

(مکتوبات امام ربانی ،جلد سوم،ص:427،مکتوب نمبر:72)

☆علماء کے لئے دنیا کی محبت اوراس میں رغبت کرنا ان کے جمال کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔مخلوقات کو اگر چہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں،لیکن ان کا علم ان کے اپنے حق میں نفع بخش نہ ہوا۔یہ علماء پارس کے پتھر کی مانند ہیں کہ تانبے،لوہے کی جو چیز بھی اس کے ساتھ رگڑ کھاتی ہے سونا ہو جاتی ہے،اور وہ خود اپنی ذات میں پتھر ہی رہتا ہے۔

بیشک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اللہ تعالی نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا۔

(مکتوبات امام ربانی،جلد اول،ص:95،مکتوب نمبر:33)

وصال مبارک:

روز سہ شنبہ 28 صفر 1034ھ میں آپ نے مسنون طریقہ کے موافق سیدھی کروٹ لیٹ کر دست مبارک اپنے رخسار کے نیچے رکھے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ سب کچھ اعمال صالحہ کئے مگر ایک وقت جو دو رکعت نماز میں نے پڑھی ہے وہ آج کافی ہو رہی ہے، یہ فرمایا اور اشراق کی نماز ادا فرمانے کے بعد آپ کی روح مبارک اعلی علیین کو روانہ ہوگئی،لفظ صلوۃ پر ہی خاتمہ ہو گیا،اور یہی صلوٰت نسبت انبیاء علیہم السلام کی ہے۔

آپ کی تاریخ رحلت ''رَفِيعُ المَرَاتِبُ'' نکالی گئی ہے۔

نَـوَّرَ الـلّـهُ مَضْجَعَهُ وَقَدَّسَ سِرَّهُ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نورانی کرے اور ان کے سِرُ کو پاک کرے)۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عقائد حقہ پر قائم رکھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات وہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔

آمِيْـن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصال مصطفی ﷺ کی اعجازی شان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:
إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ. وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! چونکہ ماہ صفر المظفر کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے خصوصی آثار ظاہر ہونے لگے تھے اور بارہ ربیع الاول کو آپ کا وصال مبارک ہوا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس سے پہلے کی مبارک کیفیات اور وقتِ وصال کے احوال شریفہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں جس سے ہمیں معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے احوال بھی آپ کی بے مثال شان وعظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔

عام طور پر جب کسی انسان کے انتقال کا وقت آتا ہے تو اس کے دل میں خوف وڈر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک فرشتہ وقت مقررہ پر آجاتا ہے اور انسان چاہے یا نہ چاہے اس کی روح قبض کر لیتا ہے، اس کا دنیا اور دنیا والوں سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

آج میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ موت کے وقت عام انسان ان مراحل سے گزرتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالی نے بے مثل و بے مثال شان عطا فرمائی، آپ کا ہر معاملہ رفعتوں اور بلندیوں والا ہے، آپ کی ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے، آپ کے وصال اقدس کا ہر مرحلہ عظیم شان والا ہے۔

برادران اسلام! ملک الموت علیہ السلام جب روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ کسی کی اجازت کے محتاج نہیں، لیکن جب وہ دربار نبوی میں حاضر ہوتے ہیں تو اجازت لیکر باادب حاضر ہوتے ہیں، اور سلام عرض کر کے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ جب تک آپ سے اجازت نہ لوں روح مبارک قبض نہ کروں۔

برادران اسلام! اس عنوان پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل کے ساتھ تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

میں نے خطبہ میں جن آیات مبارکہ کی تلاوت کی ہے اُن میں اللہ تعالی یہ ارشاد فرمارہا ہے:

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں جماعت در جماعت داخل ہورہے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان فرمائیں اور (امت کے لئے) مغفرت طلب کریں، بیشک وہ خوب توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(سورۃ النصر۔1تا3)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

الصحابة اتفقوا على ان هذه السورة دلت على انه نعى لرسول الله صلى الله عليه وسلم .

صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کی خبر دی گئی ہے۔

(التفسیرالکبیرللرازی، سورۃ النصر۔ 3)

اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگیں، قبیلہ قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوتا چلا جائے ، اسلام کے انوار چار دانگ عالم میں پھیل جائیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مقصدِ بعثت حاصل ہو چکا، احکام الٰہی کی تبلیغ تمام وکمال کے ساتھ ہو چکی تو اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد وثنا، تسبیح وتقدیس کا حکم فرمایا اور امت کے حق میں بخشش ومغفرت کی دعا کرنے کا امر فرمایا، گویا یہ وصال اقدس کے لمحات قریب آ جانے اور سفر آخرت فرمانے کی علامتیں ہیں۔

وصال اقدس کی پیشنگوئی

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا اور ان کے ساتھ آہستہ گفتگو فرمائی، اس سلسلہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے:

فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِءُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا

حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس انداز میں آئیں کہ آپ کے تشریف لانے کا انداز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے انداز سے کچھ بھی علحدہ نہیں تھا،

فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا
فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي ثُمَّ
أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ
عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا
فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا
فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا سَارَّهَا
الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ .
فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ
رَسُولُ اللَّهِ صلى الله
عليه وسلم مِنْ بَيْنِ
نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ ثُمَّ أَنْتِ
تَبْكِينَ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ
اللَّهِ صلى الله عليه
وسلم سَأَلْتُهَا مَا قَالَ
لَكِ رَسُولُ اللَّهِ صلى
الله عليه وسلم قَالَتْ مَا
كُنْتُ أُفْشِي عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صلى الله عليه
وسلم سِرَّهُ قَالَتْ فَلَمَّا
تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صلى
الله عليه وسلم

تو جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادی کو ملاحظہ فرمایا تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: میری شہزادی کے لئے خوش آمدید! پھر انہیں اپنی داہنی جانب یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے ساتھ آہستہ گفتگو فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں، جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فکر کرنے کو دیکھا تو آپ نے اُن سے دوسری مرتبہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا سے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان خصوصی طور پر آپ سے سرگوشی فرمائی، پھر آپ رونے لگیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے آپ سے کیا ارشاد فرمایا؟ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے فرمایا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرسکتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما ہوئے تو میں نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا:

قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ أَمَّا الآنَ فَنَعَمْ أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الأُولَى فَأَخْبَرَنِي ...... وَإِنِّي لاَ أُرَى الأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الأُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ.

آپ کو اس حق کا واسطہ جو میرا آپ پر ہے، مجھے بتلایئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے آپ سے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ہاں میں اب بتاتی ہوں؛ پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرمائی اور مجھے خبر دی کہ اسی حالت میں آپ کا وصال ہونے والا ہے اور فرمایا: میں اپنے وصال کو قریب دیکھتا ہوں تم تقوی پر قائم رہو اور صبر سے کام لو کیونکہ میں تمہارے لئے بہترین آگے جانے والا ہوں۔ تو میں رونے لگی جیسا کہ (اے ام المومنین) آپ نے مجھے دیکھا پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بے چینی اور میرا فکر کرنا ملاحظہ فرمایا تو دوسری مرتبہ مجھ سے سرگوشی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم ایمان والوں کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا کہ اس امت کی خواتین کی سردار ہو؛ تو میں مارے خوشی کے ہنس پڑی جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

(صحیح مسلم ج 2 ص290، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة بنت النبی علیهاالصلوة و السلام، حدیث نمبر: 6467)

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ سَارَّنِی فَأَخْبَرَنِی أَنِّی أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.	پھر مجھ سے سرگوشی کی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گی تو میں مارے خوشی کے ہنس پڑی۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام،حدیث نمبر:3427)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا' جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَبِی سَعِيدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللَّهِ قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ	سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے خطبہ ارشاد فرمایا' اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایک بندہ کو دنیا اور جو کچھ اللہ تعالی کے پاس ہے دونوں کے درمیان اختیار دیا ہے تو اس بندہ نے اُسے اختیار کیا جو اللہ تعالی کے پاس ہے،راوی فرماتے ہیں: اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ہم نے اس بات پر ان کے رونے کی وجہ سے تعجب کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کے بارے میں فرمایا جنہیں اختیار دیا گیا ہے،

فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا.

حقیقت یہ تھی جنہیں اختیار دیا گیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(صحیح بخاری ،کتاب المناقب ، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر، حدیث نمبر:3454)

اسی سے متعلق مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے،حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر رونق افروز ہوکر فرمایا:

إِنَّ عَبْداً عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا فَاخْتَارَ الآخِرَةَ .فَلَمْ يَفْطُنْ لَهَا أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي بَلْ نَفْدِيكَ بِأَمْوَالِنَا وَأَنْفُسِنَا وَأَوْلادِنَا .قَالَ ثُمَّ هَبَطَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْمِنْبَرِ فما رُئِيَ عَلَيْهِ حَتَّى السَّاعَةِ.

یقیناً ایک بندہ کے سامنے دنیا اس کی زینت ورعنائی کے ساتھ پیش کی گئی تو اس بندہ نے آخرت کو اختیار کیا،اس بات کو لوگوں میں کسی نے نہیں سمجھا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے،انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بلکہ ہم سب اپنے اموال اپنی جانیں اوراولاد آپ پر قربان کرتے ہیں ،راوی کہتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اُترے پھر کبھی آپ منبر شریف پر خطبہ کیلئے تشریف فرما نہیں دیکھے گئے۔(یعنی یہ آخری خطبہ تھا)

(مسند امام احمد ، مسند ابی سعید الخدری ،حدیث نمبر:12185)

وصال مبارک سے پہلے کی کیفیات

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر آن اپنے پروردگار کی غیر متناہی تجلیات مسلسل نازل ہوتی رہتی ہیں۔ تاہم وصال مقدس کے لمحات جوں جوں قریب آتے گئے ،قرب حق اور انوار الٰہی کے مشاہدہ میں ڈوبے رہنے کے باعث آپ کے بدن مبارک پر عجیب کیفیات طاری ہوتی رہیں۔ ظاہری طور پر کبھی سر انور میں تکلیف کی شدت تو کبھی بخار میں تیزی اور حِدّت اور کبھی غشی کا طاری ہونا، یہ سب کیفیات دراصل وصال حق و قرب رب کے انوار و تجلیات میں محویت واستغراق کی آئینہ دار ہیں۔

صفر المظفر کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع تشریف لے گئے ،واپسی کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں درد شروع ہوا، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی مُوَيْهِبَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ عَثَنِی رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّی قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ فَانْطَلِقْ مَعِی. فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا وَقَفَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ قَالَ :	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کے درمیانی حصہ میں بلا بھیجا اور فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے حکم دیا گیا کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں تو تم میرے ساتھ چلو، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا؛ جب آپ بقیع میں کھڑے ہوئے تو فرمایا:

السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ	السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ !تم پرسلامتی
الْمَقَابِرِ لِيَهْنِ لَكُمْ مَا	ہوا ے اصحاب قبور! جن حالات میں صبح کرتے
أَصْبَحْتُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْبَحَ	ہوتمہارے لئے خوشگوار اور بہتر ہے اس سے جن
فِيهِ النَّاسُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا	حالات میں لوگ صبح کرتے ہیں' اگر تم جانتے
نَجَّاكُمُ اللَّهُ مِنْهُ أَقْبَلَتِ	جس سے اللہ تعالی نے تمہیں نجات عطا فرمائی ،
الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ	فتنے قریب ہیں تاریک رات کے حصوں کی طرح
يَتْبَعُ أَوَّلُهَا آخِرَهَا الآخِرَةُ	جس کا پہلا حصہ آخری حصہ کے پیچھے آتا ہے ،
شَرٌّ مِنَ الأُولَى .قَالَ ثُمَّ	آخری فتنہ پہلے سے برا ہے ،حضرت ابومویہبہ
أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ يَا أَبَا	رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ	نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اے ابومویہبہ!
مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الدُّنْيَا	مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور دنیا کا قیام
وَالْخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ	عطا کیا گیا پھر جنت دی گئی اور دنیا کے درمیان
وَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذَلِكَ وَبَيْنَ	اور میرے رب کے وصال و جنت کے درمیان
لِقَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ	اختیار دیا گیا ، میں نے عرض کیا: میرے ماں
وَالْجَنَّةِ .قَالَ قُلْتُ بِأَبِي	باپ آپ پر قربان! دنیا کے خزانوں کی کنجیاں
وَأُمِّي فَخُذْ مَفَاتِيحَ الدُّنْيَا	اور دنیا میں قیام اختیار فرمائیں' اس کے بعد
وَالْخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ .قَالَ	جنت کو،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے
لاَ وَاللَّهِ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ لَقَدِ	ابومویہبہ ! اللہ کی قسم ! یقیناً میں نے تو اپنے
اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي وَالْجَنَّةَ.	رب کے وصال اور جنت کو اختیار کر لیا ہے،

ثُمَّ اسْتَغْفَرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَبُدِءَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي وَجَعِهِ الَّذِي قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ حِينَ أَصْبَحَ.	پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی اور واپس ہوئے، جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض مبارک کی وہ کیفیت شروع ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر قبض کی۔

(مسند امام احمد، حدیث نمبر:16419)

تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ کے باعث اور اس میں مستغرق رہنے کی وجہ سے بظاہر درد ظاہر ہوا اور درد زیادہ ہونے کی وجہ بخار چڑھ گیا، بخار بھی اتنی شدت کے ساتھ تھا کہ بدن مبارک پر بخار کی حرارت محسوس ہوتی تھی، اس کیفیت کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لاتے اور امامت فرماتے، ازواج مطہرات کی باریوں کا بھی لحاظ فرماتے، باوجود یہ کہ جس طرح بیویوں کی باریاں مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے ؛اسطرح ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا، لیکن آپ نے ازراہ کرم اپنی جانب سے باریاں مقرر فرمائی تھیں، جب اس حالت میں زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے تمام ازواج مطہرات کو طلب فرمایا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں قیام فرمارہنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تھے، تمام ازواج مطہرات نے رضامندی کا اظہار کیا، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک تشریف لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی سکونت اور سفرِ آخرت کا اختیار

حاضرین کرام! جیسا کہ ابھی معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں عطا دی گئیں' دنیا میں رہنے کا اختیار دیا گیا' جنت بھی آپ کے قدم اطہر چومنے کیلئے بے چین و بے قرار ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ملک الموت حاضر خدمت نہیں ہوسکتے ۔ دنیا میں مزید رہنا' یا آخرت کو اختیار کرنا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا۔

اس سلسلہ میں ایک اور روایت صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

عَنْ عَـائِشَةَ رضـی الله عنها قَالَتْ سَـمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسـلـم يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ .	فرماتی ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں جاتے؛ جب تک کہ انہیں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر ، باب قوله فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين، حديث نمبر: 4310، ج 2، ص 660۔ مسند احمد، حديث نمبر: 26175، ج 7، ص 293، صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ ،باب مرض النبی صلی الله عليه وسلم ، ج 14، ص 556)

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے:

ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى قُلْتُ إِذًا لاَ يَخْتَارُنَا.

وصال مبارک کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ادا فرمارہے تھے "اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى" یعنی اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ قیام اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(صحيح البخارى كتاب الدعوات ، باب دعاء النبى صلى الله عليه و سلم اللهم الرفيق الاعلى ،حديث نمبر:5988، ج 2،ص 393)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم

برادران اسلام! وصال مبارک سے پہلے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل امامت فرماتے رہے، جب بار بار غشی طاری ہوتی رہی تو آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا' اس سے متعلق صحیح مسلم میں حدیث پاک مذکور ہے:

فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى أَبِى بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّىَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّىَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلاً رَقِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ .قَالَتْ فَصَلَّى بِهِمْ أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آپ امامت کے لائق وحق دار ہیں، چنانچہ ان دنوں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرماتے رہے،

ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلاةِ الظُّهْرِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لاَ يَتَأَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قاعِدٌ.	پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو دو صحابۂ کرام کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمانے کے لئے مسجد تشریف لائے ؛ جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے،اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی امامت فرمارہے تھے، جب آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؛ پیچھے ہٹنے لگے ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا اور اُن دونوں حضرات سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھاؤ ، اُنہوں نے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے رہ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے لگے اور تمام صحابہ کرام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیرات سن کر نماز ادا کرتے رہے،اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرمارہے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوة ،ج ۱ ص۱۷۸/۱۷۷، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض و سفر وغيرهما،حديث نمبر:963)

بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ الْـمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْـمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز فجر کی امامت فرمارہے تھے، اچانک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی اور جلوہ نمائی ہوئی کہ آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور صحابہ کرام کی جانب نظر رحمت فرمائی، جب کہ صحابۂ کرام نماز میں صف بستہ تھے، پھر آپ نے تبسم فرمایا' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف سے مل جائیں اور یہ گمان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پرانوار سے مسلمانوں کو اس قدر مسرت وشادمانی حاصل ہوئی کہ سب لوگوں نے ارادہ کرلیا کہ نماز توڑدیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار میں محو ہوجائیں۔

فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری ، ج 2ص640، کتاب المغازی ، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ و سلم ووفاته حدیث نمبر: 4183)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ اس وقت چہرۂ انور کی شان یہ تھی کہ آب وتاب، چمک دمک اور نورانیت و ہدایت میں قرآن کا صفحہ لگ رہا تھا۔

(صحیح البخاری ۔ ج 1۔ص93،کتاب الاذان ، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة ، حدیث نمبر: 648)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم فرمانا خوشی ومسرت کے لئے تھا، چہرۂ انور صفحۂ قرآن نظر آ رہا تھا، چہرۂ انور میں نورانیت کے ساتھ ساتھ اس بات کی فرحت ومسرت کا اظہار تھا کہ احکام الہیہ کو پہنچانے کا عظیم مقصد حاصل ہو چکا ہے، امت، اسلام کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے، عبادات ومعاملات' اطاعت خداوندی اور خوشنودی الٰہی کے لئے بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے۔

وصال مبارک کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی حاضری

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے تین دن قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام تاجدار ختم نبوت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا اعزاز واکرام اور تعظیم واحترام بجالانے کے لئے بطور خاص بھیجا ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپکی پاکیزہ طبیعت اور احوال شریفہ دریافت کئے، پھر ملک الموت نے اجازت طلب کی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ ملک الموت ہیں، آپ سے اجازت طلب کررہے ہیں اور آپ سے پیشتر کسی نبی سے انہوں نے اجازت نہیں طلب کی اور نہ آپ کے بعد کسی انسان سے وہ اجازت طلب کریں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت دیدو! پس ملک الموت حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!:

إن الله أرسلني إليك وأمرني أن أطيعك، إن أمرتني بقبض نفسك قبضتها، وإن كرهت تركتها، فقال جبريل يا أحمد إن الله قد اشتاق إلى لقائك، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ملك الموت امض لما أمرت به، فقال جبريل: يا أحمد عليك السلام هذا آخر وطئي الأرض، إنما كنت أنت حاجتي من الدنيا.

بے شک اللہ عزوجل نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ جوبھی ارشادفرمائیں؛ میں اس کی تعمیل کروں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، حضور علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت! تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو، پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو! روئے زمین پر (وحی کے ساتھ) میری یہ آخری حاضری ہے، اس کے سوا نہیں کہ اس دنیا میں میرا مقصود ومدعا آپ ہی ہیں۔

(المواهب اللدنية، ج 4 ص 841۔ کنز العمال ، حرف الشین ، کتاب شمائل الاخلاق ، ج 7،ص 100/101،حدیث نمبر:18785)

ملک الموت کا کام یہ ہے کہ جس شخص کی عمر ختم ہوجائے اس کی روح قبض کرلیں ، مدتِ عمر ختم ہونے کے بعد اُنہیں دنیا کی کوئی طاقت اپنا کام انجام دینے سے نہیں روک سکتی ،لیکن یہ بارگاہ سرورکون ومکاں کی بارگاہ ہے، یہ دربارِ بادشاہِ انس وجان کا دربار ہے، اس دربار عالی شان میں ملک الموت مؤدبانہ انداز سے اجازت طلب کرتے ہیں، اس بارگاہِ عالیجاہ میں خادمانہ شان سے حاضر ہوتے ہیں، وہ ملک الموت جن کے سپرد ،ارواح قبض کرنے کا معاملہ ہے، جومقررہ وقت پر روح قبض کرنے میں تأمل نہیں کرتے ، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض یہ کرتے ہیں کہ حکم الٰہی یہی ہے کہ اطاعت کروں ،منشأ یزدانی یہی ہے کہ آپکے حکم کی تعمیل کروں، آقا! آپ جوحکم فرمائیں بجالانے کے لئے حاضر ہوں۔

ملک الموت دراقدس پراجازت کےخواہاں

عزیزان محترم !اسی طرح معارج النبوت ،ج 3 ص 501 میں ایک روایت ہے: حضرت عزرائیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کے ساتھ جوموتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے ہوئے تھے، زمین کی طرف آئے ،سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اندر داخل ہوئے اور سلام عرض کیا، پھر عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ نے آپ کوسلام فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ جب تک آپ سے اجازت نہ لوں روح مبارک قبض نہ کروں، روح الامین حضرت جبرئیل عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! خوشخبری لایا ہوں ،فرمایا: کیا ہے؟ عرض کیا: آج دوزخ کے دروازے بند کردئے گئے، جنت آراستہ کردی گئی ہے، حورعین نے اپنے

آپ کو آراستہ کرلیا ہے اور صف بستہ فرشتے آپ کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو سب مسرت بخش خبریں ہیں، مگر ایسی بات سناؤ! جس سے مزید خوشی ہو، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: تمام انبیا اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خوشی اور زیادہ کرو! عرض کیا: حق تعالیٰ نے آپ کو ایسے فضائل عطا فرمائے ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، حوض کوثر، مقام محمود، شفاعت عظمیٰ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے اتنے لوگوں کو بخش دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت علیہ السلام سے بخوشی ارشاد فرمایا: جس چیز کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو!۔(معارج النبوت ج3،ص501)

بارہ ربیع الاول روز دوشنبہ چاشت کے وقت سر انور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک گود میں تھا، مسواک کرنے کا ارادہ فرمارہے تھے، لیکن مسواک سخت تھا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسواک کو چبا کر نرم کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا؛ آپ کے سامنے ایک برتن تھا، آپ پانی میں دونوں مبارک ہاتھ داخل فرماتے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فرماتے ہوئے چہرۂ انور پر پھیرتے، پھر آپ نے دست اقدس اُٹھایا اور فرمایا'' أَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى '' (بارالہا! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں) روح مبارک قبض ہوئی اور دست اقدس مائل ہو گیا۔

(صحيح البخاری، ج 2 ،ص640، كتاب المغازی ، باب مرض النبی صلی الله عليه و سلم و وفاته، حديث نمبر:4184)

وصال مبارک کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ

صحابۂ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصال مبارک کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ سے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر صلوٰۃ کون پڑھیں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غسل مبارک اور تکفین سے فارغ ہونے کے بعد مجھے روضۂ اقدس کے کنارے میرے تخت پر رہنے دو، پھر کچھ دیر میرے حجرۂ مبارک سے باہر ہوجاؤ! کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ پڑھنے والے جبرئیل ہونگے، پھر میکائیل' پھر اسرافیل' پھر ملک الموت اور ان کے ساتھ فرشتوں کی بہت سی جماعتیں ہونگی، پھر تم لوگ جماعت در جماعت حاضر ہوتے جاؤ اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھو! سب سے پہلے میرے اہل بیت حاضر ہونگے، پھر ان کی مستورات، بعد ازاں تم لوگ حاضر ہونگے، کرم نوازی فرمانے والے آقا ومولی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اُن صحابہ کو جو اس وقت حاضر نہ ہوں اور آج کے دن سے قیامت تک میرے بعد آنے والے میرے غلاموں کو میری جانب سے سلام پہنچادو! ہم نے عرض کیا: آپ کے روضۂ اقدس میں کون داخل ہونگے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پروردگار کے فرشتوں کے ساتھ میرے اہل بیت داخل ہوں گے۔ (حاشية الزرقاني على المواهب۔ ج12' ص115/116)

قربان جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام فرمانے پر' کہاں وہ عظمت والے نبی اور کہاں ہم سیاہ کار امتی، کہاں وہ ختم نبوت کے تاجدار کہاں ہم جیسے روسیاہ

گنہگار، کیا ہم اس لائق ہیں کہ سرکار ہمیں سلام فرمائیں، ہمارے لئے سلامتی کی دعا کریں ، ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جس کی وجہ سے ہم زبان نبوت کے ذریعہ سلامتی کے مستحق ہوجائیں، یہ محض حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی اور آپ کا کرم بالائے کرم ہے کہ آپ نے آنے والے تمام اہل ایمان کو سلام فرمایا، یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال لطف وعنایت ہے کہ قیامت تک کے ہم مسلمانوں کو سلامتی عطا فرمائی، سرکار کی جانب سے سلامتی کی اس دعا کی برکت ہی ہے کہ ہم ہزاروں لغزشوں کے باوجود باعزت زندگی بسر کررہے ہیں، بے شمار گناہوں کے باوجود باسلامت ہیں، ہمیں چاہئے کہ رحمت ومحبت کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے مشفق ومہربان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کثرت سے درود شریف پڑھتے رہیں، سلام عرض کرتے رہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق غسل شریف اور تکفین کے بعد حجرۂ مبارک خالی کردیا گیا، فرشتوں نے حجرۂ مبارک میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کیا، فرشتوں کی حاضری کے بعد صحابۂ کرام جماعت در جماعت حجرۂ مبارک میں حاضر ہوتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ، پہلے مرد حضرات حاضری دیتے، پھر مقدس خواتین، پھر بچے، اس طرح کسی صحابی نے کسی کی اِقتدا نہیں کی، ہر شخص امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی سعادتیں وبرکتیں حاصل کرتا۔

جیسا کہ سبل الھدی والرشاد ۔ج 12۔ص 331 میں ہے:

وقال أبو عمر رحمه الله تعالى وصلاة الناس عليه أفذاذا لم يؤمهم أحد.

حجرۂ مبارک میں داخل ہوکر آپ کی خدمت بابرکت میں صحابۂ کرام نے ان کلمات کے ساتھ صلاۃ وسلام عرض کیا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ''............:

اللهم إنا نشهد أنه قد بلغ ما أنزل إليه ونصح لأمته، وجاهد في سبيل الله تعالى، حتى أعز الله تعالى دينه وتمت كلماته فآمن به وحده لا شريك له فاجعلنا يا إلهنا ممن يتبع القول الذى أنزل معه واجمع بيننا وبينه حتى يعرفنا ونعرفه فإنه كان بالمؤمنين رؤوفا رحيما. لا نبتغي بالإيمان بدلا ولا نشتري به ثمنا أبدا، فيقول الناس آمين آمين.

اے اللہ! بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام احکام کو پہنچا دیا جو آپ پر نازل کئے گئے اور اپنی امت کی خیر خواہی فرمائی، راہ خدا میں بڑے بڑے مجاہدات فرمائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا اور اس کے کلمات پورے ہوئے، ہم اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہ کی ذات پر ایمان لے آئے۔ پروردگار! ہمیں اس کلام مقدس کی پیروی کرنے والا بنا جو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں ہمارا حشر فرما، تا کہ آپ کی نگاہ کرم سے ہم بہرہ ور ہوں اور بروز محشر آپکی قدر ومنزلت کو پہنچان لیں، بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنوں پر حد درجہ شفقت ورحمت فرمانے والے ہیں، ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتے اور نہ اس کے ذریعہ کوئی قیمت ودام چاہتے ہیں، صحابۂ کرام اس دعا پر آمین آمین کہتے جاتے۔

(سبل الهدی و الرشاد ۔ج12 ۔ص330)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد فرشتوں نے اور صحابۂ کرام نے جو صلوٰۃ پڑھی اس سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں دو باتیں ہیں (1) ایک یہ کہ اس سے نماز جنازہ مراد ہے۔ (2) دوسرے یہ کہ اس صلوٰۃ سے درود شریف مراد ہے ، اور یہ دوسرے معنٰی مراد لینے میں کوئی تکلف نہیں، روایتوں کے الفاظ وکلمات اس کی تائید کرتے ہیں، درود شریف کے لئے عربی زبان میں جو لفظ ''صلوٰۃ''''علی'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے نماز جنازہ کے لئے بھی ٹھیک اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔

روضۂ اقدس اور تدفین مبارک:

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ .قَالَ فَرَفَعُوا فِرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الَّذِي تُوُفِّيَ عَلَيْهِ فَحَفَرُوا لَهُ-

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بیان فرمایا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام جس جگہ وصال فرماتے ہیں؛ وہیں اُن کی آرام گاہ ہوتی ہے، لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تدفین شریف عمل میں آئی؛ جہاں وصال مبارک ہوا۔

(سنن ابن ماجه .باب ذكر وفاته ودفنه -صلى الله عليه وسلم 1696.)

روضۂ اقدس میں امت کی بخشش کے لئے دعاء

روضۂ اقدس لحد کے طور پر بنایا گیا، حضرت علی مرتضٰی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے اندراترنے کی سعادت حاصل کی، حضرت قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے آخر تک روضہ اقدس میں رخ انور کی

زیارت کی، جب میں نے نظر ڈالی تو دیکھا: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک جنبش کر رہے ہیں! میں نے جب اپنا کان دہن مبارک کے قریب کیا تو میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: رَبِّ اُمَّتِی اُمَّتِی، پروردگار! میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے۔ (مدارج النبوت فارسی ۔ ج2۔ ص442)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.

یقیناً اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کو کھائے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ذکر وفاته و دفنه صلی الله علیه و سلم، ص 118 حدیث نمبر:1706)

حیاتی خیر لکم تحدثون ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرًا لكم تعرض علي أعمالكم فإذا رأيت خيرًا حمدت الله وإن رأيت شرًّا استغفرت لكم. (ابن سعد عن بکر بن عبد الله مرسلاً)

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا میں قیام فرما رہنا تمہارے لئے بہتر ہے، تم مجھ سے ہم کلامی کا شرف پاتے ہو اور تمہیں احادیث شریفہ بیان کی جاتی ہیں، جب میں وصال کر جاؤں تو میرا یہ وصال فرمانا تمہارے حق میں بہتر ہے، تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر میں ان میں کوئی نیکی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(جامع الأحاديث ،حديث نمبر: 11666الجامع الكبير،حديث نمبر: 12123)

اللہ تعالیٰ ہمیں فیضان نبوت سے مستفیض فرمائے ، اور حشر میں آپ کی شفاعت عظمیٰ سے مستفید فرمائے اورہمیں عقائد صحیحہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطافرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ سوم برائے ربیع الاول

x

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

……بعثت خیرالانام کا آفاقی پیغام……

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوعَلَيْهِمْ اٰيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! خطبہ کے بعد جس آیت کریمہ کی تلاوت کی گئی اس کا ترجمہ یہ ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک عظمت والے رسول کو مبعوث فرمایا، جوان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بلاشبہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(سورۃ ال عمران۔164)

بعثت سے پہلے کے حالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی ساری انسانیت کے حق میں

نعمت عظمی ہے، آپ کی بعثت سے قبل جاہلیت کا دور دورہ تھا، جزیرۂ عرب کے بشمول ساری دنیا جہالت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، لوگ بداعتقادی، توہم پرستی اور کفر وشرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، فحاشی وبے حیائی میں ملوث تھے، ظلم وزیادتی اور حق تلفی عام تھی، سودخوری اور جوابازی کا بازار گرم تھا، برسرعام مئے نوشی وخون ریزی کی جاتی تھی، لوگوں کے درمیان محبت والفت کے تعلقات نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ عداوت ودشمنی، بغض وعناد ان کے مابین عام تھا، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے مخالفت رکھتا تھا، ایک خاندان دوسرے خاندان کو ناپسند کرتا تھا، نفرت ومخالفت کی وجہ سے دوقبیلوں کے درمیان لڑائی اور جنگ کی نوبت آتی، ہر دوقبیلے اپنے حلیف قبائل سے تعاون لیتے تاکہ دوسرے قبیلہ کو تباہ وتاراج کردیں، اس طرح متعدد قبائل کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی، وہ اپنی مکمل طاقت، صرف اس مہم میں خرچ کرتے کہ کسی طرح مقابل والے قبیلہ کے افراد کی خونریزی کریں اور اس قبیلہ کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹادیں، ایک چھوٹی سے بات پر عرب کے دوقبیلوں "اوس وخزرج" کے درمیان تکرار ہوئی اور تکرار کی یہ حالت جنگ میں تبدیل ہوگئی، اوس وخزرج کے درمیان چھڑی یہ جنگ ایک سو بیس (120) سال تک جاری رہی۔

اس دہشت ناک ماحول میں انسانی جان کیسے محفوظ رہ سکتی تھی؟ جان کی ارزانی کا یہ عالم ہے تو مال کی تباہی وبربادی کا کیا پوچھنا؟ دلوں میں شدت وسختی تھی، تعلقات میں کشیدگی تھی، خودغرضی، دھوکہ دہی، غرور وتکبر کو لوگ اپنی شان سمجھتے تھے، انسانیت سِسک کر دم توڑ رہی تھی، ایسے نازک وقت میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کے لئے، کفر وشرک کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان واسلام کے انوار سے منور کرنے

اور جہالت وناخواندگی کومٹا کر دولت علم سے مالا مال کرنے کے لئے اللہ تعالی نے محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ختم نبوت کی خلعت فاخرہ پہنا کر تمام مخلوق کی طرف بھیجا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کیا ہوئی، کائنات پر رحمت سایہ فگن ہوگئی، انسانیت کو قرار حاصل ہوا، فساد وبدامنی کی جگہ امن وسلامتی آ گئی، قَسْوَتِ قلبی کی جگہ شفقت ونرمی آ گئی، تعلقات میں کشیدگی کی جگہ دلوں کی کشادگی نے لے لی، خودغرضی ودھوکہ دہی کی جگہ اخلاص وللّٰہیت نے اختیار کی، غرور وتکبر کی جگہ فروتنی وانکساری نے حاصل کر لی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بکھرے ہوئے معاشرہ کی شیرازہ بندی کی، سماج کے انتشار وپراگندگی کو اتحاد واتفاق سے بدل دیا، جہالت کی تاریکیوں میں حیراں وسرگرداں دنیا کو علم ومعرفت کی روشنی عطا فرمائی، سسکتی ہوئی انسانیت کو زندگی سے آشنا کر دیا، معلم کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتلایا کہ تمہاری طاقت وقوت خونریزی اور غارت گیری کے لئے نہیں، بلکہ فتنہ وفساد کا سد باب کر کے امن قائم کرنے کے لئے ہے، تمہاری کدّ وکاوش اختلاف کے لئے نہیں، یکجہتی کے لئے ہو، تمہاری کوشش خودغرضی ودھوکہ دہی کے لئے نہیں، ایثار وقربانی کے لئے ہو، تمہارا وجود ظلم وزیادتی کرنے کے لئے نہیں بلکہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لئے ہے۔

بعثت مصطفیٰ کی عالمگیریت

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت میں اللہ تعالی نے عالمگیریت وآفاقیت رکھی ہے، آپ کسی خاص قوم وملک کے لئے نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لئے ہادی ورہبر ہیں۔ارشاد الہی ہے:

تَبَارَکَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُونَ لِلْعٰلَمِینَ نَذِیرًا.

بڑی بابرکت ہے وہ ذات! جس نے فیصلہ والی کتاب (قرآن کریم) اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پرنازل فرمائی، تاکہ وہ تمام جہاں والوں کوڈرانے والے ہوں۔

(سورة الفرقان:1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا پیام ہمہ جہت ہے، آپ کا پیام ہرطبقہ اورگروہ کے لئے راحت رساں اورفیض بخش ہے، آپ کی بعثت کے بعد معبودان باطلہ کی پرستش کرنے والے، معبود برحق "خدائے واحد" کی عبادت کرنے لگے، آپ نے انسانی اقدار کا تحفظ فرمایا، کمزور وناتواں افراد کوان کے حقوق دلائے، غلامی وظلم کی بیڑیوں میں قید رہنے والی انسانیت کو رہائی اور آزادانہ زندگی گزارنے کا حق دیا، اخلاق سوز حرکت کرنے والوں کو پاکیزہ اخلاق اور بلند کردار کا حامل بنایا، آپ نے دہشت وبربریت کے ماحول کوختم کرکے امن وسلامتی، صلح وآشتی کی فضاعام فرمائی، جنہوں نے آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے آپ نے ان کے حق میں بھی ہدایت کی دعافرمائی، جنگ وجدال، خون ریزی وفساد کی عادی قوم کومحبت واخوت کا ایسادرس دیا کہ سخت دشمن بھی آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، آپ کے اس احسان عظیم کا تذکرہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 103 میں اس طرح کیا گیا، ارشادالٰہی ہے:

وَاذْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِکُمْ

اورتم اللہ تعالی کی نعمت کو یادکرو؛ جو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں) اس نے تم پرفرمائی ہے! جب کہ تم دشمن تھے، تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی،

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا.	اورتم اس کی اس نعمت کی برکت سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے،اورتم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے،تواس نے تمہیں وہاں سے نکالا۔

(سورۂ آل عمران:103)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل چالیس سال مکہ مکرمہ میں گزارے،آپ کی یہ بابرکت زندگی،آپ کے اخلاق کی پاکیزگی،معاملات کی صفائی،کردار کی بلندی اورآپ کی حق پسندی وحق گوئی کو دیکھ کر اغیار بھی آپ کو صادق وامین تسلیم کیا کرتے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے آپ کے وجود باجود کو نعمت کبری اور آپ کی بعثت کو احسان عظیم قرار دیا،ارشاد الہی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ .	یقیناً اللہ تعالی نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا کہ ان کے درمیان انہیں میں سے ایک باعظمت رسول کو مبعوث فرمایا،جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اورانہیں پاک وصاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں،حالانکہ وہ (آپ کی آمد سے) قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

(سورۃ ال عمران:164)

﴿عفوورحمت کی عظیم مثال﴾

برادران اسلام! کفار مکہ جواعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اور ہجرت مدینہ سے صلح حدیبیہ تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کوطرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے رہے، ایذارسانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا، انہوں نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشہید کرنے کی بارہا ناپاک سازشیں کیں، قبائل عرب کومسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔فتح مکہ کے وقت ایسے جانی دشمنوں اورخون کے پیاسوں کے حق میں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رحمت والفت سے لبریزفرمان عالیشان جاری فرمایا:

قَـالَ لَا تَثْـرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ..اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ. آج تم سے کوئی باز پرس نہیں، جاؤتم لوگ آزادہو۔

(سبل الهدى و الرشاد، ج5ص242)

اورعام اعلان فرمایا کہ

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةْ. آج تورحمت ومہربانی فرمانے کادن ہے۔

(جـامـع الأحـاديـث، مسـنـد عبد الله بن عباس رضى الله عنهما . حديث نمبر38481)

برادران اسلام !جب سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی ہےتو انسان ظلم و انصاف کافرق بھول جاتاہے، دنیا کی جتنی سوپرپاورمملکتیں گزری ہیں، انہوں نے اپنی فتح کاجشن مظلوم افراد کاخون بہاکرمنایاہے، دنیامیں جب بڑی بڑی فتوحات ہوئیں توفتح کے بعدمفتوحہ علاقہ میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔تاتاری قوم جب پوری قوت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئی تو انہوں نے سارے شہرکوتہس نہس کردیا، انسانی خون کا

سمندر بہادیا۔صلیبیوں نے جب ملک شام پرغلبہ واقتدار حاصل کیا تو خون کی ندیاں رواں کردیں، اس وقت مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنے انسانی خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ہزاروں مسلمانوں کاقتل عام ہوا۔ دنیا نے صلیبیوں کا یہ اقتدار دیکھا، جہاں انسانی خون کی ندیاں بہتی ہیں، انسانیت سسک سسک کردم توڑتی ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام بادشاہوں، سربراہانِ مملکت اورارباب سلطنت کے لئے عظیم مثال قائم فرمائی۔ اقتدار حاصل کرنے والوں کوایک آفاقی پیام دیا، فتح مکہ جیسا عظیم کارنامہ ہوا، جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کواپنے زیراقتدارملاحظہ فرمایا، چاہتے تو تمام کافروں کوقتل کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ نے ارشادفرمایا: آج تم پرکوئی داروگیرنہیں، تم لوگ آزادہو، پرامن رہو۔

حضرات! دنیا فکری، عملی اور اخلاقی اعتبار سے تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، اندھیریوں میں کھوگئی تھی، رب العالمین نے اپنے حبیب کریم، آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کوجلوہ گرفرمایا، جن کی کرنوں سے اقطاعِ عالم کوروشن کردیا گیا جس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے عالم کوامن وسلامتی کا پیغام دیا، جس نبی عالی وقار نے انسانیت کودرس حیات دیا، جس معلم کائنات نے مخلوق کوان کے حقوق عطاکئے اورخالق کا عرفان عطا کیا اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:۔

الـر كِتَـابٌ أَنـزَلْـنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَـى الـنُّـورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ.

الف، لام، را، یہ عظیم کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیاہے تا کہ آپ لوگوں کوتاریکیوں سےنکال کرنور کی جانب لے آئیں، ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف لائیں جوغلبہ والا سب خوبیوں والا ہے۔

(سورۃ ابراهیم ۔آیت 1)

﴿سختیاں ختم کر دی گئیں﴾

حضرات! گزشتہ امتوں کے ذمہ گراں بار احکام تھے، سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کے سبب انہیں اُٹھالیا گیا، گزشتہ شریعت کے احکام میں جو سختیاں تھیں وہ برخاست کر دی گئیں، چنانچہ یہود کے پاس ہفتہ کے دن ہر قسم کا دنیوی کام کرنا ممنوع تھا؛ کپڑا ناپاک ہوجائے تو اُسے کاٹ کر علیحدہ کرنا ضروری تھا؛ اب شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہفتہ کے دن دنیوی کام کرنا ممنوع نہیں، کپڑے کو دھونے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، پہلے مال غنیمت کا استعمال حرام تھا؛ اب اُس کی حرمت ختم کر دی گئی، عبادت کے لئے مخصوص مقام پر حاضر ہونا لازمی تھا؛ اب ساری زمین کو جائے عبادت اور سجدہ گاہ بنادیا گیا، پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی کے استعمال کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہ تھا؛ اب شرعی عذر کی بنا مٹی سے پاکی حاصل کرنے کی اجازت دی گئی، ماہواری میں عورت پر بہت ساری پابندیاں عائد تھیں؛ ازدواجی تعلق کے سوا باقی تمام تعلقات کو جائز ومباح قرار دیا گیا، اُس کے ساتھ خورد ونوش، نشست وبرخواست وغیرہ ممنوع نہ رہے۔

اور اس طرح کی تمام مشقتوں کو بعثت کی برکت سے دور کر دیا گیا اور انہیں یسر وسہولت، راحت وسکون پر مبنی احکام عطا کر دئے گئے اور یہ سب رحمۃ للعالمین کی جلوہ گری کی برکت اور آپ ہی کا فیضان ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ .

اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ان کا وہ بوجھ جو ان پر لدا ہوا ہے اتارتے ہیں اور وہ زنجیریں توڑ دیتے ہیں، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ (سورۃ الاعراف۔157)

﴿طوق غلامی سے آزادی﴾

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد نے سختیوں کو آسانیوں سے، صعوبتوں کو سہولتوں سے بدل دیا، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کیا ہوئی، غلامی کی بیڑیاں توڑ دی گئیں، قید و بند کی زنجیریں کھولدی گئیں۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے ہی دنیا میں آمد ہوئی، حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزادی مل گئی، (صحیح البخاری، ج 2ص،764، عمدۃ القاری، کتاب النکاح،باب من مال لارضاع بعد حولین ، ج 4ص،45) **خدا نے بتایا کہ یہ** وہ حبیب ہیں جو انسانیت کو طوقِ غلامی سے آزاد فرمانے والے ہیں۔

﴿ظلم کی جکڑ بندیوں سے رہائی﴾

برادران اسلام! یہ وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو انسانی معاشرہ کو ظلم کی جکڑ بندیوں سے نکالنے والے ہیں، انسانی افکار کو تعصب و جانبداری کی گرفت سے رہا کرنے والے ہیں اور ان کے محدود تعلقات کو بین الاقوامی وسعت دینے والے ہیں، جیسا کہ سنن ابوداود کی یہ روایت ناطق حق ہے، ارشاد نبوی ہے:

أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .	خبردار! جس شخص نے کسی صاحب معاہدہ غیر مسلم اقلیتی فرد پر ظلم کیا یا اس کا حق چھین لیا یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری دی یا اس کی خوشدلی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس زیادتی کرنے والے کے خلاف مقدمہ پیش کروں گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج ،باب فی تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات .حدیث نمبر3054)

حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیسا پیارا نظام عطا فرمایا ہے جس میں غیر مسلم شخص پر بھی ظلم روا نہیں رکھا گیا، اسلامی تعلیمات کا یہ وہ عظیم پہلو ہے کہ آدمی اگر تعصب کی عینک نکال کر حقیقت کو دیکھے تو ہمیشہ کے لئے اس نظام کو قبول کر لے۔

﴿شیر خوارگی میں پیغام عدل﴾

زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کے حقوق کو چھین لینا فخر سمجھتے تھے، کسی پر ظلم وزیادتی کرنا بلند ہمتی اور بہادری سمجھتے تھے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت عدل کا پیغام دیا، انصاف کی تعلیم دی اور حقوق کی ادائیگی کا عملی نمونہ ظاہر فرمایا، جبکہ آپ شیر خوارگی کے عالم میں تھے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر جب سیدھی جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش فرمایا، پھر جب بائیں جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش نہیں فرمایا، تب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ نے ان کے دوسرے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کے لئے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیر ہوئے اور انکے صاحبزادے بھی سیراب ہوئے۔

(المواهب اللدنية مع حاشية الزرقانی ، ج1،ص269)

واعطيته ثديی الايمن ،فاقبل عليه بما شاء من لبن ،فحولته الی الايسر فابی،وكانت تلک حاله بعد. قال اهل العلم :الهمه الله تعالی ان له شريكا فالهمه العدل.قالت فروی وروی اخوه.

پھر حلیمہ وہ کہ جن کا خانداں تک سعد تھا　　آئیں خدمت میں تو دیکھا ان کو شدنی مسکرا

داہنی جانب کا ان کے دودھ نوش جاں کیا　　جانب چپ ان کے بچے کے لئے رکھے بچا

طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل اُن کی رسا
عدل واحسان وکرم تھے جلوہ گر صبح ومسا
(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ)

حضرات ! ملاحظہ فرمائیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوارہ میں رہ کرامت کو پیغامِ عدل دیا، شیر خوارگی کے مبارک دور ہی سے ادائی حقوق کا درس دیا اور خود عملی طور پر اس بات کو واضح کردیا کہ اب تک تو حقوق پامال کئے جاتے تھے اور اب سبھی کو ان کے حقوق عطا کرنے کا قانون عطا کردیا جائیگا۔

﴿صداقت کا پیغام﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال زندگی، آپکی وفا شعاری اور آپ کی صداقت وامانت داری کے اغیار بھی قائل تھے، کیونکہ آپ ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں، آپ کی گفتگو میں خلاف واقعہ کبھی کوئی بات نہیں ہوتی، آپ کی ذات اقدس سراپا صدق ہے **مُستدرَک علی الصحیحین** میں روایت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ابوجہل نے نبی ءکریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

قَدْ نَعْلَمُ یَا مُحَمَّدُ اَنَّکَ تَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ .

ترجمہ: اے محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بات فرماتے ہیں۔

(المستدرك علی الصحیحین للحاکم ، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الأنعام، حدیث نمبر3187)

برادران اسلام! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا معیار اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا کمال اس قدر بلند تھا کہ کفار مکہ بھی اسے تسلیم کیا کرتے تھے، چنانچہ جب آپ نے صفا پہاڑ پر ٹھہر کر قریش کو آواز دی، تو سب لوگ جمع ہو گئے، آپ نے ان سے سوال کیا:

اَرَاَیْتَکُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلاً بِالْوَادِی تُرِیدُ اَنْ تُغِیرَ عَلَیْکُم اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ .قَالُوا نَعَمْ ، مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا .

بتاؤ! اگر میں تمہیں اطلاع دوں کہ وادی کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ کہتے ہوئے پایا۔

(صحیح البخاری ، کتاب التفسیر، باب وانذر عشیرتك الاقربین ، حدیث نمبر4770)

﴿خصائل حمیدہ کے ذریعہ عملی پیغام﴾

اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی کے نزول کے بعد جب امت کی فکر دامن گیر ہوئی تو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل حمیدہ بیان کرتے ہوئے آپ کو ان کلمات سے تسلی دیں:

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیکَ اللّٰہُ اَبَدًا ، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْکَلَّ ، وَتَکْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ ، وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ .

ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند رکھے گا اور اپنی مدد کو نہیں روکے گا، آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں ، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(صحیح البخاری ،باب بدء الوحی ، حدیث نمبر3)

﴿مصیبت زدہ افراد کی مدد کا پیغام﴾

حضرات! دورِ جاہلیت میں اخلاقی انحطاط اپنی حد کو پہنچ چکا تھا، لوگوں میں رسہ کشی اور کشمکش عام تھی، تکلیف وایذا رسانی ان کا شعار تھا، انتقام کا جذبہ انسانیت کی حدوں کو پار کر چکا تھا، ایسے وحشیانہ ماحول میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمدردی وغمگساری کی تعلیم دی، لوگوں کے دکھ درد میں ساتھ دینے کا درس دیا، جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ . صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم. مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ فِى عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِى عَوْنِ أَخِيهِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی ادنی مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالی اس شخص سے قیامت کی بڑی مصیبت کو دور فرمادیگا، اور جو شخص کسی تنگدست کے لئے سہولت فراہم کرے گا تو اللہ تعالی اس کے لئے دنیا وآخرت میں آسانی پیدا فرمادیگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالی دنیا وآخرت میں اس کی ستر پوشی فرماتا ہے، اور اللہ تعالی بندہ کی خصوصی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، حدیث نمبر 7028)

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے سہاروں کو سہارا دینے کی تعلیم دی، بے کسوں کی مدد کرنے کی تربیت فرمائی اور بے نواؤں کی فریادرسی کی ترغیب دی اور عمل خیر انجام دینے والے کے لئے اجر وثواب کی بشارت سنائی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: السَّاعِی عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ .وَكَالْقَائِمِ لاَ يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیوہ خاتون اور مسکین محتاج کو راحت پہونچانے کے لئے کوشش کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، راوی کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وہ شخص اس شب بیدار کی طرح ہے جو کبھی تھکتا نہیں، اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھتا ہے۔

(صحیح البخاری، باب الساعی علی المسکین، حدیث نمبر 6007۔صحیح مسلم، باب الإحسان إلی الارملة والمسکین والیتیم، حدیث نمبر2982)

رحمت وشفقت سے پیش آنے کی تاکید

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جو سنگ دل افراد تھے جن میں شفقت ومہربانی کا نام ونشان نہ تھا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باہم شفقت ومہربانی کرنے کی رغبت دلائی، اور رحمت ومودت پر اُبھارا، جیسا کہ جامع ترمذی اور سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ رحمدلی سے پیش آنے والوں پر خدائے رحمٰن مہربانی فرماتا ہے، زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو! آسمان والاتم پر رحم فرمائے گا۔

(جامع الترمذی ، ابواب البر والصلة ،باب ما جاء فی رحمة المسلمین، حدیث نمبر 2049۔سنن ابو داود، کتاب الادب ، باب فی الرحمة ، حدیث نمبر 4943)

رسول رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جن پاکیزہ تعلیمات کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس نظام کے ساتھ تشریف لائے ہیں؛ آج زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس نظام کے ایک ایک گوشہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے ،رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں جو اسلامی قانون عطا فرمایا ہے اس قانون کے ایک ایک دفعہ سے غیر مسلم اقوام کو واقف و روشناس کروایا جائے۔

یہ ایک ایسا معقول ضابطہ اور با قاعدہ نظام ہے کہ اس کا ہر گوشہ اپنے اندر ایک کشش و جاذبیت رکھتا ہے، یہ ایسا لچک دار قانون ہے کہ اس کی دفعات کو غیر جانبدارانہ طریقہ سے غور کرنے والا ہر فرد اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ،جس کا ہر کُلّیہ اور ہر جزئیہ انسانیت کو حق قبول کرنے پر آمدہ کرتا ہے، یہ ایسی پاکیزہ تعلیمات ہیں جن کا ہر حصہ طہارت و پاکیزگی پر مبنی ہے، یہ وہ درخشاں ہدایات ہیں جو انسانیت کو سیدھی راہ پر گامزن کرتی اور خدا کے قرب میں پہنچاتی ہیں۔

برادران اسلام! عرض کرنے کا مقصود یہی ہے کہ حقیقی طور پر سکون اور یقینی طور پر اطمینان اسی نظام پر عمل کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے اوراسی قانون کو روبہ عمل لانے سے ہدایت حاصل ہوسکتی ہے، انہی تعلیمات پر عمل کرنا، راحت ونجات کا باعث اور فلاح وکامیابی کا سبب ہے۔اس قانون میں ظلم وزیادتی کے لئے کوئی جگہ نہیں، اس نظام میں وحشت ودہشت کے لئے کوئی حصہ نہیں، ان تعلیمات میں بداخلاقی وبدکرداری کے لئے کوئی راہ نہیں، ان ہدایات میں فحاشی وبے راہ روی کے لئے کوئی موقع نہیں۔

یہی قانون امن والا قانون ہے، یہی نظام سلامتی والا نظام ہے، یہی تعلیمات اخلاق والی تعلیمات ہیں اور یہی ہدایات پاکیزہ ہدایات ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں ان پاکیزہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اوران روشن ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کی برکتوں سے بہریاب فرمائے اور آپ کی جلوہ گری کے انوار سے ہماری جان وایمان کومنور فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......ولادت باسعادت،خصائص وامتیازات......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ .وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام!ماہ ربیع الاول وہ متبرک اور باعظمت مہینہ ہے جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،اللہ تعالی نے آپ کی ولادت باسعادت کوامتیازی شان عطا فرمائی،آپ کی شان وعظمت،رفعت وبلندی کے اظہار کی خاطر اللہ تعالی نے اس موقع پر بے پناہ رحمتوں کا نزول فرمایا،خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا اہتمام فرمایا کہ ولادت باسعادت کے سال کوفرحت وشادمانی ، رونق وخوشحالی کا سال کہا جانے لگا۔

اسی مناسبت سے آج میں احادیث کریمہ کی روشنی میں حضور اکرم ،نورمجسم ،رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کے چند خصائص وامتیازات بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا، اس میں اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کی قسم ذکر فرمائی ہے۔

اب یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ رب العالمین نے شہر مکہ کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ روحانیت کا عظیم مرکز ہے، وہ ایسا باعظمت شہر ہے کہ جہاں قدرت الٰہی کی عظیم نشانیاں موجود ہیں، اس شہر میں کعبۃ اللہ شریف اور حجر اسود ہے، وہاں مقدس حطیم اور میزاب رحمت ہے، وہاں مقام ابراہیم اور چاہ زم زم ہے، وہاں صفا و مروہ کی بابرکت پہاڑیاں ہے، وہاں جبل رحمت اور جبل نور ہے، وہاں مزدلفہ اور منی ہے، یقیناً یہ ساری عظمتیں مکہ مکرمہ کو حاصل ہیں! لیکن اللہ تعالی نے ان خصائص و عظمتوں کے سبب مکہ مکرمہ کی قسم ذکر نہیں فرمائی، بلکہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے مکہ مکرمہ کو اپنی جائے قیام بنایا تو اللہ تعالی نے اپنے پاکیزہ کلام میں اس حیثیت سے شہر پاک کی قسم ذکر فرمائی، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ . وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ.	مجھے اس شہر مکہ کی قسم، اس لئے کہ اے محبوب آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔

(سورة البلد:1/2)

مکہ نے چومے کف پا اس کی عظمت بڑھ گئی
اس فضیلت کی شہادت آیت قرآن ہے
(مؤلف)

برادران اسلام! آیئے، جس باعظمت نبی کی ولادت باسعادت اور جلوہ گری کی وجہ سے اللہ تعالی نے شہر مکہ کی قسم ذکر فرمائی ہے، ان کی ولادت باسعادت

کے احوال و کیفیات، خصائص وامتیازات کے ذکر سے اپنی روح کو جلا عطا کریں اور ایمان کو تازگی بخشیں۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوا یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب،باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم،حدیث نمبر:3968)

یوں تو آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے اخیر میں تشریف لائے لیکن آپ کے نور مبارک کی تخلیق ساری کائنات سے پہلے ہوچکی تھی، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہ نُوْرِیْ. ترجمہ: سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس حدیث شریف کو حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''چنانچہ درحدیثِ صحیح واردشدہ اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہ نُوْرِی'' (مدارج النبوۃ ۔ج 2۔ص 2)

مصنف عبدالرزاق، مواہب لدنیہ اور سیرت حلبیہ میں روایت ہے:

وروی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاری رضی الله عنه قال:قلت یا رسول الله :بأبی وأمی أخبرنی عن أول شیء خلقه الله تعالی قبل الأشیاء ؟ قال یا جابر :إن الله تعالی خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نوره، فجعل ذلک النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالی، ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا أرض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا إنس .	سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا :یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :اے جابر!بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں چاہتا تھا سیر کرتا رہا۔اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت نہ دوزخ،آسمان نہ زمین،چاند نہ سورج اور نہ جن نہ انسان۔

(المواهب اللدنية مع حاشيةالزرقانی ۔ ج 1۔ ص 89، السيرة الحلبية ج 1۔ ص 31)

برادران اسلام!حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور مبارک کو اللہ تعالی نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اس نور مبارک پر طرح طرح کی سرفرازیاں فرماتا رہا، جب وہ نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رہا تو آپ کو مسجود ملائکہ بنادیا،

اس طرح یہ نور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام میں جلوہ گر ہوکر سب کو مشرف فرماتا رہا۔

أَنَّ الْـمَلَائِـكَةَ أُمِـرُوْا بِـالسُّجُوْدِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنَّ نُـوْرَ مُـحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ جَبْهَةِ آدَمَ

حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا 'فرشتوں کو اس لئے حکم دیا گیا تھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں تھا۔

(التفسیر الکبیر۔سورۃ البقرۃ۔253)

وہ نور مبارک پاک پشتوں اور پاکیزہ ارحام کے ذریعہ بنو ہاشم سے ہوکر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی روشن جبین پر چمکا۔

اس نور مبارک کی فیض رسانی کا یہ عالم تھا کہ قحط سالی کے وقت لوگ اس سے فیض حاصل کیا کرتے، چنانچہ مواہب لدنیہ میں روایت ہے:

وكانت قريش اذا اصابها قحط شديد تاخذ بيد عبد المطلب فتخرج به الى جبل ثبير فيتقربون به الى الله، ويسالونه ان يسقيهم الغيث، فكان يغيثهم ويسقيهم ببركة نور رسول الله صلى الله عليه واله وسلم غيثا عظيما.

قریش جب سخت قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر پہاڑ کی جانب لے جاتے اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالی کے دربار میں معروضہ کرتے، اور باران رحمت کے نزول کے لئے دعا کرتے تو اللہ تعالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور مبارک کی برکت سے ان پر باران رحمت کا نزول فرماتا اور انہیں مکمل طور پر سیراب فرمادیتا۔

(المواهب اللدنية مع حاشيه الزرقانی ۔ج 1۔ص155)

﴿نور اقدس کی شکم مبارک میں جلوہ گری﴾

پھر وہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوا، چوبیس (24) سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے ہوا، ماہ رجب، شب جمعہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت دار ہوئیں۔

مواہب لدنیہ میں خطیب بغدادی کے حوالہ سے مذکور ہے:

وقال سهل بن عبد الله التستری فیما رواه الخطیب البغدادی الحافظ: لما اراد الله تعالی خلق محمد صلی الله علیه واله وسلم فی بطن آمنة لیلة رجب ، وکانت لیلة جمعة ،امر الله تعالی فی تلک اللیلة رضوان خازن الجنان ان یفتح الفردوس ، ونادی مناد فی السموات والارض: الا ان النور المخزون المکنون الذی یکون منه النبی الهادی ،	امام سہل بن عبداللہ تستری نے وہ روایت بیان فرمائی جسے خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے: جب اللہ تعالی کو منظور ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں آیا، وہ ماہ رجب تھا، اور شب جمعہ تھی، اس رات اللہ تعالی نے خازن جنت "رضوان" کو حکم فرمایا کہ فردوس بریں کے تمام دروازے کھول دیں، آسمانوں اور زمین میں ایک منادی نے ندا دی "سنو! بیشک وہ خزانۂ قدرت میں رکھا ہوا نور جس سے نبی ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں،

فی هذه اللیلة یستقر فی بطـن آمنة، الذی یتم فیه خـلقه ویخرج الی الناس بشیرا ونذیرا.	آج کی شب اپنی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں متمکن ہو چکا ہے، وہ حمل شریف میں مدت مکمل کرنے کے بعد بشیر ونذیر کی شان سے خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہونے والے ہیں۔

(المواهب اللدنیة مع حاشیه الزرقانی ج1ص197)۔

حضرات! اس رات کرۂ ارض پر جوخوشی وشادمانی کا اہتمام تھا، خصائص کبری اورمواہب لدنیہ کی یہ روایت اس کی ترجمانی کررہی ہے:

وأخـرج أبو نعیم عن ابن عباس قـال کـان مـن دلالات حـمل رسول الله صلی الله علیه وسلم ان کـل دابة کـانـت لقـریـش نـطـقـت تـلک الـلیلة وقـالت حـمـل بـرسـول الـله صلی الله عـلیه وسلم ورب الکعبة وهو امـام الـدنیا وسراج اهلها ولم یـبـق سـریـر ملک من ملوک الـدنیـا إلا أصبـح مـنـکوسـا ومـرت وحـش الـمشرق إلی وحش المغرب بالبشارات ،	امام ابونعیم نے سیدنا عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرمائی ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شکم مادر میں تشریف لانے کی نشانیوں میں یہ تھا کہ اس رات قریش کے سارے جانور بول اُٹھے: رب کعبہ کی قسم! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں تشریف لائے ہیں، آپ ساری دنیا کے امام اورتمام اہل دنیا کے لئے روشن چراغ ہیں، اس شب دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ گئے، مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کومبارکبادیاں دینے لگے،

وکذلک أهل البحار یبشر بعضهم بعضا. له فی کل شهر من شهوره نداء فی الارض ونداء فی السماء ان ابشروا فقد آن لأبی القاسم ان یخرج إلی الأرض میمونا مبارکا.

اسی طرح سمندر کی مخلوق بھی آپس میں ایک دوسرے کو بشارت دینے لگی،حمل شریف کے بعد ہر ماہ آسمان اور زمین میں ندا دی جاتی:"مبارک ہو!سرچشمۂ خیر وسراپا برکت ،حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلوہ گری کا وقت آچکا ہے"۔

(المواھب اللدنیة مع حاشیه الزرقانی ج 1 ص202۔203۔ الخصائص الکبری،ج1ص81)

﴿ولادت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم﴾

برادران اسلام!غور فرمائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل اللہ تعالی نے کس قدر فرحت وخوشی کا اہتمام فرمایا،ہر طرف سرور کا ماحول ہے،مسرت وشادمانی کا سما چھایا ہوا ہے،سورج کو مزید روشن کردیا گیا،ستارے زمین کے قریب آگئے،چارسُو نور ہی نور چھا گیا ہے،ملائکہ استقبال کے لئے حاضر ہیں،حضرت مریم وحضرت آسیہ حوران بہشت کے ساتھ خدمت کی سعادت کے لئے آچکی ہیں،نور کامل کی آمد کی خوشی میں آسمان کو منور کردیا گیا،حسن مطلق کی آمد کی فرحت میں زمین کو مزین کردیا گیا،گلستان مہکنے لگے،مسحور کن ہوائیں قلب وجاں کو سرور پہنچانے لگیں،جن سے مشام جان بھی مُعطر ہونے لگا اور مشام ایمان بھی مُعنبر ہونے لگا،اشتیاق محبوب میں سمندر کی موجیں بلند ہونے لگیں،فخر سے پہاڑ کا سینہ کشادہ ہوگیا۔

غرض ساری مخلوق منتظر ہے اس ذات گرامی کی آمد کی،جس کے لئے بزم کائنات سجائی گئی،جس کے صدقہ میں مخلوق کو وجود بخشا گیا۔ ؎

جگمگا اٹھا زمانہ آئے جب آقا میرے
ظلمتیں سب چھٹ گئیں یہ آپ کا احسان ہے

(مؤلف)

اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں، وہ احمد مختار، رسولوں کے تاجدار، نبیءعالی وقار، غریبوں کے غمگسار، حبیب کردگار کی آمد ہے، جن کی جلوہ گری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، جن کی رونق افروزی کی بشارت حضرت عیسی علیہ السلام نے دی تھی، جن کے فضائل وکمالات کتب سماوی میں بیان کئے گئے۔

برادران اسلام! اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن(55) دن بعد مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء صبح صادق کے وقت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع ہوا جس کی کرنوں نے افق عالم کو ہمیشہ کے لئے روشن کردیا اور ساری دنیا میں خوشی کا سماں چھا گیا۔

پس وہ نورِ پاکِ رب العالمیں پیدا ہوئے　　مبدأ کونین وختم المرسلیں پیدا ہوئے
جان عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے　　شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشید کرم طالع ہوا
ہاں! کریں تعظیم اب، نورِ قِدم طالع ہوا

(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

ولادت باسعادت کے لئے ماہ ربیع کا انتخاب

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینہ ربیع الاول ہے، آپ کی ولادتِ مبارکہ ماہِ ربیع میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ربیع کے معنی

بہار کے ہیں، جب موسم بہار آتا ہے تو مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، خشک زمین میں پھر سے ہریالی اُگ آتی ہے، درخت جو سوکھ چکے تھے وہ پھر ہرے بھرے اور تروتازہ ہوجاتے ہیں، باغ وچمن کو اپنی کھوئی ہوئی رونق پھر سے حاصل ہوجاتی ہے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ ماہِ ربیع (موسم بہار) میں ماہِ نبوت، مہر رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج کر یہ اشارہ فرمارہا ہے کہ اے لوگو! یہ جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم میں تشریف لارہے ہیں وہ مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ہیں، جو لوگ ظلم وستم کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ان پر رحم وکرم فرمانے والے ہیں، لوگوں کے دلوں کو الفت ومحبت سے مزین کر کے حلاوتِ ایمان مرحمت فرمانے والے ہیں اور غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو یاد خدا سے معمور کرنے والے ہیں۔

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی امتیازی شان﴾

برادران اسلام! دنیا میں بچے پیدا ہوتے ہیں تو روتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں ،لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے ہوئے، کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ساری کائنات کو مسرت وشادمانی سے نوازتے ہوئے تشریف لارہے ہیں، آپ کا سجدہ کرنا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنادیا۔

صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ....وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔۔اور میری خاطر ساری زمین پاک کرنے والی اور سجدہ گاہ بنادی گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر1195)

پچھلی قوموں کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر عبادت کرنا ہو تو مخصوص مقام پر ہی عبادت کریں، وہ لوگ اس کے علاوہ دوسری جگہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو ساری زمین زیرآب ہوگئی اور تمام زمین کو غسل دیا گیا، پھر بھی زمین پاک نہیں ہوئی کہ کہیں بھی سجدہ کیا جاسکے، لیکن سرکار کا قدم مبارک پڑنا کیا تھا کہ ساری زمین پاک ہی نہیں بلکہ آپ کی آمد کی برکت سے پاک کرنے والی بن گئی۔

اسی طرح گزشتہ قوموں کے لیے تیمّم نہیں تھا، لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں کی برکت سے زمین ایسی پاک ہوگئی کہ آپ کے امتی کے لئے اگر کسی وقت پانی میسر نہ ہو تو وہ مٹی سے تیمّم کرکے پاکی حاصل کرسکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طیب وطاہر پیدا ہوئے

برادران اسلام! تمام کائنات کو کفر وشرک کی نجاست، گمراہی و بے دینی کی نحوست سے پاک وصاف کرکے ایمان واسلام کے انوار سے منور کرنے کے لیے نبی مطہر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کی حالت شریفہ کے بارے میں خود آپ کی والدۂ ماجدہ فرماتی ہیں: جب آپ تشریف لائے تو اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی آلائش ونامناسب چیز نہ تھی۔

(المواهب اللدنية مع حاشيه الزرقانی۔ج 1۔ص220)

جسم اقدس سے خوشبو مہک رہی تھی اور آپ سرمہ لگائے ہوئے ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔

(السيرة الحلبية ۔ج 1۔ص53)

شاعر دربار رسالت، مدّاح حبیب کبریا، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اس مضمون کا آئینہ دار ہے ۔

وأَحُسَنَ مِنُکَ لَمُ تَرَ قَطُّ عَيُنِیُ وَأَجُمَلَ مِنُکَ لَمُ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقُتَ مَبَرّاً مِنُ کُلِّ عَيُبٍ کَأَنَّکَ قَدُ خُلِقُتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسا حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ جیسا حسن و جمال والا کسی خاتون کو تولد ہی نہیں ہوا۔

آپ ہر عیب وآلائش سے پاک پیدا کئے گئے گویا آپ کو اسی شان کے ساتھ پیدا کیا گیا جیسا آپ چاہتے تھے۔

(دیوان حسان بن ثابت رضی الله عنه ، قافية الالف ، ج1ص2)

بوقت ولادت عجائب کا ظہور، خانۂ کعبہ تین دن تک جھومتا رہا

برادران اسلام! جس سہانی گھڑی سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کی آمد کی خوشی کا اظہار خانۂ کعبہ بھی کررہا تھا:

وأخرج ابو نعيم عن عمرو بن قتيبة قال سمعت أبی وكان من أوعية العلم قال لما حضرت ولادة آمنة قال الله لملائكته افتحوا ابواب السماء كلها وأبواب الجنان كلها وامر الله الملائكة بالحضور

سیدنا عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا۔ اور وہ علم کا ایک عظیم ظرف تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالی نے اپنے ملائکہ کو حکم دیا کہ تمام آسمانوں اور تمام جنتوں کے دروازے کھول دیں اور زمین پر حاضر ہو جائیں،

فنزلت تبشر بعضها بعضا وتطاولت جبال الدنيا وارتفعت البحار وتباشر أهلها فلم يبق ملك إلا حضر وأخذ الشيطان فغل سبعين غلا وألقى منكوسا في لجة البحر الخضراء وغلت الشياطين والمردةألبست الشمس يومئذ نورا عظيما وأقيم على رأسها سبعون الف حوراء في الهواء ينتظرون ولادة محمد (صلى الله عليه وسلم) وكان قد أذن الله تلك السنة لنساء الدنيا أن يحملن ذكورا كرامة لمحمد (صلى الله عليه وسلم)

تو تمام فرشتے زمین پر حاضر ہوگئے،اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دینے لگے،اور دنیا کے پہاڑ اونچے ہوگئے،اور سمندر کی موجیں بلند ہوگئیں،اور سمندر کی مخلوق آپس میں ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دینے لگی،تمام فرشتے حاضر ہوچکے تھے،اور شیطان کو ستر بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا،اوراسے سبز سمندر کی گہرائی میں منہ کے بل ڈال دیا گیا،شیاطین اور سرکش جنوں کو قیدوبند کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا،اور اس دن سورج کو نورعظیم سے آراستہ کیا گیا،اوراس کے اوپر فضا میں ستر ہزارحوروں کوٹھرایا گیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مسعود گھڑیوں کا انتظار کرتی رہیں،اور اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں اس سال دنیا کی تمام خواتین کے بارے میں فیصلہ کردیا کہ انہیں لڑکا پیدا ہوگا،

وان لا تبـقـى شـجـرة إلا حـمـلـت ولا خوف إلا عـاد أمـنـا فـلـمـا ولد النبى (صلى الـلـه عليـه وسلم) امتلأت الـدنيـا كـلـها نورا وتباشرت الـمـلائـكة وضـرب فى كل سـمـاء عـمـود مـن زبـرجد وعمود من ياقوت قد استنار به فهى معروفة فى السماء قد رآها رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ليلة الإسراء قيل هذا مـا ضـرب لک استبشـارا بـولادتک وقـد انبـت الـلـه لیـلة ولـد عـلـى شاطئى نهر الـكـوثـر سبعين الف شجرة مـن المسک الاذفر جعلت ثـمـارهـا بـخور أهل الجنة وكل اهل السموات يدعون الله بالسلامة

اور تمام درختوں کو ثمر آور کر دیا گیا، اور ہر خوف کو امن میں تبدیل کر دیا گیا، جب حضرت نبیء کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساری دنیا نور سے معمور ہوگئی، اور ملائکہ آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگے، اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کا ایک ایک ستون نصب کیا گیا، جس کی وجہ سے آسمان منور ہوگیا، وہ ستون ملاء اعلی میں معروف ہے، جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معراج کی شب ملاحظہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ یہی وہ ستون ہے جو آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کئے گئے، اور جس شب آپ کی ولادت ہوئی اللہ تعالی نے حوض کوثر کے کنارہ پرستر ہزار خوشبودار مشک کے درخت لگائے، اور ان کا پھل اہل جنت کے لئے بخور بنادیا گیا، اورتمام آسمانوں کی مخلوق اللہ تعالی سے سلامتی کی دعا کرنے لگی،

ونكست الأصنام كلها وأما اللات والعزى فإنهما خرجا من خزانتهما وهما يقولان ويح قريش جاء هم الأمين جاء هم الصديق لا تعلم قريش ماذا اصابها وأما البيت فأياما سمعوا من جوفه صوتا وهو يقول الآن يرد على نوري الآن يجيئني زواري الآن أطهر من أنجاس الجاهلية أيتها العزى هلكت ولم تسكن زلزلة البيت ثلاثة ايام ولياليهن وهذا اول علامة رأت قريش من مولد رسول الله (صلى الله عليه وسلم)	اورتمام بت سرنگوں ہو گئے،اورلات وعزی اپنے مقام سے باہر نکل پڑے،اور وہ کہہ رہے تھے": قریش کا بھلا ہو !ان کے پاس نبی امین تشریف لا چکے ہیں،ان کے پاس صداقت شعار آ چکے ہیں،قریش کو نہیں معلوم کہ اسے کیا فضیلت حاصل ہوئی ہے"،اورلوگوں نے کعبۃ اللہ شریف سے کئی روز تک آواز سنی ،وہ کہہ رہا تھا:اب میرا نور مجھے لوٹا دیا جائے گا،اب میرا طواف کرنے والے میرے پاس آئینگے،اب میں جاہلیت کی آلودگیوں سے پاک کردیا جاؤنگا،ائے عزی !تو ہلاک ہوگیا،اور کعبۃ اللہ مسلسل تین دن اور تین رات تک جھومتا رہا،اور یہ پہلی نشانی تھی جو قریش نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کے موقع پر دیکھی تھی۔

(الخصائص الکبری،ج1،ص:80)

وعن عبد المطلب قال: ....سمعت صوتاً من جدار الكعبة يقول:	حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں میں نے کعبہ شریف کی دیواروں سے یہ آواز سنی

ولـد الـمصطفى المختار الــذى تهـــلک بيـــده الـكـفار، ويطهر من عبادة الأصـنـام، ويـأمـر بـعبادة الملک العلام.

مختار کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوچکی ہے،جن کے وجود مبارک سے کفر کی تاریکی ختم ہوگی،بتوں کی پرستش سے دنیا کو پاک کرینگے اورخدائے واحد کی طرف لوگوں کو بلائینگے۔

(السیرة الحلبیة،ج 1ص 86)

﴿بوقت ولادت عجائب کاظہور، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان﴾

مسندامام احمد میں روایت ہے :

عَـنْ عِـرُبَاضِ بُنِ سَارِيَةَ قَـــالَ ...أَنَّ أُمَّ رَسُـولِ اللَّـــهِ صَـلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَـــلَّـــمَ.رَأَتْ حِيــنَ وَضَـعَتْــهُ نُوراً أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ.

ترجمہ:سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے مشاہدہ فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ ملک شام کے محلات نظر آنے لگے۔

(مسند الامام احمد : حدیث نمبر ـ17615)

یہ سب انتظام کس لئے ہورہاہے، کیونکہ یہ اس شاہ کی آمد ہے کہ جس کی آمد کا ہرکوئی منتظر تھا، انبیاء کرام جن کے آنے کی خوشخبریاں دیتے رہے، یہ وہی ہیں جن کی امت میں ہونے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آرزو تھی۔

﴿ولادت باسعادت کی خوشی میں تین جھنڈے نصب کئے گئے﴾

محدث جلیل امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خصائص کبری میں، اور شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مواہب لدنیہ میں درج فرمایا ہے:

فکانت آمنة تحدث عن نفسها وتقول ...ورأيت ثلاثة أعلام مضروبات: علما في المشرق وعلما في المغرب وعلما على ظهر الكعبة.

ترجمہ: سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ولادت باسعادت کے وقت تین جھنڈے نصب کے گئے: (1) ایک مشرق میں (2) دوسرا مغرب میں (3) اور تیسرا خانۂ کعبہ پر

(الخصائص الكبرى، باب اخبار الكهان به قبل مبعثه، ج:1، ص:82۔المواهب اللدنية، ج1، ص125)

برادران اسلام! کعبۃ اللہ شریف پر جھنڈا اس لئے نصب کیا گیا کہ تا کہ دنیا والوں کو پتا چل جائے کہ اب تک کعبۃ اللہ کے اطراف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، وہاں باطل کی پرستش ہوا کرتی تھی لیکن اب وہ نبی مکرم، شافع امم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لا چکے ہیں جو کعبۃ اللہ کو تمام آلائشوں سے پاک کریں گے، اسے ساری دنیا کے لئے قبلہ بنائینگے۔

اور مشرق ومغرب میں جھنڈا نصب کر کے گویا یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ یہ مولود سعید، مختار کائنات ہیں، مشرق سے مغرب تک انہی کی حکومت رہے گی، اور آپ ساری مخلوق کے لئے رسالت کی شان کے ساتھ مبعوث کئے جا رہے ہیں۔اس کی تائید صحیح

احادیث شریفہ سے ہوتی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَ ةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ....وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّونَ.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں تمام مخلوق کی طرف رسالت کی شان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، اور مجھ پر نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر1195)

صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ يَوْمًا ...فَقَالَ...وَإِنِّی قَدْ أُعْطِيتُ خَزَائِنَ مَفَاتِيحِ الْأَرْضِ.

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، حدیث نمبر3596)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

وسمعت مناديا ينادی طوفوا بمحمد شرق الأرض وغربها .....وإذا قائل يقول بخ بخ قبض محمد (صلى الله عليه وسلم) على الدنيا كلها لم يبق خلق من أهلها إلا دخل فی قبضته-

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولادت کی ہوئی، تو یہ ندا دی گئی": آپ کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں کی سیر کراؤ!"۔۔اور ایک کہنے والے نے کہا": خوش ہوجاؤ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے، دنیا کی تمام مخلوق (برضا ورغبت) آپ کے قبضہ میں داخل ہوگئی۔

(الخصائص الکبری ، باب اخبار الکہان بہ قبل مبعثہ ، ج:1،ص:82)

امام بیہقی اور امام ابونعیم نے روایت کی ہے:

أخرج البيهقي وأبو نعيم عن حسان بن ثابت قال إني لغلام يفعة ابن سبع سنين او ثمان أعقل ما رأيت وسمعت إذا يهودي بيثرب يصرخ ذات غداة على أطمه يا معشر يهود فاجتمعوا إليه وأنا اسمع قالوا ويلك مالك قال طلع نجم أحمد الذي ولد به في هذه الليلة.

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک سمجھ دار لڑکا تھا، میں نے دیکھا کہ یثرب کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا پکارنے لگا: اے گروہ یہود! آس پاس کے سارے یہودی جمع ہوگئے ، لوگوں نے اس سے کہا تیری خرابی ہو، کیوں شور مچاتا ہے؟ وہ کہنے لگا: احمد مختار کا ستارہ طلوع ہوگیا ہے، جنکی آج رات ولادت باسعادت ہونے والی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما ظهر فی ليلة مولده صلی الله علیہ وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص77)

امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے:

وأخرج البيهقي والطبراني وأبو نعيم وابن عساكر عن عثمان بن أبي العاص قال حدثتني امي انها شهدت ولادة آمنة أم رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة ولدته

سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میری والدہ نے بتایا: میں اس رات حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھی، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،

قالت فما شیء أنظر إلیه فی البیت إلا نور وإنی لأنظر الی النجوم تدنو حتی أنی لأقول لیقعن علی فلما وضعت خرج منها نور أضاء له البیت والدار حتی جعلت لا أری إلا نورا.

میں گھر میں جس چیز کو دیکھتی وہ روشن ومنور نظر آتی، میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے، پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے وضع حمل کیا تو آپ سے ایسا نور برآمد ہوا جس سے تمام کمرے، اور سارا گھر روشن ہوگیا، یہاں تک کہ مجھے نور کے سوا کچھ بھی نہیں دکھائی دینے لگا۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما ظهر فی لیلة مولده صلی الله علیه وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص78)

﴿ذکر ولادت، بزبان تاجدار ختم نبوت ﷺ﴾

برادران اسلام! امام احمد بن حنبل، امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم، امام بیہقی اور امام ابونعیم رحمہم اللہ نے روایت بیان کی ہے:

وأخرج احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیهقی وأبو نعیم عن العرباض بن ساریة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إنی عبد الله وخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته وسأخبرکم عن ذلک دعوة أبی ابراهیم وبشارة عیسی

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس وقت بھی اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں تھے، اور میں تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

ورؤيــا امــي التــي رأت وكــذلك امهات النبيين يرين وأن ام رسول الله صلى الله عليه وسلم رأت حين وضعتـه نورا أضاءت له قصور الشام .

اور اپنی والدۂ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جوانہوں نے مشاہدہ کیا تھااوراسی طرح حضرات انبیاء کرام کی مقدس مائیں مناظر دیکھا کرتی تھیں،اور بلا شبہ آپ کی والدۂ ماجدہ نےحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کےوقت ایسانور دیکھا جس کی وجہ سے ان کےسامنے ملک شام کےمحلات روشن ہوگئے۔

(الخصائص الكبرىٰ، باب ما ظهر فی ليلة مولده صلى الله عليه وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص78)

برادران اسلام!ایک روایت کے مطابق حشر ملک شام میں بپا ہوگااور حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کےموقع پر بطور خاص ملک شام کےمحلات نظر آنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مولودسعید کی فیض رسانی اِس عالم میں بھی ہےاوراُس عالم میں بھی،ان کی کرم نوازیاں دنیامیں بھی ہے اورمیدان حشر میں بھی۔

سرکارکی ولادت پرخوشی منانا فطری تقاضہ

انسان کی طبیعت وفطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسے کوئی تکلیف یا غم لاحق ہوتا ہے یا کسی کی تکلیف کوسنتا ہےتواس کے چہرے پرخودبخودغم کےآ ثارنمایاں ہوجاتے ہیں،اسی طرح جب کوئی حسین منظر دیکھتا ہے یا کوئی نعمت اسے حاصل ہوتی ہے تو فطرتاًاس کے چہرے پرخوشی کےآ ثارظاہرہوجاتے ہیں۔ہرایک کے سامنے اس کا چرچہ کرنے لگتاہے،اس پرنہ کسی کادباؤہوتا ہےنہ اسےکوئی براسمجھتا ہے۔

غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی چھوٹی سی نعمت کے حصول پر اتنا اظہارِ مسرت جبکہ دنیا بھی فانی اس کی نعمتیں بھی فانی، اس کے لیے طبیعتاً اتنی خوشی ہے تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت تو نعمتِ عظمیٰ اور نعمت کبریٰ ہے کہ تمام نعمتیں خواہ دنیوی ہوں یا اُخروی اُنہی کے صدقے میں ملتی ہیں، اس نعمت کی سرفرازی پر ہمیں کتنی خوشی و اظہار مسرت کرنا چاہیے!!!

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت با سعادت پر خوشی کا اظہار کرنا تقاضۂ فطرت بھی ہے اور منشاء قدرت بھی، ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا. — آپ فرمادیجئے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل پر ہی خوشی منائیں۔

(سورۃ یونس۔58)

جشن میلاد النبی پر ہم سبھی خوشیاں کریں
شکر نعمت اور بخشش کا یہی سامان ہے

(مؤلف)

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالی اسے اجر عظیم وثواب جزیل عطا فرماتا ہے۔

صحیح بخاری شریف اور دیگر کئی کتب حدیث میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے، بعض روایتوں میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے، صحیح بخاری شریف، ج2، صفحہ 764، کی روایت کے الفاظ یہ ہیں::

قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِّأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا — حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ثُوَیبہ" ابولہب کی باندی تھیں، ابولہب نے انہیں آزاد کیا تھا

فَأَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِیَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِیبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِیتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَیْرَ أَنِّی سُقِیتُ فِی هَذِهِ بِعَتَاقَتِی ثُوَیْبَةَ.	اورانھوں نے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کودودھ پلانے کا شرف پایا، جب ابولہب مرگیا تو اس کے خاندان والوں میں کسی نے خواب میں اُسے بدترین حالت میں دیکھا،اس سے کہا: تو نے کیا پایا؟ ابو لہب نے کہا: میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کچھ آرام نہیں پایا،سوائے یہ کہ ثُوَیبہ کوآزاد کرنے کی وجہ سے اِس (انگلی) سے سیراب کیا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری شریف ،کتاب النکاح ،باب من قال لا رضاع بعد حولین ، حدیث نمبر:5101)

اس روایت کی شرح کرتے ہوئے شارحین صحیح بخاری شریف علامہ بدرالدین عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی وغیرھما رحمہم اللہ تعالی نے اپنی اپنی شرح میں دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے تفصیلی روایت تحریر فرمائی ہے۔ یہاں علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمتہ اللہ علیہ کی شرح عمدۃ القاری ج، 14 صفحہ 45، سے عبارت نقل کی جارہی ہے:

وذکر السهیلی ان العباس رضی الله تعالی عنه قال لما مات ابولهب رایته فی منامی بعد حول فی شر حال، فقال مالقیت بعدکم راحة الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین،	حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مرگیا تو میں نے ایک سال کے بعد خواب میں اسے بدترین حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: میں نے تم سے جداہونے کے بعد اب تک راحت نہیں پائی،البتہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

قال وذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا.

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں :وہ اس لئے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن تولد ہوئے اور ثُوَیْبَہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تو اس نے انہیں آزاد کردیا تھا۔

(عمدۃ القاری، کتاب النکاح ،باب من قال لا رضاع بعد حولین، ج14،ص45)

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتب احادیث میں بھی وارد ہے:السنن الکبری للبیھقی،کتاب النکاح ،حدیث نمبر14297 ۔مصنف عبدالرزاق ، کتاب المناسک ج7۔حدیث نمبر13546 ۔جامع الاحادیث والمراسیل، مسانید الصحابۃ ،حدیث نمبر43545۔ کنز العمال، ج6،کتاب الرضاع من قسم الافعال،حدیث نمبر15725 ۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے ہی دنیا میں آمد ہوئی ،اس کی برکت سے حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزادی مل گئی ،خدا نے بتایا کہ یہ وہ حبیب ہیں جو انسانیت کوطوقِ غلامی سے آزادفرمانے والے ہیں۔

بولہب جس کے ہے ذم میں سورۂ تبت یدا مژدۂ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا
ہو کے شاداں انت حرۃ اذہبی اس کو کہا ساتھ اس کہنے کہ اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اس کے ہاتھ سے جس کے پینے سے ہے تسکین پیاس کے صدمات سے
یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا کفر و دوزخ میں ہو جس کی آبیاری برملا

پھر جوایماں بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو ذرا　مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا

یہ نہیں ممکن کہ رنج وشادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

(حضرت امام انوار اللہ فاروقی قدس سرہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر میلاد کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے انتہا محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.
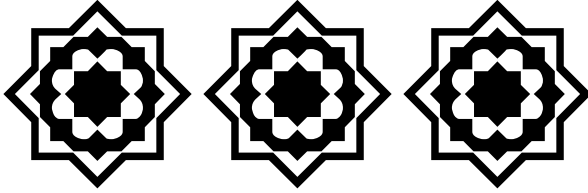
بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿……جسم اطہر کی اعجازی شان……﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا أَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکُمْ نُوْرًا مُبِیْنًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

برادران اسلام! ابھی میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے، اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا معجزہ اور روشن دلیل قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات دے کر بھیجا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ صرف معجزات عطا فرمائے بلکہ آپ کی ذات مقدسہ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا، ارشاد الٰہی ہے:

یَا أَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکُمْ نُوْرًا مُبِیْنًا.	اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل آ چکی اور ہم نے تمہاری طرف ایک درخشاں نور اتارا ہے۔

(سورۃ النساء 174)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابوالحسن علی بن محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ يعنى محمداً صلى الله عليه وسلم وما جاء به من البينات من ربه عز وجل .

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل آ چکی "برہان" روشن دلیل سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ روشن نشانیاں ہیں جو آپ اپنے رب کی بارگاہ سے لائے ہیں۔

(الباب التأویل فی معانی التنزیل ،سورۃ النساء 174)

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صورت وسیرت، حسن وجمال، فضل وکمال ہر اعتبار سے بے مثل وبے مثال بنایا ہے اور آپ کے وجود مقدس کو حق کی دلیل قرار دیا ہے، اسی لئے شمائل شریفہ کے ہر باب سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ کائنات پست وبالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نظیر وہمسر نہیں، سراپائے اقدس کا ہر مبارک حصہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ نور کامل اور ساری مخلوق میں سب سے اعلی وارفع ہیں، آپ کی ذات مقدسہ سے انسانیت کو عروج وکمال نصیب ہوا ہے۔

آج میں احادیث کریمہ کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سراپائے اقدس اور آپ کے جسم اطہر کی اعجازی شان سے متعلق عرض کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

آپ کے جمال بے مثال اور حسن باکمال سے متعلق شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ ! اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِهٖ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانَ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِیْفِ عَلٰی وَجْهٍ لَمْ یَظْهَرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقُ اٰدَمِیٍّ مِثْلُهٗ .

جان لوکہ اس بات کا یقین رکھنا کمال ایمان سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود مقدس کو اس طور پر پیدا فرمایا کہ آپ جیسا نہ کسی کو آپ سے پہلے پیدا فرمایا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی وجود بنایا۔

(المواهب اللدنية مع حاشية الزرقاني ج5ص239)

﴿حسن وجمال﴾

برادران اسلام! حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بے مثل حسن و جمال، جاہ وجلال اور جود ونوال سے متعلق صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ .

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا:حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ،سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔

(صحيح البخاری ، کتاب الجهاد ،باب الشجاعة فی الحرب والجبن ،حديث نمبر2820)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال با کمال کا یہ عالم تھا کہ صبح وشام خدمت اقدس میں حاضر رہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو نظر بھر نہیں دیکھ سکتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے،سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ .صلى الله عليه وسلم. وَلاَ أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلاَلاً لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ.

کوئی شخص میرے نزدیک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں اور نہ کوئی ہستی میری نظر میں آپ سے زیادہ بزرگ وباعظمت ہے، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت وجلالت کی وجہ سے آنکھ بھر آپ کا دیدار نہیں کرسکتا اور اگر مجھ سے سراپائے اقدس سے متعلق پوچھا جائے تو میں بیان نہیں کرسکتا اس لئے کہ میں آنکھ بھر آپ کا دیدار نہیں کرسکا۔

(صحيح مسلم ،كتاب الإيمان ،باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج .حديث نمبر336)

آپ کا سراپائے اقدس بیان کرنے والے صحابۂ کرام فرمایا کرتے:

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ....حَسَنَ الْوَجْهِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلاَ قَبْلَهُ مِثْلَهُ.

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسین چہرے والے ہیں، میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

(صحيح البخارى، كتاب اللباس، باب الجعد، حديث نمبر5907،الشمائل المحمدية للترمذى ص1)

اسی طرح صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ. صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا.

حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوب رُو اور سراپائے اقدس کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

(صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر3549)

﴿سراپائے اقدس﴾

برادران اسلام! سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے اقدس کے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان على إذا وصف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لم يكن رسول الله بالطويل الممغط، ولا بالقصير المتردد، وكان ربعة من القوم، لم يكن بالجعد القطط، ولا بالسبط، كان جعدا رجلا،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ دراز قد ہیں اور نہ پست قد، آپ لوگوں میں رفعت شان کے ساتھ میانہ قد ہیں(لیکن یہ آپ کی قامت زیبا کا معجزہ ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود جب آپ کسی دراز قد شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے زیادہ دراز ہوتے) آپ کے مبارک بال نہ چھلے دار گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ خم دار وآبدار ہیں،(آپ کے بال مبارک کان کی لو تک رہتے اور کبھی نصف گردن مبارک تک پہنچتے تھے اور کبھی اس سے تجاوز کرتے تو آخر گردن تک پہنچتے،اس سے زیادہ کبھی آگے نہیں بڑھے)

ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم ، وكان في وجهه تدوير أبيض مشرب ، أدعج العينين ، أهدب الأشفار ، جليل المشاش والكتد ، أجرد ذو مسربة ، شثن الكفين والقدمين ، إذا مشى تقلع كأنما ينحط في صبب ، وإذا التفت التفت معا ، بين كتفيه خاتم النبوة ، وهو خاتم النبيين ، أجود الناس صدرا ، وأصدق الناس لهجة ، وألينهم عريكة ، وأكرمهم عشرة، من رآه بديهة هابه ، ومن خالطه معرفة أحبه ، يقول ناعته : لم أر قبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم.

آپ بہت موٹے نہیں اور نہ گول چہرے والے۔آپ کے چہرۂ انور میں عظمت شان کے ساتھ قدرے گولائی ہے،سفید رنگ،سرخی مائل،مبارک آنکھوں کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید، مبارک پلکیں دراز،مبارک ہڈیاں پُر گوشت اور مضبوط،جسم اقدس بالوں سے صاف ، ناف مبارک اور سینۂ اقدس کے درمیان مبارک بالوں کی ایک باریک لکیر ،مقدس ہتھیلیاں اور مبارک قدم پُر گوشت، جب آپ چلتے تو قدم مبارک قوت سے اُٹھاتے گویا آپ بلندی سے پستی کی طرف تشریف لا رہے ہیں ، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو بدن اطہر کے ساتھ مکمل توجہ فرماتے ، آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔آپ سب سے زیادہ سخاوت فرمانے والے ، سب سے بڑھ کر سچ کہنے والے، انتہائی نرم طبیعت والے اور سب سے بڑھ کر اچھا برتاؤ کرنے والے ہیں۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہوجاتی اور جو آپ کی جلالت وعظمت کو جان کر آپ سے شرف ملاقات کرتا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔آپ کی نعت وصفت بیان کرنے والے کہتے ہیں: میں نے آپ کے مثل نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

(الشمائل المحمدية للترمذی ، باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه و سلم حدیث نمبر6)

﴿بدن مبارک کی اعجازی شان﴾

حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جسم مبارک بے مثل و بے مثال، لطیف ونفیس سراپا نور جس کی خوشبوئے دلنواز سے مشام جان وایمان اور ساری فضائے بسیط معطر رہا کرتی ۔آپ کا جسم مبارک سرخی مائل سفید نوارنی ہے ایسا معلوم ہوتا گویا چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے۔

(الشمائل المحمدية للترمذی ۔ص 2، سبل الهدی والرشاد ۔ج 2۔ ص10۔11)

اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ظاہری و باطنی ہر قسم کی آلائش سے منزہ اور پاک رکھا، جسم اقدس نور کے سانچہ میں ڈھلا تھا، جسم اطہر تو کجا لباس مبارک پر بھی کبھی مکھی یا مچھر نہیں بیٹھا۔

وَاَنَّ الذُّبَابَ لَا یَقَعُ عَلَی ثِیَابِهٖ فَضْلاً عَنْ جَسَدِهِ الشَّرِیْف.

(السيرة الحلبية ۔ج3ص372)

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

آپ نور ہیں اور مکھیوں کا آنا، جوؤں کا پیدا ہونا گندگی اور بو کی وجہ سے ہوتا ہے اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر قسم کی آلائش سے پاک ہیں اور آپ کا جسم مقدس خوشبودار ہے۔

﴿رُخِ انور﴾

امام بیہقی کی کتاب 'دلائل النبوۃ' میں حدیث پاک ہے:

عــن عـائشة : أنهـا قــالــت : وكـــان أحسن الناس وجها . وأنورهم لونا .	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر حسین چہرہ والے اور رنگت میں سب سے بڑھ کر بارونق ونورانی ہیں۔

(دلائل النبوة للبيهقي،جماع أبواب مولد النبي صلى الله عليه وسلم،باب جامع صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر238)

سنن دارمی میں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَنْجَدَ وَلاَ أَجْوَدَ وَلاَ أَشْجَعَ وَلاَ أَضْوَأَ وَأَوْضَأَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم .	حضرت عبد الملک بن عمیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا طاقتور وبہادر سخی وفیاض اور پاکیزہ ونورانی کسی کو نہیں دیکھا۔

(سنن الدارمي ،كتاب المقدمة،باب فى حسن النبي صلى الله عليه وسلم،حديث نمبر60)

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ انور کی نورانیت کی وجہ سے تاریکی وتیرگی روشنی وتابنا کی سے بدل جاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرۂ

انور ایسا حسین وجمیل اور نورانی کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں روشنی ہوجاتی، چہرۂ انور کی نورانیت چراغ کی روشنی اور سورج کی چمک دمک پر غالب رہتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ سورج آپ کے چہرۂ انور سے روشنی حاصل کرتے ہوئے چل رہا ہے، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ .	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کوئی چیز نہیں دیکھی گویا سورج آپ کے چہرۂ انور سے روشنی حاصل کرتے چل رہا ہے۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب، باب فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر4009۔زجاجة المصابیح، ج 5ص25)

﴿موئے مبارک وریش مبارک﴾

برادران اسلام! حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک حلق کروانے کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو موئے مبارک تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ...فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ .(صحیح مسلم ،کتاب الحج، باب بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق،حدیث نمبر3215)

علاوہ ازیں وضو کے وقت جو موئے مبارک یا ریش مبارک نکلتے اور جو مبارک

آب بنی ہوتا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں ہاتھوں میں لے لیتے اور اس سے برکت حاصل کرتے، جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے جب حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبۂ عشق ومحبت کو دیکھا، مسلمانوں کے ماحول اور بارگاہِ نبوی میں صحابۂ کرام کے ادب کا مشاہدہ کیا، تو مکہ واپس ہوکر قریش کے سامنے اس طرح اپنا تاثر ظاہر کیا:

قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ	اے میری قوم! خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ	جب ناک صاف کرتے ہیں تو آب بنی مبارک
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا	اُن میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرتا، وہ اپنے
وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ	چہرہ اور جسم پر ملتے اور برکت حاصل کرتے ہیں،
مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ	اگر وہ کوئی حکم فرمائیں تو وہ حضرات حکم کی تعمیل میں
وَجِلْدَهُ ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ	سبقت کرتے ہیں جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان
ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ ، وَإِذَا تَوَضَّأَ	کے اصحاب ان کے وضو کا استعمال کیا ہوا پانی
كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى	حاصل کرنے کے لئے اس طرح مچلتے ہیں گویا
وَضُوئِهِ ، وَإِذَا تَكَلَّمَ	لڑائی کی نوبت آجائے گی، جب وہ گفتگو فرماتے
خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ ،	ہیں تو تمام اصحاب اپنی آوازیں پست کر لیتے، اُن
وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ	کے دلوں میں آپ کی ایسی عظمت وہیبت، عزت و
تَعْظِيمًا لَهُ ،فَقَالَ أَيْ قَوْمِ ،	تقدس جاگزیں ہے کہ کوئی شخص ان کی جانب آنکھ
وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى	بھر کر نہیں دیکھتا۔لوگو! خدا کی قسم ! میں نے
الْمُلُوكِ.	بادشاہوں کا دربار دیکھا۔

وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ ، يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ. صلى الله عليه وسلم . مُحَمَّدًا... وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ ، فَاقْبَلُوهَا .

قیصر وکسریٰ کی آن بان دیکھی نجاشی، بادشاہ کا رعب و دبدبہ دیکھا مگر خدا کی قسم ! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کواس کی ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اُن کی تعظیم اور ادب کرتے ہیں ۔آپ نے صلح کی تجویز رکھی ہے اس کو قبول کرلو۔

(صحیح بخاری ۔کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، حديث نمبر2731)

﴿نگاہ مقدس﴾

حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قوت بصارت کی شان یہ ہے کہ آپ نے رب کا دیدار فرمایا اور انوار وتجلیات کے مشاہدہ کے وقت نہ پلک جھپکی اور نہ حدادب سے آگے بڑھی، ارشاد الٰہی ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى .

(دیدار حق کے وقت) نہ نگاہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ جلوۂ حق سے متجاوز ہوئی۔

(سورة النجم ۔17)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیک وقت شش جہات: دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے دیکھتے۔

كَانَ يَرَى مِنْ كُلِّ جِهَةٍ. (المواهب اللدنية مع حاشية الزرقانی، ج5ص265)

آپ کی نگاہ حق آگاہ سے اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِی بَكْرٍ قَالَتْ: ...قَالَ: مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِی مَقَامِی هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ.

سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبۂ مبارک میں ارشاد فرمایا: کائنات کی ہر وہ چیز جس کو میں نے نہیں دیکھا اب میں نے اس کو اپنے اِس مقام سے دیکھ لیا، یہاں تک کہ میں نے جنت ودوزخ کو بھی دیکھا۔

(صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء أما بعد، حديث نمبر922)

سماعت مبارک

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس شان کی قوت سماعت عطا فرمائی کہ آپ کے لئے دور ونزدیک کی آواز یکساں ہے، آپ زمین پر تشریف فرما رہ کر آسمان میں پیدا ہونے والی آواز کو سماعت کرتے ہیں۔

جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم:

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

إِنِّـــي أَرَى مَـــا لاَ تَـــرَوْنَ	کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
وَأَسْــمَـعُ مَـا لاَ تَسْـمَـعُـونَ	ارشادفرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جوتم نہیں دیکھتے
أَطَّـتِ السَّـمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ	اور وہ سنتا ہوں جوتم نہیں سنتے، آسمان چرچرایا
تَـئِـطَّ مَـا فِيهَـا مَوْضِعُ أَرْبَعِ	اور اس کی چرچراہٹ ضروری ہے ،اس میں
أَصَـابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ	چارانگل جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ
جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ .	ریز نہ ہو۔

(جامع الترمذی ،ابواب الزهد، باب فی قول النبی صلی الله علیه وسلم لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا،حديث نمبر2482)

نیز امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خصائص کبری میں بیہقی، صابونی،خطیب اورابن عساکر کےحوالہ سےنقل فرمایا:

عـن الـعبـاس بـن عبـد	سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے
المطلب قال : قلت : يا	فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
رسـول الـله ، دعاني إلى	وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا "
الـدخـول فـي دينـك	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ کی نبوت
أمارة لنبوتك ، رأيتك	کی ایک علامت میرے اسلام میں داخلہ کا باعث
فـي الـمهـد تناغي القمر	بنی، میں نے آپ کوگہوارہ میں دیکھا کہ آپ چاند
وتشيـر إليــه بأصبعك،	سے باتیں فرماتے اورجس طرف اشارہ فرماتے وہ
فـحيـث أشـرت إليه مال	اسی سمت جھک جاتا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ
قال :	وسلم نے ارشادفرمایا:

إنــي كـنــت أحـدثــه ويـحـدثـني ، ويلهيني عن البـكـاء ، وأسمع وجبتـه حين يسجد تحت العرش	میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ کو رونے سے بہلایا کرتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنا کرتا۔

(الخصائص الكبرى، ج 1ص53)

﴿دہن مبارک وزبان مبارک﴾

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ وفراخ ہے اور آپ نہایت خوش آواز ہیں اور آپ کی مبارک آواز کی یہ معجزانہ شان ہے کہ جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو گھر کے اندر پردہ نشین خواتین بھی سنا کرتیں۔

جب آپ کلام فرماتے تو دندان مبارک سے نور نکلتا جیسا کہ سنن دارمی، معجم اوسط طبرانی، شمائل ترمذی، مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ ابْـنِ عَبَّـاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ ، إِذَا تَـكَـلَّـمَ رُئِـيَ كَـالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک کے درمیان کشادگی تھی، جب آپ کلام فرماتے تو دندان مبارک کے درمیان سے نور دکھائی دیتا۔

(سنـن الـدارمـي، كتاب المقدمة، باب في حسن النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر59۔ الشمـائـل المحمدية للترمذي، باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم ،حديث نمبر14۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، حديث نمبر 14031۔ كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الشمائل، حديث نمبر17819)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے جوالفاظ ادا ہوتے ہیں اس سے متعلق حق تعالیٰ اپنے پاکیزہ کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى .	آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ تو وحی الٰہی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

(سورۃ النجم ۔3۔4)

حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم فصیح گفتگوفرماتے ،آپ کی گفتگونہایت شیریں ہوا کرتی ،دل کی گہرائیوں تک پہنچتی ،آپ کا کلام بلاغت نظام فصاحت وبلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر ہے جہاں تک کسی اور کے کلام کی رسائی ممکن نہیں۔

﴿لعاب دہن مبارک﴾

برادران اسلام! حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک لعاب دہن کی یہ شان ہے کہ اگر آپ اپنا لعاب مبارک کھارے پانی کے کنویں میں ڈالتے تو پانی شیریں ہوجاتا، زخم پر لعاب مبارک لگاتے تو زخم اسی لمحہ مندمل ہوجاتا، تکلیف کی جگہ لگایا جاتا تو فوراً تکلیف ختم ہوجاتی اورایسا محسوس ہوتا کہ کبھی تکلیف تھی ہی نہیں، جوآپ کے لعاب مبارک سے برکت حاصل کرتے رحمتیں اور سعادتیں ہمیشہ کے لئے اُن کا مقدر بن جاتیں۔صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ ... قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : ...أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؟	ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:......خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:......علی بن ابی طالب کہاں ہے؟

فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ . قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ . فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ ، وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ .	عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! انہیں آشوب چشم لاحق ہوا، حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو طلب فرمایا، جب آپ کو لایا گیا تو حضور نے اُن کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور دعا کی تو وہ ایسے شفایاب ہوئے جیسے انہیں کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(صحیح البخاری ،کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ،حدیث نمبر4210)

دست اقدس

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست اقدس کی شان وعظمت یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے دست مبارک پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس میں آپ کے دست مبارک کو اپنا دست قدرت قرار دیا، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ.	ترجمہ (اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم !) بیشک جو لوگ آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ وہ اللہ تعالی کے دست قدرت پر بیعت کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

(سورۃ الفتح۔10)

صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ . . .	حضرت حکم سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ ، فَيَمْسَحُونَ بِهَا وُجُوهَهُمْ ، قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ ، فَوَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِي ، فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ ، وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ .

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے دستہائے اقدس کو چومنے کی سعادت حاصل کرتے اور اُن کو اپنے چہروں پر مَل کر برکت حاصل کرتے ،تو میں نے بھی آپ کا دست مبارک تھام کر اپنے چہرہ پر رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی صلی الله عليه وسلم حديث نمبر3553)

دست اقدس کی معجزانہ شان یہ ہے کہ آپ جہاں دست مبارک پھیرتے وہ جگہ ہمیشہ کیلئے برکتوں کا منبع ہوجاتی ،دست کرم کی برکت سے بیماریاں دور ہوتیں،تکلیفیں دفع ہوتیں اور بکری کے خشک تھن میں دودھ آجاتا ، انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے اور آپ کی انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوجاتا ، ڈوباہوا سورج پلٹ آتا۔

﴿قدم مبارک﴾

برادران اسلام! جب آپ چلتے تو زمین آپ کے لئے سمیٹ دی جاتی۔

(جامع الترمذی، ج 2ص 206)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پاک کی یہ عظمت ہے کہ جہاں مقدس قدم رکھتے وہ مقام ہمیشہ کے لئے برکتوں کا منبع اور سعادتوں کا مرکز ہوجاتا ہے۔آپ کی

تشریف آوری سے قبل مدینہ طیبہ کو یثرب یعنی بیماریوں اور وباؤں کا مقام کہا جاتا تھا لیکن جب آپ نے وہاں اپنا مبارک قدم رکھا تو وہ مقام مدینہ طیبہ و مدینہ منورہ ہوگیا، قدم پاک کی برکت سے بیماریوں والی زمین بھی خاک شفا ہوگئی۔آپ کے مبارک قدموں کی برکت صرف اس عالم کی حدتک خاص نہیں بلکہ عالم آخرت وروزمحشر بھی آپ کی رحمتوں و برکتوں کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

جیسا کہ امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملک شام میں میدان حشر برپا ہوگا اور معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس لے جانے میں مشیّت خداوندی یہ تھی کہ جب اس حصہٗ زمین پر آپ کے مبارک قدم پڑ جائیں گے تو کل روز قیامت آپ کی امت کے لئے سہولتیں اور آسانیاں میسر آجائیں گی اور آپ کے قدمین اطہرین کی برکت کے سبب وہاں پرٹھہرنا آسان ہوجائے گا۔

وقيل لانه محل الحشر، فأراد الله تعالى أن تطأه قدمه ليسهل على أمته يوم القيامة وقوفهم ببركة أثر قدميه.

(سبل الهدى والرشاد ج3ص18)

برادران اسلام! سراپائے اقدس اور شمائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل کیفیت بیان کرنے سے الفاظ وکلمات قاصر ہیں، زبان وبیان اپنی وسعت وکشادگی کے باجود تنگ دامنی کا شکوہ کرتے ہیں، حصول سعادت کے لئے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سراپائے اقدس اور حسن وجمال کو روایات کے مطابق مختصراذکر کیا گیا۔درحقیقت حسن وجمال کو مکمل طور پر ظاہر کیا ہی نہیں گیا کیونکہ اگر آپ کا حسن وجمال ہمارے لئے

مکمل طور پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس جمال بے مثال اور حسن باکمال کی نورانیت کی تاب نہ لاسکتے اور اس کی تابناکی کو برداشت نہیں کرسکتے۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام قرطبی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ لَوْ ظَهَرَلَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہمارے لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل حسن وجمال ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ اگر آپ کا مکمل حسن ظاہر ہوجاتا تو ہماری نگاہیں آپ کے دیدار کا تحمل نہیں کرسکتیں۔

(المواھب اللدنیة علی حاشیة الزرقانی، ج5ص241)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شمائل مبارکہ کے بیان سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ خیر البشر ہیں، چہرۂ انور کا بے مثال نور، سماعت مبارک اور نگاہ مقدس کی غیر معمولی رسائی، دہن مبارک کی معجزانہ فصاحت وبلاغت، لعاب دہن مبارک کی برکت، دست اقدس کا تصرف واختیار اور تمام سراپائے مبارک کے کمالات ومعجزات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ عالم وجود میں آپ جیسا کوئی وجود ہی نہیں اور کائنات ارضی وسماوی میں آپ کا کوئی نظیر نہیں۔جس طرح فرش والے آپ کے بے مثل و بے مثال ہونے کا چرچہ کررہے ہیں اسی طرح آپ کی ملکوتی و عالم علوی کی سلطنت کے وزیر سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی آپ کے فضل وکمال میں یکتا ہونے کا اعلان کررہے ہیں۔

بیہقی طبرانی اور ابن عساکر کی روایت ہے:

قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو چھان ڈالا لیکن پیکر حمد وثناء حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کسی کو نہ پایا۔

(الخصائص الکبریٰ ج1ص317)

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وآخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰی قَدْرِ حُسْنِهٖ وَ جَمَالِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ .

آمِیْن بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عظیمہ......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین گرامی منزلت ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ‘ عادات مبارکہ‘ تمام خوبیوں کی جامع ہیں ،آپ کے اخلاق عالیہ میں صبر وتحمل‘ حلم وبردباری‘ شفقت ورحمت‘ عدل وانصاف‘ سخاوت وشجاعت‘ غمخواری وانکساری کے محاسن وکمالات موجود ہیں،آپ کے معاملات کی ستھرائی،گفتار کی شیرینی اور کردار کی پاکیزگی کواپنے‘ بیگانے سبھی مانتے ہیں، ہرایک کے ساتھ آپ عنایت ومہربانی کا معاملہ فرماتے ،جولوگ طعن وتشنیع کے تیر برساتے ان کے ساتھ بھی آپ محبت وعنایت کا برتاؤ کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برائی کا بدلہ اچھائی سے اور بدسلوکی کا حسن سلوک سے دینے کی تعلیم فرمائی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

تعطی من حرمک ،	''تم اسے عطا کرو جو تمہیں محروم رکھے، تم اس شخص
وتعفو عمن ظلمک ،	کو درگزر کرو جو تم پر ظلم کرے اور تم اس کے ساتھ
وتصل من قطعک .	صلہ رحمی کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کرے۔''

(مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة اذا السماء انشقت والسجود فيها، حديث نمبر:3873)

اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت وسیرت، ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا، آپ کو اخلاق عالیہ کے بلند ترین مراتب پر فائز فرمایا، آپ کے خصائل حمیدہ و اخلاق عالیہ کا مبارک تذکرہ صرف قرآن کریم ہی میں نہیں بلکہ دیگر آسمانی کتابوں میں موجود ہے جو اچھے صفات اور فضائل و کمالات مختلف پیغمبروں کو عطا کئے گئے ؛ وہ تمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں جمع کر دئے گئے، آپ کے اخلاق کی رفعتوں کے بیان میں ارشاد الہی ہے:

وَإِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيمٍ.	اور (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم!) بیشک آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

(سورة القلم، آیت:4)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ خلقِ عظیم والے ہیں، آپ کے اخلاق عظیم ہیں بلکہ اس طرح تعبیر فرمائی کہ اخلاق کی بلندی اور رفعت آپ کے تحت ہے اور آپ اس کے اوپر ہیں۔

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا — تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا — تیرے خالق ہردو ادا کی قسم

(فاضل بریلوی)

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، حدیث نمبر:2150)

آپ نے ارشادفرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.

یقیناً مجھے اخلاق کی بزرگیوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیھا، حدیث نمبر:21301)

جہالت کے ماحول میں انسانیت کو عروج تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالی نے سرزمین مکہ پر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے کفر وشرک کا خاتمہ کیا، ظلم وعدوان، حق تلفی وناانصافی کے دور میں اقدار انسانی کا تحفظ فرمایا اور مخلوق کو انصاف کی شاہ راہ پر گامزن کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت دنیا کو اخلاق کریمہ کا درس دیا

جبکہ دنیا سے اخلاقی اقدار ناپید ہو چکے تھے۔

کبھی انسان تکلف کی بنا پر اخلاق کا نمونہ پیش کرتا ہے اور لوگ اسے با اخلاق سمجھتے ہیں؛ لیکن اس کی حقیقی حالت اس کے گھر والوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی گواہی آپ کے گھر والوں نے اس طرح دی؛ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے اخلاق کریمہ سے متعلق بیان فرماتی ہیں:

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا ، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ .

''اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند رکھے گا اور اپنی مدد کو نہیں روکے گا، آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔''

(صحيح البخاری ،باب بدء الوحی، حديث نمبر:3)

آپ نہ صرف گھر والوں، احباب واصحاب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے بلکہ خادموں اور ماتحت افراد سے بھی شفقت کا معاملہ فرماتے۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں دس برس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہا، کبھی آپ نے مجھے ''اُف'' تک نہیں فرمایا۔

وَمَا قَالَ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلاَ لِشَیْءٍ تَرَکْتُهُ لِمَ تَرَکْتَهُ وَکَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا .	اورمیں نے جوکیا اس میں کسی چیز سے متعلق دریافت نہیں کیا کہ ''تم نے یہ کیوں کیا''۔اورمیں نے جونہیں کیااس میں کسی چیز سے متعلق نہیں فرمایا کہ ''تم نے کیوں نہیں کیا''۔اورحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے بہتر اخلاق والے ہیں۔

(جامع الترمذی ، ابواب البر والصلۃ ، باب ما جاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر2147)

﴿اخلاق عالیہ کے چند بہترین نمونے﴾

حضرات گرامی ،حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اخلاق عالیہ کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

☆ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

قَامَ أَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعُوهُ وَهَرِیقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ ، أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ .	ایک اعرابی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اوراس کے صحن میں پیشاب کردیا،صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دوڑے کہ ان کوسختی سے منع کریں،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کوروک لیا اورفرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے،نہ کہ تنگی پیدا کرنے کے لئے !پھرحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس پر پانی بہاکرصاف کردیں۔

(صحيح البخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، حدیث نمبر:220)

یہ آپ کے بلند اخلاق کا نمونہ ہے کہ آپ نے اس اعرابی کو شرمسار نہیں کیا؛ بلکہ نہایت شفقت ومحبت سے فرمایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہاں نماز وتلاوت ہوتی ہے، یہاں گندگی کرنا اس کے تقدس کے خلاف ہے۔

☆ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے:

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ فَتًى شَابًّا أَتَى النَّبِیَّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِی بِالزِّنَا .فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوهُ وَقَالُوا مَهْ مَهْ .فَقَالَ ادْنُهْ . فَدَنَا مِنْهُ قَرِيباً . قَالَ فَجَلَسَ. قَالَ أَتُحِبُّهُ لأُمِّكَ . قَالَ لاَ وَاللَّهِ جَعَلَنِى اللَّهُ فِدَاكَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لأُمَّهَاتِهِمْ .

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے 'زنا' کرنے کی اجازت عطا فرمائیں! ۔رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے- انہیں شرمسار نہیں کیا اور ان پر سختی نہیں کی؛ بلکہ-فرمایا: آپ میرے قریب آئیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم یہ ارادہ کس کے ساتھ کرتے ہو؟ کیا تمہارا اپنی ماں کے ساتھ ایسا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔

قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لابْنَتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ یَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاکَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ یُحِبُّونَهُ لِبَنَاتِهِمْ. قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لأُخْتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاکَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ یُحِبُّونَهُ لأَخَوَاتِهِمْ. قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاکَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ یُحِبُّونَهُ لِعَمَّاتِهِمْ. قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاکَ.

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی بیٹی کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی بہن کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی پھوپی کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپیوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی خالہ کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم !یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے۔

قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِخَالاَتِهِمْ .قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ .قَالَ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ.	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں، پھر اپنا دستِ شفقت ان کے سر پر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ باری تعالیٰ اس نوجوان کے سابقہ سارے گناہ بخش دے، ان کے دل سے سارے برے ارادے ختم فرما دے اور انہیں عفیف و پاکباز رکھ! ۔حضراتِ صحابۂ کرام بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی کسی نامناسب کام کی طرف التفات نہیں کیا۔

(مسندالامام احمد،حدیث ابی امامة الباهلی رضی الله عنه،حدیث نمبر:22868)

☆بیہقی اور مشکوۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

أن يهوديا ، كان يقال له فلان حبر كان له على رسول الله صلى الله عليه وسلم دنانير فتقاضاها النبى صلى الله عليه وسلم فقال له: يا يهودى ، ما عندى ما أعطيك قال: فإنى لا أفارقك يا محمد حتى تعطينى ، فقال صلى الله عليه وسلم : إذا أجلس معك ،	ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی یہودی سے قرض لیا، اس شخص نے مقررہ وقت سے پہلے آ کر رقم کا مطالبہ کیا اور کہنے لگا: جب تک آپ رقم نہیں دینگے میں آپ کو یہاں سے جانے نہیں دونگا!

فجلس معه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر والمغرب والعشاء الآخرة والغداة،وكان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يتهددونه ويتوعدونه ففطن رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما الذى تصنعون به ؟ فقالوا : يا رسول الله ، يهودى يحبسک ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : منعنى ربى أن أظلم معاهدا ولا غيره ، فلما ترجل النهار قال اليهودى أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، وشطر مالى فى سبيل الله ، أما والله مافعلت الذى فعلت بک إلا لأنظر إلى نعتک فى التوراة .

آپ اس شخص کے ساتھ نماز ظہر سے دوسرے دن کی فجر تک مسجد میں تشریف فرما رہے، یہودی کی اس حرکت پر صحابۂ کرام اسے تنبیہ کرنے لگے ،صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے! آپ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں کسی صاحب معاہدہ شخص پر ظلم کروں۔'' آپ کے اخلاق عالیہ کو دیکھ کر وہ یہودی کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میری تمام دولت کا آدھا حصہ اللہ تعالی کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ میں نے جو کچھ حرکت کی، قسم بخدا! اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توراۃ میں آپ کی نعت وتوصیف پڑھی تھی کہ

محمد بن عبد الله مولده بمكة ومهاجره بطيبة ، وملكه بالشام ليس بفظ ولا غليظ ، ولا سخاب في الأسواق ، ولا متزين بالفحش ، ولا قول الخنا . أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله .وهذا مالي فاحكم فيه بما أراك الله.	''محمد بن عبد اللہ-صلی اللہ علیہ وسلم-کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی، مدینہ منورہ آپ کی ہجرت کا مقام ہوگا،آپ کے اقتدار کے جھنڈے ملک شام میں لہرائیں گے،آپ نہ سخت مزاج ہیں نہ تندخو،نہ بازاروں میں شورکرنے والے ہیں نہ فحش کلام کرنے والے ہیں،کبھی بیہودہ کلام نہ کریں گے''میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ ایک ہے اورآپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔حضور! یہ میرا سارامال آپ کی خدمت میں پیش کرتاہوں،اللہ تعالی آپ کوجس طرح حکم فرمائے'آپ اس کا فیصلہ فرمادیں۔

(دلائل النبوة للبيهقى،جماع أبواب أسئلة اليهود وغيرهم ، واستبرائهم عن أحوال النبي صلى الله عليه وسلم ، وإسلام من هدى إلى الإسلام منهم ،حديث نمبر:2539۔مشكوة المصابيح،كتاب الفضائل والشمائل،باب فضائل سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم،حديث نمبر:5832)

﴿خلق عظیم،صحابیات کی زبانی﴾

عزیزان گرامی قدر،دین اسلام کی اشاعت کا بڑا سبب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ ہیں ، آپ کے اخلاق سے دشمنوں کے دلوں کی نفرت وکدورت چھٹ جاتی ،کفروضلالت کا صفایا ہوجاتا، جانی دشمن بھی اگرناپاک ارادہ سے

دربار اقدس میں حاضر ہوتا تو خلق عظیم کی عظمت ایسی چھا جاتی کہ اس کی دنیا بدل جاتی ، آپ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنھا نے فرمایا:

ما رأيت أحدا أحسن خلقا من رسول الله صلى الله عليه وسلم میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین اخلاق والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ، باب المیم من اسمہ محمد ، حدیث نمبر:6768)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو قرآن کریم ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرِينِي بِخُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -. قَالَتْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ).

حضرت سعد بن ہشام بن عامر سے روایت ہے، فرمایا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے متعلق بتائیے ! آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن شریف ہے کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے :اور بے شک آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

(مسند احمد ، حديث السيده عائشه ، حديث نمبر:25338)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کی شرح میں لکھا کہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے کیا آپ نے وانک لعلیٰ خلق عظیم نہیں پڑھا۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے قرآن پاک کے اوامر ونواہی پر حضور کے جیسا کوئی عمل کرنے والا نہیں۔

تعنی کان خلقه مذکورا فی القرآن فی قوله تعالی وإنک لعلی خلق عظیم القلم تعنی أن العظیم إذا عظم أمرا لم یقدر أحد قدره ولم یعرف أحد طوره.

(مرقاۃ المفاتیح ، کتاب الایمان ، ج:1، ص:281)

﴿اچھے اخلاق میں اضافہ کی دعاء﴾

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ابد تک حسن اخلاق سے متصف ہیں ، اچھے اخلاق کی توصیف بھی اسی لئے ہے کہ سرکار نے ان کا انتخاب فرمایا، اس اخلاق عالیہ کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے حسن اخلاق میں اضافہ وکثرت کی دعا فرمایا کرتے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ! تو نے میرا ظاہر اچھا بنایا، پس میرے اخلاق مزید اچھے بنا۔“

(مسند احمد ، مسند عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر:3900)

﴿اہل خانہ کے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ﴾

بزرگوں اور دوستوں، اہل خانہ، امہات المؤمنین، رشتہ دار، کمسن بچوں کے ساتھ آپ کے حسنِ معاملہ کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ امہات المؤمنین کے ساتھ نرم گفتگو فرماتے، سخت کلامی سے نہایت دوری پسند رہی، گھر کے کاموں میں ازواج مطہرات کا تعاون فرماتے، جس برتن سے وہ کھاتے پیتے اس میں آپ تناول فرماتے، بوقت ضرورت لباس پاک بنفس نفیس سینے کو عیب نہ جانتے، کبھی کبھی نعلین شریفین سی لیا کرتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِى .

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب اچھا وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہوں۔''

(جامع ترمذی، باب فضل ازواج النبی، حدیث نمبر:4269)

عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَىُّ شَىْءٍ كَانَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِى مِهْنَةِ أَهْلِهِ .

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کاشانۂ اقدس میں تشریف لاتے تو آپ کا عمل کیا ہوتا؟ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے کام میں تعاون فرمایا کرتے۔

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاةُ قَامَ   پھر جب نماز کا وقت آتا تو مسجد میں کھڑے ہوتے

فَصَلَّى.   اورنماز ادا فرماتے۔

(جامع ترمذی ، باب صفة القيامة ، حديث نمبر:2677)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد سے ہم نشینوں کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق پوچھا تو فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ رو، نرم خو اور نرم مزاج رہتے ، نہ سخت مزاج تھے نہ سخت دل، نہ چلانے والے، نہ بدکلام، نہ عیب لگانے والے، نہ جھگڑا کرنے والے، جس چیز کی خواہش نہ رکھتے اُس سے چشم پوشی فرماتے لیکن اُس کی امید کرنے والے کو اُس سے مایوس ونامراد نہ کرتے ، اپنے آپ کو تین چیزوں سے دور رکھا؛ جھگڑے، تکبر اور بے فائدہ باتوں سے، اور تین چیزوں سے لوگوں کو بچائے رکھتے؛ نہ کسی کی برائی بیان کرتے ، نہ کسی کو عیب لگاتے ، نہ کسی کا عیب تلاش کرتے ، گفتگو نہ کرتے مگر وہی جس میں ثواب کی امید رکھتے ، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہمنشین سر جھکا لیتے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ خاموش ہوتے تو ہمنشین گفتگو کرتے ، وہ آپ کے پاس کسی بات پر نہ جھگڑتے ، جو شخص آپ کی خدمت میں اجازت لے کر بات کرتا اُس کے لئے سب لوگ خاموش رہتے جبکہ وہ خاموش نہ ہو جائے ، تمام لوگوں کی گفتگو آپ کے پاس پہلے آدمی کی گفتگو کی طرح ہوتی ، جس بات سے اہل مجلس ہنستے اُس سے آپ بھی مسکراتے اور جس بات سے دوسرے تعجب کرتے آپ بھی تعجب کرتے ، اجنبی شخص کی گفتگو اور سوال میں سختی پر صبر کرتے یہاں تک کہ آپ کے اصحاب اجنبی افراد کو آپ کی خدمت میں لاتے تا کہ اُن کے سوالات اور حضور کے جوابات سن کر فائدہ اُٹھائیں، آپ

فرمایا کرتے: جب کسی حاجتمند کو حاجت طلب کرتے دیکھوتو اس کی مدد کیا کرو،تعریف اُسی وقت قابل قبول جانتے جو احسان کے مقابل ہو،کسی کی بات نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے آگے بڑھ جائے تو اُسے روکتے یا وہاں سے اُٹھ کر تشریف لے جاتے۔

(شمائل ترمذی ، باب ماجاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه و سلم)

﴿صفت حیاء﴾

سامعین کرام،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صفت حیاء کمال درجہ پر تھی،

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ -رضی الله عنه -قَالَ كَانَ النَّبِیُّ -صلی الله علیه وسلم -أَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِی خِدْرِهَا	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ’’حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے کئی درجہ زیادہ حیادار تھے۔‘‘

(صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم ، حدیث نمبر:3562)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

و كان إذا كره شيئا عرفناه فی وجهه .	جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو اُس کو آپ کے چہرۂ انور سے پہچان لیتے؛ کیونکہ چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوتے۔

(دلائل النبوة للبیهقی ، باب ذکر اخبار رویت فی شمائله واخلاقه علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:257)

کسی شخص کو کسی کام سے منع کرنا مقصود ہوتو نہایت لطیف انداز سے فرماتے یا کنایۃً فرماتے یا دوسروں کو اُبھارتے کہ وہ اُس شخص کو روکیں چنانچہ دلائل النبوۃ میں

روایت ہے:

عن أنس ، أن رجلا دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ، وعلیه أثر صفرة وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم ، قلما یواجه رجلا في وجهه بشيء یكرهه فلما خرج ، قال : لو أمرتم هذا أن یغسل ذا عنه.	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے کہ اُن کو کوئی زرد چیز لگی ہوئی تھی، بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ کسی سے اس چیز کے ساتھ ملیں جس کو آپ ناپسند کرتے ہوں، جب وہ صاحب چلے گئے تو حاضرین سے فرمایا: بہتر ہوگا کہ تم اِنہیں وہ زردی دھونے کے لئے کہہ دو۔

(دلائل النبوة للبیهقي ، باب ذكر اخبار رویت في شمائله واخلاقه علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:258)

عن عائشة ، قالت : كان النبي صلی الله علیه وسلم إذا بلغه عن الرجل الشيء لم یقل :ما بال فلان یقول ؟ ولكن یقول : ما بال أقوام یقولون كذا وكذا	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی کوئی چیز بری معلوم ہوتی تو یہ نہیں فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے اس طرح کہتا ہے لیکن یہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کہتے ہیں۔

(دلائل النبوة للبیهقي ، باب ذكر اخبار رویت في شمائله واخلاقه علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:259)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ حیاء کی وجہ سے کسی کے چہرہ پر نگاہ جمائے نہ رکھتے، کسی ناپسندیدہ بات کو بیان کرنا اگر ضروری ہوجاتا تو اشارہ کنایہ کے ساتھ فرماتے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لاَ يَحِلُّ لاِمْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ.	اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ اپنے پانی سے کسی دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرے۔

(سنن ابی داود ، کتاب النکاح ، باب فی وطئی السبایا ، حدیث نمبر: 2160)

﴿عفو اور بردباری﴾

حضرات، کوئی شخص کیسا ہی بردبار ہو اُس سے کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے، جب تکلیف پہنچی تو اُس نے بردباری کے خلاف حرکت کی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلم و بردباری میں اس قدر کمال حاصل ہے کہ دشمنانِ اسلام نے آپ کو انتہائی اذیتیں دیں، آپ کے اصحاب کو ستایا، خاندان والوں کو بُرا بھلا کہا، ذات پر مختلف الزامات عائد کئے یہاں تک کہ جسمانی تکلیف بھی پہنچائی، ہر موقع پر آپ نے عفو و درگزر سے کام لیا، نہایت بردباری کے ساتھ ردِ عمل کیا۔

عَنْ عَائِشَةَ -رضى الله عنها -قَالَتْ مَا خُيِّرَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم -بَيْنَ أَمْرَيْنِ	ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دو چیزوں کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا

إلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا ، مَا لَمْ يَأْثَمْ ، فَإِذَا كَانَ الإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ ،وَاللَّهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ ، حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللَّهِ ، فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ .

مگر آپ نے آسان ترین چیز کو اختیار فرمایا جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو، جب وہ گناہ ہوتو آپ اُس سے سب سے زیادہ دور رہتے ، اللہ کی قسم! آپ نے کبھی کبھی اپنی ذات کے لئے کسی بات کا انتقام نہیں لیا یہاں تک کہ اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال نہ کیا جائے ، اگر اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔''

(صحیح البخاری ، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود و الانتقام لحرمات الله ، حدیث نمبر:6786)

جاء وا برجل منهم إلى النبی صلى الله علیه وسلم فقال : إن هذا أراد أن يقتلک فقال النبی صلى الله علیه وسلم : لن تراع لن تراع ولو أردت ذلک لم تسلط علی .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لوگوں نے ایک شخص کو لایا اور کہا کہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کو شہید کردے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بردباری کے ساتھ فرمایا: ڈرومت، اگر تم نے یہ ارادہ کیا ہے تو تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے۔

(معجم الصحابة، لابن قانع ، جعدة بن معاوية جشمی ، حدیث نمبر:248)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بڑا یہودی عالم زید بن سعنہ آیا اور آپ سے قرض کا مطالبہ کرنے لگا جو آپ کے ذمہ تھا، پھر

شانۂ مبارک سے چادر کو سختی کے ساتھ کھینچ کر چلاّنے لگا پھر کہا کہ تم عبدالمطلب کی اولاد ٹال مٹول کرنے والے ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے جھڑک دیا اور سختی سے بات کی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمارہے تھے پھر آپ نے فرمایا: قرض کی ادائی کے لئے تین دن باقی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے مال سے قرض ادا کریں اور اُسے خوفزدہ کرنے کی وجہ سے بیس صاع زیادہ دیں، یہی واقعہ اُن کے اسلام لانے کا سبب بنا، وہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نبوت کی تمام علامتیں دیکھ لی تھیں سوائے دو علامتوں کے؛ جس کی مجھے خبر نہ ہوئی تھی ایک یہ کہ آپ کی بردباری نامناسب رویہ پر غالب رہے گی، دوسرے آپ کے ساتھ سخت ترین بد اخلاقی کی وجہ سے آپ کی اور زیادہ بردباری ظاہر ہوگی، مجھے یہ بات بتائی گئی تھی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی پایا جیسے آپ کی صفت بیان کی گئی تھی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ، القسم الاول)

﴿شانِ تواضع﴾

سامعین محترم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت میں امامت کا درجہ حاصل ہے، خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ہیں، زمین وآسمان میں آپ کے دو دو وزیر موجود ہیں، مراتب کی بلندی اور ہر کمال پر فائز ہونے کے باوجود آپ میں تواضع کی شان بلند درجہ کی ہے، آپ کی مبارک زندگی میں سادگی تھی، طبیعت میں تکلف وتصنع نہ تھا، فقراء کے ساتھ بیٹھ جاتے، اُن کی دعوت قبول کرتے،

دراز گوش پر سوار ہوتے، دراز گوش پر سوار شخص کے پیچھے بیٹھتے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيفٍ عَلَيْهِ إِكَافُ لِيف	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کرتے، جنازے میں شریک ہوتے، دراز گوش پر سوار ہوتے، غلام کی پکار کا جواب دیتے، بنی قریظہ کے دن دراز گوش پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے چھال کی تھی اور اس پر چھال کا پالان تھا۔

(سنن ترمذی، ابواب الجنائز، باب اخر (عیادة المریض وشهود الجنازة)، حدیث نمبر:1033)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع یہ تھی کہ جو کی روٹی اور بودار سالن پر آپ کو دعوت دی جاتی تب بھی آپ دعوت کو قبول فرماتے، آپ نے ایک بوسیدہ کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک چادر تھی جس کی قیمت صرف چار درہم تھی اور حج کے موقع پر آپ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو مقبول حج بنا جس میں دکھاوا اور شہرت نہ ہو۔

جبکہ آپ کا حج اس شان کا تھا کہ اس موقع پر ہر طرف سے لوگ جمع ہوئے اور آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الاول، تواضع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا کہ نبوت کے ساتھ

شاہانہ زندگی گزاریں یا چاہیں تو بندے کی زندگی گزاریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندے کی زندگی گزارنے کو پسند فرمایا، حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا: آپ نے اللہ تعالی کے لئے جو تواضع اختیار فرمایا اس کی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ قیامت کے دن اولادِ آدم کے سردار ہیں، سب سے پہلے آپ روضۂ اطہر سے نمودار ہوں گے اور سب سے پہلے شفاعت کریں گے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، القسم الاول، تواضع ......)

امام الانبیاء ہونے اور تمام انبیاء پر فضیلت و برتری حاصل ہونے کے باوجود آپ نے تواضع کے طور پر یہ ارشاد فرمایا:

لاَ تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ. مجھے انبیاء کرام کے درمیان فضیلت مت دو،

لاَ تُخَيِّرُونِی عَلَى مُوسٰى. مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔

(صحیح بخاری، کتاب الخصومات، باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهودی، حدیث نمبر: 2411/2412)

اس قسم کے ارشاد آپ کی تواضع کی بنیاد پر ہیں ورنہ آپ کا آخری نبی ہونا اور شب معراج انبیاء کرام کی امامت کرنا وغیرہ آپ کے سب نبیوں سے افضل ہونے کو بتاتا ہے۔

﴿رحمت وشفقت﴾

حاضرین باتمکین! اللہ تعالی نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا، لہذا آپ چھوٹے بڑے

مرد وعورت، امیر وغریب، ضعیف وقوی، دوست ودشمن ہر ایک ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتے۔

امت پر ایسے شفیق ومہربان ہیں کہ کئی امور کو آپ نے اس لئے چھوڑا کہ امت پر فرض نہ ہو جائیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ

اگر مجھے اپنی امت پر گراں ہونے کا اندیشہ نہ ہوگا تو میں اُنہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم ضرور دیتا۔

(صحيح بخاری، کتاب الجمعة ، باب السواك يوم الجمعة ، حديث نمبر:887)

اس طرح نماز عشاء کو تاخیر سے ادا کرنے کے بارے میں حدیث پاک وارد ہے۔

لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هَكَذَا

اگر مجھے اپنی امت پر گراں ہونے کا اندیشہ نہ ہوگا تو میں اُنہیں عشاء کی نماز اسطرح (تاخیر سے) پڑھنے کا حکم ضرور دیتا۔

(صحيح بخاری ، کتاب مواقيت الصلوٰة ، باب النوم قبل العشاء لمن غلب ، حديث نمبر:571)

بچوں پر نہایت شفقت فرماتے، بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُنہیں سلام کرتے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موسم کا پہلا میوہ حاضر کیا جاتا تو آپ اُسے بوسہ دیتے یا آنکھوں پر رکھتے پھر آپ کے سامنے موجود سب سے چھوٹے بچہ کو عنایت فرماتے۔

(المعجم الكبير للطبرانی ، باب الميم ، من اسمه محمد)

كان رسول الله صلى الله عليه	عام مسلمانوں پر بھی شفقت فرماتے، کمزور
وسلم يأتى ضعفاء المسلمين ،	مسلمانوں کے پاس تشریف لے جاتے ،
ويزورهم ويعود مرضاهم ،	اُن میں سے مریضوں کی عیادت کرتے
ويشهد جنائزهم	،اُن کے جنازوں میں شرکت کرتے۔

(مستدرك على الصحيحين ، كتاب التفسير ، تفسير سورة ق ، حديث نمبر:3694)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات پر بھی شفقت فرماتے آپ نے چرندوں‘ درندوں‘ پرندوں کو بے جا تکلیف دینے سے منع فرمایا، حیوانات کو باندھ کر نشانہ بنانے سے روکا، یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو ان کے چوزوں سے دور رکھنے کو پسند نہ فرمایا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے
عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ	فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -	کے ساتھ ایک سفر میں تھے، حضور صلی اللہ
فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ	علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف
فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ	لے گئے تو ہم نے ایک سرخ چڑیا دیکھی
فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ	جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے
الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ فَجَاءَ	دونوں بچوں کو پکڑ لیا تو آپ نے فرمایا‘ چڑیا
النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم-	کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف
فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا	پہنچائی ؟ اُس کے بچے اُسے لوٹا دو ۔‘اور
رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا .وَرَأَى	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک
قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا	بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا،

فَقَالَ مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ . قُلْنَا نَحْنُ .قَالَ إِنَّهُ لاَ يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

تو فرمایا: اس کو کس نے جلایا؟ عرض کیا: ہم نے،فرمایا: آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف آگ کے رب کے لئے ہی سزاوار ہے۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الجهاد ، باب فی کراهية حرق العدو بالنار، حديث نمبر:2675)

﴿جودوسخا﴾

حضرات گرامی قدر،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں جود وسخا کمال درجہ پر ہے،لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہیں،آپ کی سخاوت اس لئے نہیں کہ کوئی ستائش مقصود ہو یا عیب سے بچنا ہو، نہ فخر کے لئے ہے اور نہ تعریف کرنے والے کوموہ لینے کے لئے ہے بلکہ صرف اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرنے میں اپنی ذات پر اور اہل وعیال پر دوسروں کو ترجیح دیتے ، جو شخص زیادہ ضرورت مند ہوتا اُسے عطا فرماتے ،جس شخص کو تھوڑے کی ضرورت ہوتی اُسے زیادہ عطا فرماتے ،راہِ خدا میں مال کثیر خرچ کرتے اور اُسے کم سمجھتے، بہت زیادہ عنایت فرما کر زیادہ نہیں سمجھتے۔

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم -عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لاَ

آپ سے ایسی کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا گیا جس کو آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

(صحيح بخاری ، كتاب الادب ، باب حسن الخلق والسخاء ومايكره من البخل ، حديث نمبر:6034)

فقیروں، یتیموں، بیواؤں پر خرچ کرتے، غلاموں کو آزادی دلوانے کے لئے خرچ کرتے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر خواہش کی کہ اُنہیں عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس (بظاہر) کچھ نہیں ہے لیکن تم میرے حوالہ سے خریدلو، جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں ادا کردوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس شخص کو ایک مرتبہ عطا فرمایا ہے، اور اللہ تعالی نے آپ کو طاقت سے زیادہ مہ داری نہیں دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کی بات پسند نہ فرمائی، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خرچ کریں اور عرش والے خدا سے تنگی کا اندیشہ نہ کریں، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاری صحابی کی بات کی وجہ سے آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے، پھر فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه و سلم)

حضرت ابن شہاب نے بیان کیا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ فتح کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر چلے، مقام حُنین میں معرکہ بپا ہوا تو اللہ تعالی نے اپنے دین کی اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، اُس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطا فرمائے پھر سو اونٹ عطا فرمائے۔

قَـالَ ابْـنُ شِهَـابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ	حضرت ابن شہاب نے فرمایا: مجھے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

أَنَّ صَفْوَانَ قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَعْطَانِي وَإِنَّهُ لأَبْغَضُ النَّاسِ إِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِينِي حَتَّى إِنَّهُ لأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ.

کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم !یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا جو عطا فرمایا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص تھے تو آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ذات ہیں۔

(صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب ماسئل رسول الله صلی الله علیه و سلم شیئا قط فقال لا، حدیث نمبر: 6162)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ أَىْ قَوْمِ أَسْلِمُوا فَوَاللَّهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان بھر بکریاں مانگی تو آپ نے اُسے عطا فرما دیں ،اس نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا: اے میری قوم! تم سب اسلام لے آؤ؛ کیونکہ اللہ کی قسم ! بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب سرفراز کرتے ہیں، تنگدستی کا خوف نہیں کرتے۔

فَقَالَ أَنَسٌ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلاَّ الدُّنْيَا فَمَا يُسْلِمُ حَتَّى يَكُونَ الإِسْلاَمُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً آدمی ایسی حالت میں اسلام قبول کرتا کہ وہ دنیا ہی چاہتا ہے پھر وہ اسلام قبول ہی کرتا ہے کہ اسلام اُس کے پاس دنیا اور اُس کی تمام دولت سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب ماسئل رسول الله صلی الله

علیہ و سلم شیئا قط فقال لا، حدیث نمبر: 6160)

عَــنِ ابْــنِ عَبَّـاسٍ قَـالَ كَـانَ رَسُـولُ الـلَّـهِ صـلى الله عليه وسلم أَجْـوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ أَجْـوَدُ مَـا يَـكُـونُ فِي رَمَضَانَ حِيـنَ يَـلْـقَـاهُ جِبْـرِيلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُـدَارِسُـهُ الْقُرْآنَ ، فَلَرَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - أَجْـوَدُ بِـالْـخَيْـرِ مِـنَ الـرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہیں ، اور آپ اُس وقت اورزیادہ سخاوت فرماتے جب ماہِ رمضان میں جبیریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے ، وہ آپ سے ماہِ رمضان کی ہر رات ملاقات کرتے اور قرآن کریم کا دور کرتے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندھن کھلی ہوئی ہوا سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے ہیں۔

(صحیح بخاری ، باب بدء الوحی ، حدیث نمبر:6)

﴿عدل وانصاف﴾

سامعین ذی احترام،حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں،عدل وانصاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوکر کمال کو پہنچا،آپ نے ہر حقدار کواس کا حق عطا فرمایا،آپ کی تقسیم' فیصلہ جات اورآپ کے تمام امور میں کامل طور پر عدل پایاجاتا ہے،دنیا کوآپ نے انصاف سکھایا،انصاف کی مثال قائم کی،دنیاوالے اگر عدل وانصاف میں آپ کونمونہ بنالیں تو یقیناً تمام فیصلہ جات تعصب اور جانبداری سے محفوظ رہیں گےاور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کا مرحلہ آیا تو انصار نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ . فَقَالَ لاَ تَدَعُونَ مِنْهَا دِرْهَمًا.

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اُن کا ایک درہم بھی نہیں چھوڑ و گے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الجهاد والسير ، باب فداء المشركين ، حديث نمبر:3048)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کی خوبی کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا، اعلان نبوت سے پہلے جب قبائل میں کعبہ کی بنیاد رکھنے سے متعلق اختلاف واقع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منصفانہ فیصلہ فرمایا، حجر اسود کو چادر پر رکھنے کے بعد فرمایا کہ اس چادر کو ہر قبیلہ کا سردار اُٹھائے ، پتھر رکھنے کے موقع آپ نے اُسے اُٹھا کر اپنے دست مبارک سے رکھا۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ : زَحَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ وَفِي رِجْلِي نَعْلٌ كَثِيفَةٌ ، فَوَطِئْتُ بِهَا عَلَى رِجْلِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما عرب کے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے موقع پر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدہام میں تھا، میرے پیر میں سخت جوتی تھی ، میں نے ازدہام کے باعث نادانستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو روندا

فَنَفَحَنِی نَفْحَةً بِسَوْطٍ فِی یَدِهِ وَقَالَ : بِسْمِ اللَّهِ أَوْجَعْتَنِی . قَالَ :فَبِتُّ لِنَفْسِی لائِماً أَقُولُ أَوْجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم .قَالَ : فَبِتُّ بِلَیْلَةٍ کَمَا یَعْلَمُ اللَّهُ ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا رَجُلٌ یَقُولُ : أَیْنَ فُلانٌ؟ قَالَ قُلْتُ :هَذَا وَاللَّهِ الَّذِی کَانَ مِنِّی بِالأَمْس قَالَ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مُتَخَوِّفٌ ، فَقَالَ لِی رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم: إِنَّکَ وَطِئْتَ بِنَعْلِکَ عَلَی رِجْلِی بِالأَمْسِ فَأَوْجَعْتَنِی ، فَنَفَحْتُکَ نَفْحَةً بِالسَّوْطِ ، فَهَذِهِ ثَمَانُونَ نَعْجَةً فَخُذْهَا بِهَا .

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے سے مجھے ہٹایا جو آپ کے ہاتھ میں موجود تھا اور فرمایا: بسم اللہ، تم نے مجھے درد زدہ کیا، راوی کہتے ہیں : میں نے اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے رات گزاری کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، میں نے رات گزاری جیسا اللہ تعالی جانتا ہے، جب ہم نے صبح کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب کہتے ہیں: فلاں شخص کہاں ہے؟ روای کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی غلطی ہے جو کل مجھ سے سرزد ہوئی ، تو میں خوف کے عالم میں چلا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے کل اپنی جوتی سے میرا پیر روند کر مجھے تکلیف دی تو میں نے کوڑے سے تمہیں ہٹایا تھا، یہ اسّی بکریاں ہیں، اُس ہٹانے کے بدلہ لے لو۔

(سنن دارمی ،مقدمه ، باب فی سخاء النبی صلی الله علیه وسلم ، حدیث نمبر:73)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلاثَةٍ عَلَى بَعِيرٍ كَانَ أَبُو لُبَابَةَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ زَمِيلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَكَانَتْ عُقْبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَقَالا نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ . فَقَالَ مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي وَلاَ أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الأَجْرِ مِنْكُمَا.	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ بدر کا موقع تھا، ہم میں ہر تین افراد کے لئے ایک اونٹ تھا، ابولبابہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ سوار رہیں، ہم آپ کی جانب سے پیدل چلیں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: تم چلنے کے لئے مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے بے نیاز ہوں۔

(مسند احمد ، مسند عبدالله بن مسعود ، حديث نمبر:3978)

حاضرین کرام! غرض حیات رحمۃ للعالمین کا ہر گوشہ ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے۔ دنیا وآخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......انسانی حقوق کا عالمی منشور......

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَأُنْثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللَّہِ أَتْقَاکُمْ إِنَّ اللَّہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ o صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔

محترم حاضرین! خطبہ مسنونہ میں جس آیت مقدسہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہوں اس کا ترجمہ یہ ہے: اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔(سورۃ الحجرات۔13)

برادران اسلام! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اسلامی تعلیمات کا مغز وعطر عطا فرمایا، نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے ایک آفاقی پیغام دیا، انسانی حقوق کا ذکر فرمایا، بنی نوع انسان کے تمام اصناف سے متعلق حقوق وفرائض بیان فرمائے، ان کی فکری واعتقادی اور عملی واخلاقی زندگی کے لئے رہنمایانہ ارشادات صادر فرمائے اور ساری انسانیت کو ایک نا قابل تبدیل الٰہی قانون عنایت فرما کر عظیم احسان فرمایا۔

حجۃ الوداع کے اس خطبہ کو شرعی وفقہی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس خطبہ سے کئی احکام مستنبط ہوتے ہیں، اسکے ایک ایک جملہ سے مسائل حل ہوتے ہیں، اس عظیم خطبہ کو معاشی ومعاشرتی حیثیت سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں معاشی واقتصادی مسائل کا حل موجود ہے اور عائلی ومعاشرتی احکام کی تفصیل ہے، اس عظیم خطبہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی سماجی ومعاشرتی زندگی کے لئے سنہری اصول بیان کئے ہیں، جن کی معرفت اور ان پر عمل آوری معاشرہ کے ہر فرد کے لئے نہایت ضروری ہے، یہ مبارک خطبہ عالمی اور بین الاقوامی روابط وتعلقات کے اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں انسانی حقوق کی بابت ایسے اہم اور ضروری ارشادات ہیں جو قانون داں وقانون ساز افراد کے لیے قانون مدون کرنے اور دستور وضع کرنے کے سلسلہ میں بیک وقت مشعل راہ اور منزل مقصود کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج میں آپ حضرات کے سامنے وہ مبارک خطبہ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

﴿خطبۂ حجۃ الوداع﴾

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ	تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد کرتے ہیں،

وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.	اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

(سنن ابن ماجه ، حديث نمبر: 1967، كنزالعمال ،كتاب المواعظ والرقائق والخطب والحكم ،فصل فی جامع المواعظ والخطب، حديث نمبر:44147)

أَيّهَا النّاسُ اسْمَعُوا قَوْلِی ، فَإِنّی لَا أَدْرِی لَعَلّی لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِی هَذَا بِهَذَا الْمَوْقِفِ أَبَدًا	لوگو! مجھ سے سنو، میں تمہیں بیان کرتا ہوں، کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد اس جگہ میری تم سے کبھی ملاقات ہو۔

(سيرةابن هشام ،حجة الوداع، خطبة الرسول فی حجة الوداع)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ......إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ	لوگو! یقیناً تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہیں،

کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هَذَا فِی شَهْرِکُمْ هَذَا فِی بَلَدِکُمْ هَذَا اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اللَّهُمَّ اشْهَدْ!	جیسے تمہارا آج کا دن، تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے، سنو! کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

(صحیح مسلم،کتاب الحج، باب حجة النبی صلی الله علیه و سلم،حدیث نمبر3009۔ کنزالعمال ، کتاب الحج و العمرة،حدیث نمبر:12355)

فَمَنْ کَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلیُؤَدّهَا إِلَی مَنْ ائْتَمَنَهُ عَلَیْهَا وَانّ کُلَّ رِبًا مَوْضُوعٌ وَلَکِنْ لَکُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ .قَضَی اللّهُ أَنّهُ لَا رِبَا ، وَإِنّ رِبَا عَبّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطّلِبِ مَوْضُوعٌ کُلّهُ وَأَنّ کُلّ دَمٍ کَانَ فِی الْجَاهِلِیّةِ مَوْضُوعٌ وَإِنّ أَوّلَ دِمَائِکُمْ أَضَعُ دَمُ ابْنِ رَبِیعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطّلِبِ	جس شخص کے پاس کوئی امانت ہو، وہ اس شخص کو ادا کردے جس نے اس کے پاس امانت رکھائی۔ جاہلیت کا سارا سود معاف ہے، البتہ اصل مال تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ سود نہیں لینا چاہیے اور پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ یقیناً جاہلیت کا خون معاف ہے اور پہلا خون جسے میں ساقط کر رہا ہوں (میرے چچا کے بیٹے) ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔

(سیرةابن هشام ،حجة الوداع، خطبة الرسول فی حجة الوداع)

أَلاَ إِنَّ كُلَّ مَأْثَرَةٍ كَانَتْ تُعَدُّ أَوْ تُدْعَى تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ إِلَّا السِّدَانَةَ وَالسِّقَايَةَ۔

بے شک جاہلیت کے منصب و عہدے گرادیئے جاتے ہیں، سوائے خانہ ءکعبہ کی رکھوالی اور حجاج کو پانی پلانے کے۔

(كنز العمال، كتاب الحج والعمرة، الباب الثالث :في العمرة وفضائلها واحكامها، حديث نمبر12358)

إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ التَّابِعَةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ تُنْفِقُ امْرَأَةٌ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا .. الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ.

لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت نہ کی جائے، بچہ اسی شخص کی جانب منسوب ہوگا جس کی بیوی سے وہ پیدا ہوا اور حرام کاری کرنے والے کے لیے پتھر ہے، اور اُن کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جس شخص نے اپنی نسبت اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی جانب کی یا کوئی غلام اپنے آقا کے بجائے کسی اور کو اپنا آقا بتائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ کسی خاتون کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے، عاریۃً (محض استعمال کے لئے) لی ہوئی چیز واپس کردی جائے، تحفہ کا بدلہ دیا جائے قرض قابل ادائیگی ہے، اور جو شخص کسی کا ضامن ہو، تاوان وہی ادا کرے۔

(جامع الترمذی،ابواب الوصایا، باب ما جاء لا وصیة لوارث. حدیث نمبر2266)

وَأَنّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ فَلَا يَحِلّ لِامْرِءٍ مِنْ أَخِيهِ إِلّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ۔

اے لوگو!اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں۔کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ خوشدلی سے پیش کرے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم ، کتاب العلم ،حدیث نمبر -290سیرة ابن ہشام، خطبة الرسول فی حجة الوداع)

أَيّهَا النّاسُ إِنّ النّسِيءَ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلّ بِهِ الّذِينَ كَفَرُوا، يُحِلّونَهُ عَامًا وَيُحَرّمُونَهُ عَامًا ، لِيُوَاطِئُوا عِدّةَ مَا حَرّمَ اللّهُ فَيُحِلّوا مَا حَرّمَ اللّهُ وَيُحَرّمُوا مَا أَحَلّ اللّهُ . وَإِنّ الزّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّهُ السّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ

اے لوگو! سال میں مہینوں کو آگے پیچھے کرنا' کفر میں اضافہ کا باعث ہے،کفار اس کے ذریعہ مزید بھٹکائے جاتے ہیں' وہ ایک سال کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال کو حرام قرار دیتے ہیں تا کہ ان مہینوں کی تعداد پوری کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قابل حرمت بنایا ہے،اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اسے حرام قرار دیتے ہیں۔یقیناً زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا ہے' جیسا اُس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

وَإِنّ عِدّةَ الشّهُورِ عِنْدَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلاثَةٌ مُتَوَالِيَةٌ وَرَجَبُ مُضَرَ ، الّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ .	بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ہے، جس دن اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل اور ایک تنہا، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔

(سیرۃابن ھشام ،حجة الوداع، خطبة الرسول فی حجة الوداع)

انْظُرُوا لا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .	خبردار! تم لوگ میرے بعد گمراہ مت ہوجاؤ کہ آپسی جنگ وجدال، کشت وخون میں مبتلا رہو۔

(صحیح البخاری ، المغازی، باب حجة الوداع حدیث نمبر4403)

أَرِقَّاءَكُمْ أَرِقَّاءَكُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَإِنْ جَاءُوا بِذَنْبٍ لا تُرِيدُونَ أَنْ تَغْفِرُوهُ فَبِيعُوا عَبَّادَ اللَّهِ وَلا تُعَذِّبُوهُمْ.	اے لوگو! اپنے غلاموں اور باندیوں کا خیال رکھو، اپنے غلاموں اور باندیوں سے اچھا سلوک کرو! انہیں اس میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو! اگر وہ ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! اُن کو فروخت کردو اور انہیں تکلیف نہ دو۔

(المعجم الکبیر ،حدیث نمبر18093)

أَيّهَا النّاسُ فَإِنّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقّا ، وَلَهُنّ عَلَيْكُمْ حَقّا ، لَكُمْ عَلَيْهِنّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ وَعَلَيْهِنّ أَنْ لَا يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَإِنّ اللّهَ قَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَهْجُرُوهُنّ فِي الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوهُنّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرّحٍ فَإِنْ انْتَهَيْنَ فَلَهُنّ رِزْقُهُنّ وَكِسْوَتُهُنّ بِالْمَعْرُوفِ وَاسْتَوْصُوا بِالنّسَاءِ خَيْرًا ، فَإِنّهُنّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنّ شَيْئًا ، وَإِنّكُمْ إنّمَا أَخَذْتُمُوهُنّ بِأَمَانَةِ اللّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنّ بِكَلِمَاتِ اللّهِ .

اے لوگو! تمہارے اوپر تمہاری بیویوں کے حقوق واجب ہیں اور اُن کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں، تمہاری عورتوں کے ذمہ تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور یہ بھی اُن کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بے حیائی کا عمل نہ کریں، اگر وہ ایسا کوئی عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم انہیں خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انہیں ہلکی سی تنبیہ کرو، اگر وہ باز آجائیں تو دستور کے مطابق نان نفقہ اور لباس اُن کا حق ہے۔ عورتوں سے متعلق بھلائی کی نصیحت قبول کرو! کیونکہ وہ تمہاری پابند اور تمہارے زیر فرماں ہیں۔ وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتیں، لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی کی برکت سے وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں ہیں۔

(سیرۃ ابن ھشام، حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

فَإِنّ الشّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ مِنْ أَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ هَذِهِ أَبَدًا ، وَلَكِنّهُ إنْ يُطَعْ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ فَقَدْ رَضِيَ بِهِ مِمّا تَحْقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْذَرُوهُ عَلَى دِينِكُمْ .	اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے' لیکن وہ اس بات سے خوش ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی چیزوں میں اس کی اطاعت کی جائے جنہیں تم اپنے اعمال میں کمتر اور حقیر سمجھتے ہو' لہٰذا تم اپنے دین کے بارے میں شیطان سے بچتے رہو۔

(سيرة ابن هشام ،حجة الوداع، خطبة الرسول فى حجة الوداع)

أَلَا تَسْمَعُونَ ؟ ..اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ-	دیکھو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو' پنج وقتہ نماز ادا کرو' تم اپنے ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھو، خوشدلی سے اپنے اموال کی زکوٰۃ دو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے ائمہ و امراء کی اطاعت کرو! تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔

(مسند أحمد، حديث أبى أمامة الباهلى ،حديث نمبر22818)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِى أَهْلَ بَيْتِى .(وَفِى رِوَايَةٍ : وَسُنَّتِى)	اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی کہ جب تک تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے (میرے بعد) ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری اہل بیت (ایک روایت میں ہے میری سنت)

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم حديث نمبر -4155المستدرك علی الصحيحين للحاكم ،حديث نمبر291)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمْ	اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد
وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلاَ	ایک ہیں،تم سب آدم (علیہ السلام) سے ہو اور
لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى	آدم (علیہ السلام) مٹی سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے
أَعْجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى	پاس تم میں بزرگ ترین وہ شخص ہے جو سب سے
عَرَبِيٍّ وَلاَلأَحْمَرَ عَلَى	زیادہ پرہیز گار ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی
أَسْوَدَ وَلاَلأَسْوَدَ عَلَى	فضیلت وفوقیت حاصل نہیں بجز تقویٰ کے۔سنو!
أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى .إِنَّ	کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ.	حاضرین نے عرض کیا: ہاں! (آپ نے پیغام حق
أَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا	پہنچا دیا) آپ نے ارشاد فرمایا جو حاضر ہے اسے
نَعَم .قَالَ :اللَّهُمَّ اشْهَدْ ،	چاہیے کہ غائب تک یہ پیغام حق پہنچا دے کیونکہ
فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ،	اکثر جس کو بات پہنچائی جائے وہ راست سننے
فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ	والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

(صحيح البخاری كتاب الحج ، باب الخطبة ايام منی،حديث نمبر : 1741،مسند احمد حديث نمبر: 24204، شعب الايمان للبيهقی،حديث نمبر:4921 كنزالعمال،حديث نمبر:5652)

﴿بین الاقوامی اسلامی نظام کا اعلان﴾

برادران اسلام! حجۃ الوداع کے اس تاریخ ساز و یادگار، مبارک و مقدس خطبہ میں شہنشاہ کون ومکان، رحمت عالمیان، ہادی انس وجان، معلم کتاب وحکمت، محسن انسانیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام رسم ورواج اور اس کے فرسودہ نظام کو منسوخ کر دیا اور نا قابل اعتبار قرار دیا، جو ظلم وستم، جبر واستبداد، بربریت ودہشت گردی جیسے مختلف انسانیت سوز امور پر مبنی تھا۔

حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو دور جاہلیت اور اس کے غیر منصفانہ نظام سے نجات عطا فرمائی اور انسانیت کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک عالمی وبین الاقوامی اسلامی نظام عطا فرمایا، جس کی اساس وبنیاد عدل وانصاف اور امن وسلامتی پر ہے، جس کا مقصد مظلوموں کو انصاف دلانا، غریبوں اور ناداروں کی فریاد رسی کرنا، اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابدی منشور میں انسانیت کو اس کے وہ بنیادی واساسی حقوق عطا فرمائے جو انسانوں کو حاصل ہونا تو درکنار آج تک دنیائے انسانیت اُس سے واقف بھی نہ تھی' حجۃ الوداع کا یہ عظیم خطبہ ''قانون انسانی حقوق'' کا نقطۂ آغاز تھا، آپ نے نہ صرف انسانی حقوق کے قانون کو بیان فرمایا بلکہ اُسکے نفاذ کا اعلان فرمایا، مدینہ طیبہ اور تمام مسلم علاقوں میں یہ قانون نافذ العمل ہوا۔

حضور نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد انسانی کو برابر و یکساں قرار دیا، لہٰذا کوئی شخص بحیثیت انسان دوسرے انسان سے فوقیت نہیں رکھتا، رنگ ونسل، قومیت و وطنیت، سیاست وحکومت، دولت وثروت کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا، اس بین الاقوامی

اسلامی نظام کے تحت تمام افراد کو مقامی و بین الاقوامی سطح پر حق زندگی، حق تعلیم، حق رائے دہی، حق تجارت، حق ملکیت، حق نکاح و نیز اظہار رائے کا حق، انصاف چاہنے کا حق، حقوق کے مطالبہ کا حق، دیگر تمام انفرادی و اجتماعی، اقتصادی و معاشرتی حقوق حاصل ہوں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب ارباب عقل و دانش اور اصحاب فکر و نظر کو انسان کی مظلومیت کا احساس ہوا تو اس وقت پہلی مرتبہ انسانی حقوق کے تعین اور اس کی تدوین سے متعلق آواز اُٹھائی گئی اور اسی اسلامی نظام کو بنیاد بنا کر انسانی حقوق مقرر کئے گئے اور عالمی سطح پر 'قانون انسانی حقوق' کا اعلان کیا گیا، جب کہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عالمی جنگ سے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے ہی ان تمام حقوق کو بیان فرما دیا اور ساری دنیا کو اپنا آفاقی پیام عطا فرما دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم خطبہ میں انسانیت کے لئے جو اہم حقوق بیان فرمائے ہیں میں یہاں بطور اختصار انہی میں سے چند حقوق کی تشریح کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں:

﴿جان و مال کی حفاظت کے حق کا اعلان﴾

ہر انسان کو زندگی گزارنے کا حق حاصل ہونا چاہئے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کی جان کے در پے ہو اور اسے قتل کروائے، اسی طرح زندگی گزارنے کے لئے مال کی حفاظت ضروری ہے، تا کہ وہ اپنی مرضی سے مال کا تبادلہ کرے اور اپنی حوائج وضروریات کی تکمیل کر سکے، اس کیلئے مال کی حفاظت کا حق دیا جانا ضروری ہے، کسی شخص کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ دوسرے کے مال کو اسکی مرضی کے بغیر حاصل کرے۔

ان دونوں حقوق کی بنیاد یہ مبارک ارشاد ہے'' لوگو!یقیناً تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہے''۔

﴿اسلام کے معاشی نظام کی حکمت﴾

معاشرہ کے تمام طبقے اسی وقت ترقی کر سکتے ہیں جبکہ مال و دولت چند افراد میں منجمد اور ان کی حد تک محدود نہ ہو، بلکہ تمام افراد میں گردش کرتی رہے، ایسا نہ ہو کہ دولتمند طبقہ دولت سمیٹتا رہے اور تنگدست اور غریب طبقہ کے افراد فقر و تنگدستی سے گھٹ گھٹ کر دم توڑتے رہیں، اس حکمت و پالیسی کے تحت اسلامی نظام میں سود کو حرام اور گناہ قرار دیا گیا، مالداروں پر زکوۃ فرض کی گئی، دیگر صدقات کی ترغیب دی گئی، بعض اعمال میں کوتاہی یا غلطی کی پابجائی کے لئے کفارہ واجب قرار دیا گیا اور مال غنیمت میں خُمس (پانچواں حصہ) مقرر کیا گیا، تا کہ ان ذمہ داریوں کے ذریعہ دولت غریب افراد کی طرف بھی آئے، اور چند افراد ہی میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

اس سلسلہ میں خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمودہ یہ ارشاد ہمارے لئے راہ نما ہے
''جاہلیت کا سارا سود معاف ہے البتہ اصل مال تمہارا حق ہے......تم اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتے رہو!''۔

﴿حق مساوات کا اعلان﴾

برادران اسلام! جس معاشرہ کے افراد اونچ نیچ، ذات پات، بھید بھاؤ، امیر وغریب، رنگ ونسل کے اعتبار سے بٹے ہوئے ہوں، وہاں آپسی تلخیاں اور عداوتیں عموماً بہت جلد پیدا ہو جاتی ہیں اور ایسا معاشرہ بہت کم عرصہ میں زوال پذیر ہو جاتا ہے، بہترین سوسائٹی وہی ہے جہاں انسانی افراد میں اونچ نیچ، رنگ ونسل کا تصور نہ ہو، ہر ایک کے

حقوق برابر و یکساں ہوں، تمام افراد کے حقوق میں مساوات و یکسانیت پائی جاتی ہو، اس سلسلہ میں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے، "کسی عربی کو عجمی پر فضیلت وفوقیت حاصل نہیں بجز تقوی کے" اس مبارک ارشاد کے ذریعہ انسانوں کو طبقاتی تقسیم کے ذریعہ منتشر کرنے سے منع کیا گیا، انسانی تفاخر کا سد باب کر دیا گیا اور عالمگیر مساوات کا آفاقی اعلان کیا گیا۔

خواتین کے حقوق کا اعلان

دور جاہلیت میں خواتین سے جانبدارانہ ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا، لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی، لڑکی کو بوجھ سمجھا جاتا، مال متروکہ میں صرف لڑکوں کا حصہ ہوتا اور لڑکیاں اس سے بالکل محروم رہتیں، ماہواری میں عورت کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا' اس کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام سمجھا جاتا، مرد عورت کو جتنی مرتبہ چاہے طلاق دیتا اور عدت کے اختتام پر رجوع کر لیتا، معاشی، معاشرتی، عائلی اور دیگر تمام گوشوں میں عورت مظلوم تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کیلئے ان تمام حقوق کا اعلان فرمایا جس کی وہ مستحق وحقدار تھیں اور عورت کو وہ بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ مرحمت فرمایا کہ کسی دین ومذہب میں اس کا تصور تک نہیں تھا، خطبۂ حجۃ الوداع میں خواتین سے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جامع ارشاد مبارک ہے:

فاتقوا الله في النساء،	خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اُن کے
واستوصوا بهن خيرا	ساتھ بھلائی کرنے کی تاکیدی وصیت قبول کرو۔

(سبل الهدى والرشاد، ج8، الباب الثالث في سياق حجة الوداع ص:483)

دہشت گردی کا خاتمہ اور بقائے باہمی کا اعلان

دور جاہلیت میں انتقام کی رسم اتنی سخت تھی کہ ایک شخص کے قتل کے بدلے کئی افراد کا قتل کیا جاتا، اور انتقام کا یہ سلسلہ سینکڑوں سال جاری رہتا، معمولی سی بات پر جھگڑا کرنا اور ایک دوسرے کی جان لینا اس دور میں کوئی مشکل کام نہ تھا، اس وجہ سے جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا، جنگ شروع ہوتی تو اس کی کوئی میعاد مقرر نہ ہوتی، غیر میعادی طور پر طویل سے طویل جنگیں لڑی جاتیں، جنگ ''بعاث'' ایک سو بیس (120) سال تک جاری رہی، ان طویل جنگوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ معاشرہ میں کوسوں دور تک امن کا نشان دکھائی نہ دیتا، دہشت و بربریت کا دور دورہ رہتا اور مسلسل خوف و ہراس کا ماحول ہوتا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام کی اس انسانیت سوز اور دہشت گردی پر مبنی رسم کے خاتمہ کا اعلان فرمایا جو صدیوں سے جاری تھی، ارشاد فرمایا ''دور جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں''

یعنی جاہلیت میں جو قتل و خونریزی کا بدلہ لینا باقی تھا وہ اب نہیں لیا جائے گا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کو قابل احترام قرار دیا، ارشاد فرمایا ''تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے درمیان حرمت والے اور قابل احترام ہیں''۔ ان روح پرور ارشادات کے ذریعہ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہشت گردی کا خاتمہ فرمایا اور امن و سلامتی کا آفاقی پیام دیتے ہوئے بقائے باہمی کا اعلان فرمایا۔

غلاموں کے حقوق

عہدِ قدیم سے غلام انسانی حقوق سے یکسر محروم تھے، اُن کی حیثیت گھر کے ساز و سامان یا کسی فیکٹری کے اثاثوں سے زیادہ نہ تھی، ان سے دن رات کام لیا جاتا، انہیں

رات گزارنے کے لئے وہ جگہ دی جاتی جہاں جانور باندھے جاتے ہیں، ان کی گردن میں دھات کا ایک طوق ہوتا۔

یورپی قانون میں غلاموں سے متعلق مالک کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ غلام کو کوڑے لگا سکتا اور بعض صورتوں میں اسے قتل بھی کر سکتا، غلاموں کو اپنا نام رکھنے کا اختیار نہیں تھا، انہیں پڑھانا اور تعلیم سے آراستہ کرنا جرم قرار دیا گیا۔ ان پر ظلم وزیادتی کے ایسے تاریک ماحول میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور انہیں انسانی حقوق فراہم کرنے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ غذا اور لباس سے متعلق بھی نصیحت فرمائی، آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اگر وہ ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! انہیں فروخت کر دو اور انہیں تکلیف نہ دو''

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حق زندگی اور حق تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ حق بھی عطا فرمایا کہ غلام اگر سیاسی تدبر اور دانشمندی رکھتا ہے تو حکمراں بھی بن سکتا ہے اور سارے لوگوں پر اس کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ولازم ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! امیر کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو اگر چہ تم پر کسی حبشی غلام کو امیر بنایا جائے، جس کی ناک کٹی ہوئی ہو، جب تک وہ تمہارے معاملات میں اللہ کی کتاب کو نافذ کرے۔

برادران اسلام! آج دنیا میں ''قانون انسانی حقوق'' منظور ہونے کے باوجود سوپر پاور طاقتوں نے دفاعی ومعاشی اعتبار سے کمزور مملکتوں کو اپنے زیر فرماں اور ماتحت بنائے رکھا ہے اور ''قانون انسانی حقوق'' کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے

ہوئے اُن پر عرصۂ حیات تنگ کردی ہیں' اس طرح ''قانون انسانی حقوق'' جس فساد وبگاڑ کوختم کرنے کیلئے وضع کیا گیا تھا اسی کے ذریعہ بدامنی پھیلائی جارہی ہے اورارباب فکرونظر نے جس قانون کے ذریعہ انسان کو اسکے حقوق دلانے کا وعدہ کیا تھا اسی قانون کو ظلم وبربریت اور دہشت گردی کی فضا ہموار کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

اگر خطبۂ حجۃ الوداع میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ انسانی حقوق کو عالمی سطح پر آئینی حیثیت دی جائے، اسے نافذ العمل قرار دیتے ہوئے بروئے کار لایا جائے اوراس کی خلاف ورزی پر قانونی کارروائی کی جائے تو دنیا سے ظلم واستبداد کا ماحول ختم ہوجائے گا، امن وامان کی خوشگوار فضا میں ایسے پھول کھلیں گے کہ اُس کی خوشبو سے انسانی زندگی کے تمام گوشے مہک اُٹھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

﴿نعت شریف﴾

عشق و تعظیمِ نبی ہی اصل میں ایمان ہے

تاجدار انبیاء پر جان و دل قربان ہے — عشق و تعظیمِ نبی ہی اصل میں ایمان ہے
جگمگا اٹھا زمانہ آئے جب آقا مرے — ظلمتیں سب چھٹ گئیں یہ آپ کا احسان ہے
جشن میلاد النبی پر مؤمنوں خوشیاں کرو! — شکر نعمت کے لئے رب کا یہی فرمان ہے
مکہ نے چومے کف پا اس کی عظمت بڑھ گئی — اس فضیلت کی شہادت آیتِ قرآن ہے
نور سے ان کے بنے لوح و قلم عرش بریں — انجم و شمس و قمر سب میں اُسی سے جان ہے
ڈوبا سورج پلٹا دیکھو! چاند بھی شق ہو گیا — اقتدار مصطفیٰ کی ہر گھڑی اک شان ہے
چشمے پھوٹے فیض کے اور تشنگی سب کی بجھی — لشکر جرار پی کر مست اور فرحان ہے
انگلیوں سے شیریں چشمے آپ کی جاری ہوئے — دیکھ کر منظر زمانہ آج بھی حیران ہے
معجزاتِ مصطفیٰ نے سب پہ واضح کردیا — کائنات پست وبالا تابع فرمان ہے
لانبی بعدی ہے خود خاتمیت کا ثبوت — اب نبوت کا تصور کفر ہے، طغیان ہے
خاتم پیغمبراں اور سرور کون ومکاں — رفعتوں کی، عظمتوں کی آپ سے پہچان ہے
ادن منی کی صدا سے ہو رہا ہے یہ عیاں — آپ کی قربت پہ حیراں عالمِ امکان ہے
خلد طیبہ میں عطا فرمایئے دو گز زمیں — میرے آقا اس سگِ در کا یہی ارمان ہے
گلشن انوار مہکا بوئے زلف پاک سے — یہ ضیاؔء بھی خوشہ چیں اور طالب فیضان ہے

(از: مؤلف)

……نعت شریف……

امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور

خلق خدا میں سیدِ ابرار ہیں حضور — کون ومکاں میں سرور و سردار ہیں حضور
کل کائنات ہے خبر اور مبتدا حضور — ہر شی میں جلوہ گر ہیں ضیا بار ہیں حضور
صورت میں بے مثال ہیں سیرت میں لاجواب — تخلیقِ حق کا واقعی شہکار ہیں حضور
بخشی ہیں حق نے اپنے خزانوں کی کنجیاں — دونوں جہاں کے مالک ومختار ہیں حضور
جن کے قدوم پاک سے روشن ہیں دو جہاں — ارض وسما میں منبعِ انوار ہیں حضور
دیدارِ حق کے ساتھ تکلّم کا یہ شرف — اسرارِ لامکاں کے خبردار ہیں حضور
اسریٰ کی شب عطا ہوا دیدار بے حجاب — جلووں میں حق کی دید کے سرشار ہیں حضور
حاصل ہے قربِ خاص وہ حق کی جناب میں — ہر لحظہ آپ حاضرِ دربار ہیں حضور
روشن جہاں کو کرتے رہے سارے انبیا — نبیوں میں حق کے نور کا مینار ہیں حضور
دشمن کو زیر کر کے کیا عفو و درگزر — امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور
باقی رہے گا تا ابد یہ دینِ حق ضرور — اس دین کی اساس کے معمار ہیں حضور
موت وحیات دونوں بھی طیبہ میں ہوں نصیب — ہم آپ سے اسی کے طلبگار ہیں حضور
محشر میں بخشوائیں ہمیں شاہ انبیاء — شافع بھی ہیں شفیع بھی ہیں غمخوار ہیں حضور
کچھ بھی نہیں ہے حسنِ عمل اس ضیاؔ کے پاس — اس بے نوا کے آپ مددگار ہیں حضور

(از: مؤلف)

﴾......نعت شریف......﴿

ایک زندہ معجزہ ہے بلاغت رسول کی

جس دل میں ہوگی جاگزیں اُلفت رسول کی ۔۔۔ اُس کو نصیب ہوگی حمایت رسول کی

محبوبِ حق وہ ہوگیا اور فائز المرام ۔۔۔ کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی

بے مثل و بے مثال ہے وہ پیکرِ جمال ۔۔۔ کیا زلف ورخ ہوں، قد ہو کہ قامت رسول کی

قبلہ بدل گیا رُخ زیبا جو اُٹھ گیا ۔۔۔ مرضی وہ حق کی ہے جو ہے چاہت رسول کی

لفظوں میں موجزن ہیں معانی کے سمندر ۔۔۔ ایک زندہ معجزہ ہے بلاغت رسول کی

بہر سلام آتے فرشتے بھی صبح وشام ۔۔۔ حکمِ خدا سے کرتے ہیں مدحت رسول کی

صدیق سے ملے گی صداقت رسول کی ۔۔۔ فاروق سے عیاں ہے عدالت رسول کی

عثمان سے رواں ہے سخاوت رسول کی ۔۔۔ مولیٰ علی سے ملتی ولایت رسول کی

ثانی نہیں ہے اُن کا کوئی انبیاء کے بعد ۔۔۔ جن کو میسر آگئی صحبت رسول کی

ہر نیک وبد کو کافی ہے میدانِ حشر میں ۔۔۔ رحمت خدا کی اور شفاعت رسول کی

دارین میں ضیاؔ کو مقدر ہو اے خدا!
عرفان تیرا اور عنایت رسول کی

(از: مؤلف)

انوار خطابت

حصۂ چہارم برائے ربیع الثانی

x

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......عظمت اولیاء کرام......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ . صدق اللہ العظیم .

برادران اسلام! ابھی میں نے جس آیت شریفہ کی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: ''انہی کے لئے دنیوی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں! یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (سورۃ یونس ۔64)

اس آیت مبارکہ میں رب العالمین نے اولیاء کرام کی عظمت وشان سے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کی دنیا اور آخرت ہر دو کو خوشگوار بنادیا گیا ہے، رب تبارک وتعالی نے دنیا میں بھی ان کے لئے عظمت و بلندی رکھی ہے اور آخرت میں بھی انہیں شرف و بزرگی سے نوازا ہے، اس آیت شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

وأخرج ابن جرير وأبو الشيخ وابن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس

مردویه عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله (لهم البشری فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة) قال هی فی الدنیا الرؤیا الصالحة یـراهاالعبد الصالح أو تری له ، وفی الآخرةالجنة .
(الـدر الـمـنثـور فـی التفسیرالماثور۔سورۃ یونس۔64)

آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بیان فرماتے ہیں،حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: دنیا کی خوشخبری نیک خواب ہیں؛جنہیں اللہ تعالی کا نیک بندہ دیکھا کرتا ہے یا اس کے حق میں (دوسروں کو) دکھایا جاتا ہےاور آخرت میں خوشخبری سے مراد جنت ہے۔

پرہیزگاروں کے لئے کتاب وسنت میں بشارتیں

محترم حضرات! بزرگان دین کی عظمت اوران کی فضیلت کا اندازہ لگائیں کہ رب العالمین نے ان سے محبت کا اظہار فرمایا ہے،رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مقبولیت کوواضح فرمایا ہےاوراولیاء کرام کوشخصی طور پربھی ان کی قبولیت کی بشارتیں عطا کی جاتی ہیں ،مبارک خوابوں میں بلنددرجات کی خوشخبریاں دی جاتی ہیں، ان بزرگان دین پر جو سرفرازیاں ہوتی ہیں؛اس کا ذکر فرماتے ہوئے علامہ ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وهو ما بشر به المتقین فی کتابه وعـلی لسان نبیه صلی الله علیه وسلم وما یریهم من الرؤیا الصالحة ومـا یسـنح لهم من المکاشفات

یہ وہ خوشخبریاں ہیں جو پرہیزگاروں کو کلام الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ دی گئیں نیک خواب اور الہام

، وبشرى الملائكة عندالنزع.
(وَفِي الأخرة) بتلقى الملائكة
إياهم مسلمين مبشرين بالفوز
والكرامة بيان لتوليه لهم .
(انوارالتنزيل واسرارالتاويل
للبيضاوى ـ سورة يونس ـ 64)

ومکاشفات کے ذریعہ ان پر سرفرازیاں ہوتی ہیں، ان کے وصال سے پہلے فرشتوں کی جانب سے خوشخبریاں ملتی ہیں، اورآخرت میں فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں، ان کے لئے سلامتی کا سامان مہیا کرتے ہیں اور کامیابی وبزرگی عطاہونے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

دنیامیں صالحین کا ذکر، مقبولیت کی دلیل

دنیامیں خوشخبری سے مراد یہ ہے کہ لوگ ان بزرگوں کی تعریف کرتے ہیں، ان کی شان بیان کرتے ہیں، ہرجگہ ان کا ذکرخیرہوا کرتا ہے، ان کی عظمتوں کے چرچے ہوتے رہتے ہیں اورآخرت میں ان کے لئے جنت اوراس کی نعمتیں ہیں، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی خازن رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک تفسیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں:

إن المراد بالبشرى في الحياة
الدنيا هى الثناء الحسن وفى
الآخرة الجنة.

آیت کریمہ میں جس خوشخبری کا ذکرکیا گیا ہے اس سے مراد دنیا میں ان کی اچھی تعریف ہے اورآخرت میں اس خوشخبری سے جنت مراد ہے،

(تفسير الخازن -سورة يونس ـ64- تفسير النسفى ـ سورة يونس ـ 64)

اس بنیاد پر بندگان خدابزرگان دین سے عقیدت رکھتے ہیں، ان کی ریاضتوں اورمجاہدات کودیکھتے ہیں اوران سے اپنی زندگی سنوارنے کی فکر کرتے ہیں اوران کی شان وبلندی کا تذکرہ کیا کرتے ہیں، اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی حدیث مبارک پیش کی

جاتی ہے، سماعت فرمائیں:

عن أبی ذر قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم أرأیت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمده الناس علیه قال تلک عاجل بشری المؤمن .

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؛ جو نیک عمل کرتا ہے اور اس عمل پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مومن کو جلد ملنے والی خوشخبری ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:6891)

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰی هٰذَا الْبُشْرٰی الْمُعَجَّلَةِ لَه بِالْخَیْرِ ، وَهِیَ دَلِیْل لِلْبُشْرٰی الْمُؤَخرَةِ لَه فِی الْاٰخِرَةِ بِقَولِه: بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّات تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ.

(سورۃالحدید۔12)

علماء کرام نے فرمایا کہ جلد ملنے والی خوشی سے مراد ان کے لئے بھلائیوں کی سوغات ہے جو ان کے لئے آخرت میں ملنے والی خوشی کی دلیل ہے ، چنانچہ فرمان الٰہی ہے : آج تمہارے لئے ایسے باغات کی خوشخبری ہے، جن کے نیچے سے نہریں جاری رہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہوگے ، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

کائنات پست و بالا میں محبوبین بارگاہ کی مقبولیت

برادران اسلام! اولیاء کرام کو دنیا میں یہ جلد ملنے والی خوشی ان کے لئے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت ہے، محبت الٰہی کی نشانی ہے، کیونکہ ان بزرگان دین اور اولیاء کرام کا اپنے مولی کی طرف متوجہ ہونا ہی بارگاہ الٰہی میں ان کی مقبولیت کو آشکار کرتا ہے، ان کے دل روشن ہوجاتے ہیں، نور سے معمور ہوجاتے ہیں، اسی نورانیت کی برکت ان کے چہروں پر بھی نمایاں ہوتی ہے، انوار و تجلیات سے ان کی پیشانی چمکنے لگتی ہے، زہد و تقوی کے آثار ان کی زندگی میں ظاہر ہونے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے خلق خدا ان کے قریب ہوتی ہے، ان کی بارگاہوں میں حاضر ہوا کرتی ہے، ان کی شان وعظمت بیان کرتی ہے، محبت و وابستگی کا اظہار کرتی ہے، ان سے فیوض و برکات حاصل کرتی ہے اور ان کا ذکر خیر کر کے اپنے دامن مراد کو بھر کر سعادتوں سے مالا مال ہوتی ہے، ان عقیدتوں کا اظہار شخصی فکر کی بنیاد پر نہیں ہوتا اور نہ کسی شخص کے پابند کرنے سے ہوتا ہے، بلکہ انہیں بارگاہ رب العزت سے اس کی توفیق ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف اور اس کے علاوہ دیگر معتبر کتب حدیث میں روایت موجود ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحْبِبْهُ ۔فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ، فَيُنَادِى جِبْرِيلُ فِى

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت فرماتا ہے تو تم بھی اس

أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.

سے محبت کرو! تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت فرماتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں کو ندا دیتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت فرماتا ہے، تو تم بھی اس سے محبت کرو! تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری ، حدیث نمبر: 3209، صحیح مسلم ۔ 6873، موطا الامام مالك ۔1747، مسند الامام احمد ۔7840)

حضرات! غور فرمائیں کہ آسمانوں میں ان کے تذکرے ہوا کرتے ہیں، ملأ اعلی میں ان کی شان بیان ہوتی ہے، محبوبین بارگاہ ہونے کی نسبت سے کارکنان قضاوقدر ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، فرشتگان الہی بھی انہیں اپنا محبوب بنالیتے ہیں اور محبت کرنے کا یہ سلسلہ وہیں ختم نہیں ہوتا، بلکہ اس کی برکتیں زمین میں نازل کردی جاتی ہیں، ان محبوبین بارگاہ کی محبت خلق خدا کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے، یہی اولیاء کرام کے لئے بشارت اور خوشخبری کا باعث ہے۔

وقت وصال ملائکہ کی بشارتیں

حضرت عطا، حضرت زہری اور حضرت قتادہ نے کلمہ 'بشری' کی تفسیر اس طرح کی:

هی نزول الملائکة بالبشارة من الله عند الموت ویدل علیه قوله سبحانه وتعالی :تَتَنَزَّل

اولیاء کرام کے وصال کے وقت بارگاہ الہی سے فرشتے خوشخبری لیکر حاضر ہوتے ہیں اور اس پر یہ ارشاد الہی دلالت کرتا ہے:

عَلَيۡهِمُ الۡمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا	''ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے ہیں
تَحۡزَنُوۡا وَأَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ	کہ تم مت ڈرواور نہ رنجیدہ ہواور خوش
كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ.	ہو جاؤاس جنت سے جس کا تم سے وعدہ
(سورۃحم السجدة.30)	کیا گیا تھا۔''

(تفسیر الخازن -سورۃ یونس 64-)

مفسرین کرام کی بیان کردہ تفصیلات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اولیاء کرام کی دنیوی زندگی ہو یا اخروی زندگی ہر دو کامیاب ہیں، آخرت میں تو ان کے لئے ابدی شان و بلندی مسلم ویقینی ہے ،تاہم پروردگار عالم انہیں دنیا میں بھی خیر وبھلائی' عظمت ورفعت عطا فرماتا ہے۔

اولیاء کرام کی زندگیاں کتب میں محفوظ

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم بزرگان دین سے عقیدت کا اظہار اپنی طرف سے نہیں کرتے ، بلکہ رب العالمین نے ان کے عظمت والے بیان کو اپنے مبارک کلام میں ذکر فرمایا ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاکیزہ فرامین میں ان کے مقام و مرتبہ کو آشکار فرمایا ہے اور حضرات صحابہء کرام وتابعین ،مفسرین ومحدثین اور فقہاء ومجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی کتب اور تصنیفات میں مکمل دیانت داری کے ساتھ کتاب وسنت میں کئے گئے ان کے تذکروں کو محفوظ فرمادیا، اسی وجہ سے اسلامی لٹریچر کا ذخیرہ ان بزرگان دین کے تذکروں سے بھرا ہوا ہے، اسلامی لائبریریوں میں مختلف علوم وفنون میں ''تذکرہ'' کا ذکر بطور خاص ملتا ہے، جس میں محض بزرگوں کا تذکرہ، اولیاء کرام کے واقعات اور صالحین امت کے احوال وکیفیات مذکور ہوتے ہیں۔

واقعات اولیاء، ایمانی قوت کا ذریعہ

بندگان خداان کے تذکروں کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کی مبارک زندگیوں سے سبق حاصل کرکے اپنی دنیا وآخرت کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بزرگان دین کے حالات کا مطالعہ کرنے ،ان کے واقعات سننے اور سنانے سے متعلق حضرت شیخ الاسلام بانیٔ جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نصیحت فرماتے ہیں:

''پہلے ایمان کوقوی کرنے کی فکرکریں اوراس کی تدبیر یہی ہے کہ بزرگان دین کے حالات بیان کئے جائیں! تاکہ ان کے کمالات کے مقابلے میں اپنے نقص پر نظر پڑے،اوردلوں میں ولولے پیدا ہوں۔اوربفحوائے آیۂ شریفہ **وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ**. (سورة هود.120) دل میں کیفیت ثبات پیدا ہو! کیونکہ آدمی اپنے بزرگوں کی اولوالعزمیاں اورفضائل بسمع قبول سنتا ہےاور ان میں جن کوزیادہ عالی مرتبت اوراقران میں ممتاز پاتا ہےان سے زیادہ محبت ہوتی ہے، ان کے جیسے اخلاق واوصاف حاصل کرنے کی فکرکرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عرب وغیرہ میں جب کسی قبیلے کوابھارنے کی ضرورت ہوتی تو خطباء،شعراءاورلیکچراران کے آباء واجداد کی اولوالعزمیاں اور کارنامے بیان کرتے، جس سے قبیلے کا قبیلہ آمادۂ جنگ ہوکرداد شجاعت دیتا،اسی وجہ سے وہ اپنے بزرگوں کے حالات سن کران کے قدم بقدم چلنے پرآمادہ ہوجاتے اورجان کی بھی پروانہ کرتے، کیونکہ محبت کا مقتضا یہی ہے کہ آدمی پراپنے محبوب کی پیروی آسان ہوتی ہے،اسی طرح اگر واعظین بزرگان اسلام کی اولوالعزمیاں اور کرامات مسلمانوں کے ذہن نشین کیا کریں اوران کے اخلاق وعادات جوان کی ترقی مدارج اور کرامات کے باعث تھے بیان کیا

کریں تو بحسب اقتضائے فطرت خود بخود ان کو ان اخلاق و عادات پر کار بند ہونے کی رغبت پیدا ہوگی، کم سے کم اس کا اثر اتنا تو ضرور ہوگا کہ اپنے افعال رذیلہ اور ضعف ایمان پر نادم ہونگے اور یہ ندامت بھی کچھ کم نہیں! بلکہ وہی اصل توبہ یا مقدمۂ توبہ ہے۔الحاصل مسلمانوں کے حق میں معجزے اور کرامات کے ذکر سے بہتر کوئی چیز نہیں! ۔

(مقاصد الاسلام، ج7،ص181،182)

اولیاء اللہ کا تذکرہ، بیماری کے لئے مداوا

اولیاء کرام کے حالات و کرامات، واقعات و حکایات اور ان کے تذکروں کی برکت و اہمیت واضح کرتے ہوئے حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور روشنی قلب کے لئے جس طرح کثرتِ ذکر اور تلاوتِ قرآن مجید کی سالک کے لئے شدید ضرورت ہے اسی طرح حکایات اولیاء اللہ بھی ہمیشہ دیکھتے رہنا ضروری ہے!۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ سالک کے لئے مردانِ راہِ خدا کی حکایت اور روایات سے کیا فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ذکر سے سالک کا ٹوٹا ہوا دل مضبوط ہوکر قوی تر ہوجاتا ہے اور اولیاء اللہ کے ذکر کی برکت سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔''

حضرت شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مردانِ خدا کا ذکر سننے سے دو فائدے ہوتے ہیں: ایک تو یہ کہ اگر سالک طالب مولیٰ ہو تو اس کی ہمت اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص متکبر ہو تو اس کا تکبر کم ہوجاتا ہے اور غرور کا دعویٰ سرے سے نکل ہی جاتا ہے اور اپنی برائی اس کو بُرائی نظر آنے لگتی ہے اور اپنی کور

باطنی (باطن کے اندھے پن) سے بھی واقف ہوجاتا ہے۔''

(ملخص از: مواعظ حسنہ، ج1، ص132)

دنیا میں اولیاء کرام کی فیض رسانی

چونکہ اولیاء کرام اپنی ساری زندگی مولی تعالیٰ کی بندگی میں بسر کیا کرتے ہیں، عمر رفتہ کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ کی یاد و یافت میں گزارتے ہیں، ذکر و فکر ان کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہوجاتا ہے اور اس پر رب تبارک وتعالیٰ ان کی قدر دانی فرماتا ہے، ان کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا صلہ عطا فرماتا ہے، ان پر انوار وتجلیات کی بارش فرماتا ہے۔

بندگان خدا ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں، فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں اور دنیا کو سنوارنے، آخرت کو سدھارنے کی فکر لے کر ان کے در کھٹکھٹاتے ہیں، اس سلسلہ میں قابل اعتبار کتب حدیث کے حوالہ سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے:

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ	ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی
أَنَّ نَبِیَّ اللَّهِ -صلی الله	اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
علیه وسلم -قَالَ كَانَ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فِیمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ	فرمایا: تم سے پہلے والوں میں ایک
قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِینَ نَفْسًا	شخص نے ننانوے (99) قتل کئے،
فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ	پھر وقت کے سب سے بڑے عالم سے
الأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ	متعلق دریافت کیا، تو اسے ایک راہب کا پتہ
فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً	بتایا گیا اور وہ شخص اس راہب کے پاس گیا
وَتِسْعِینَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِن	اور پوچھا کہ میں ننانوے انسانی جانوں کا

مَـنْ تَـوْبَةٍ فَـقَـالَ لاَ. فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَـأَلَ عَـنْ أَعْـلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَـدُلَّ عَـلَـى رَجُـلٍ عَـالِـمٍ فَـقَالَ إِنَّهُ قَتَـلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَـوْبَةٍ فَـقَـالَ نَـعَمْ وَمَـنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّـوْبَةِ انْـطَلِـقْ إِلَـى أَرْضِ كَـذَا وَكَـذَا فَإِنَّ بِهَـا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَـاعْبُـدِ الـلَّهَ مَعَهُمْ وَلاَ تَـرْجِعْ إِلَـى أَرْضِكَ فَـإِنَّهَـا أَرْضُ سَـوْءٍ. فَـانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الـطَّرِيقَ أَتَـاهُ الْـمَوْتُ ......فَـاخْتَـصَـمَـتْ فِيـهِ مَلاَئِـكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلاَئِكَةُ الْـعَذَابِ فَقَالَتْ مَلاَئِكَةُ

قاتل ہوں ، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی طریقہ ہے؟ راہب نے کہا: تیرے لئے توبہ کی کوئی صورت نہیں! تو اس شخص نے راہب کو قتل کردیا اور سو (100) جانوں کا قاتل ٹہرا ۔ پھر وقت کے سب سے بڑے عالم سے متعلق دریافت کیا، تو اسے ایک عالم کا پتہ بتادیا گیا اور وہ اس عالم کے پاس گیا اور پوچھا کہ میں سو(100) انسانی جانوں کا قاتل ہوں، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا: کیوں نہیں! تمہارے اور تمہاری توبہ کے درمیان کونسی چیز حائل ہے؟ تم فلاں جگہ چلے جاؤ !وہاں اللہ تعالی کے کچھ برگزیدہ بندے ہیں جو اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف ہوجاؤ اور اپنے وطن واپس نہ آؤ! کیونکہ یہاں برے لوگ رہتے ہیں، وہ شخص روانہ ہوگیا ۔ بھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ پیام اجل آ گیا، وقت اخیر جب اس میں چلنے کی طاقت نہ رہی تو وہ اپنے سینہ کے بل صالحین کرام کی بستی کی طرف بڑھنے لگا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا، رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے

الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلاً بِقَلْبِهِ إِلَى اللَّهِ .وَقَالَتْ مَلائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ .فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ .فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلائِكَةُ الرَّحْمَةِ .	فرشتوں میں باہم بحث ہونے لگی کہ اس کی روح کون لے جائے گا .رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص صدق دل سے توبہ کرکے اللہ کی رضا کی خاطر آ رہا تھا. عذاب کے فرشتوں نے کہا :اس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا، ایسے میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں ان کے پاس آیا، فرشتوں نے اپنا فیصلہ اس کے حوالہ کردیا، اُس فرشتہ نے کہا کہ زمین کی پیمائش کرو، یہ جس بستی کے قریب ہواُسے ان ہی میں شمار کرلو(اگر صالحین کی بستی کے قریب تھا تو رحمت کا مستحق ہے اور اگر گنہگاروں کی بستی کے قریب تھا تو اسے عذاب کے فرشتے لے جائینگے)زمین کی پیمائش کی گئی تو نیک لوگوں سے اس کا فاصلہ قریب نکلا، لہٰذا رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔

صحیح بخاری شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے صالحین سے قریب والی زمین کو حکم فرمایا کہ وہ قریب ہوجائے اور گنہگاروں سے قریب والی زمین کو حکم فرمایا کہ دور ہوجائے۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء ، حدیث نمبر -3470 :صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله . زجاجة المصابيح ، باب الاستغفار والتوبة)

محشر میں اولیاء کرام کے لئے اعزاز

محترم حضرات !اولیاء کرام کی رفعت ومنزلت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص ان کے

قرب میں ہوتا ہے، اس پر بھی ان کی نسبت سے سرفرازیاں ہوتی ہیں، ان سے وابستگی کے سبب نوازا جاتا ہے۔

رب العالمین نے دنیا میں اولیاء کرام کو شان عطا فرمائی ہے، روئے زمین پر ان کے لئے مقبولیت کو رکھدیا ہے، چونکہ وہ پروردگار عالم کے محبوب ہوتے ہیں، اس کے سبب عوام وخواص سبھی ان کے شیدا ہو جاتے ہیں، ان کی تعریف کرنے لگتے ہیں، ان کی عظمتوں کا اظہار کرتے ہیں، ان کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں، ان کی صحبت بافیض سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔

عالم دنیا میں تو ان کی یہی کیفیت رہتی ہے اور آخرت میں بھی وہ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ رہیں گے، اللہ رب العزت ان پر اپنی خصوصی عنایات فرمائیگا، ان پر انوار وتجلیات کا پیہم نزول فرمائیگا، محشر کا خوف ان سے اٹھالیا جائیگا اور پروردگار کے اس انعام پر وہ نہایت مسرتوں میں رہیں گے۔

جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

أَنَّ عُـمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَـالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِـنْ عِبَـادِ اللَّهِ لَأُنَـاسًـا مَـا هُـمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلاَ شُهَـدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الأَنْبِيَـاءُ وَالشُّهَـدَاءُ يَـوْمَ الْقِيَـامَةِ بِـمَـكَـانِهِـمْ مِـنَ الـلَّـهِ

ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء، بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان کی تعریف کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!

تَعَالَى.قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ .قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلاَ أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لاَ يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلاَ يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ .وَقَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ (أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ)

وہ کون حضرات ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :وہ لوگ محض اللہ کی رحمت وعنایت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، نہ تو آپسی رشتہ داری کی بناء پر اور نہ مالی لین دین کی وجہ سے۔اللہ کی قسم !یقیناً ان کے چہرے حد درجہ نورانی ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، جب لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ غمگین نہ ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:ترجمہ :یقیناً اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔

(سنن ابی داود شریف ج 2 ص 495باب فی الرهن حديث نمبر 3528)

اولیاءاللہ کے لئے نور کے منبر ہوں گے

محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں (ج4ص103) بحوالہ ترمذی"لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء" کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔یعنی ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، انبیاء وشہداء ان کی تعریف کریں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کا لباس بھی نورانی ہوگا۔جیسا کہ

کنز العمال ج 9 ص 8 میں مسند امام احمد کے حوالہ سے ایک طویل حدیث پاک ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں :

یضع الله لهم یوم القیامة منابر من نور فیجلسون علیها و ان ثیابهم لنورو وجوههم نور.	ترجمہ : اللہ تعالی قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر رکھے گا تو وہ ان منبروں پرتشریف رکھیں گے یقیناً ان کا لباس بڑا نورانی ہوگا اور. ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے۔

غرض یہ کہ اللہ کے محبوب ومقرب بندے قیامت کے دن مسرتوں میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور سرفرازیوں پر شاداں وفرحاں رہیں گے، ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے۔ان کا لباس نورانی ہوگا اوران کے چہرے پرنور رہوں گے۔

بلاحساب جنت میں داخلہ

کرم بالائے کرم رب قدیر کا یہ ہوگا کہ ان خاصان خدا کو فردوس بریں کی خوشخبری سنائی جائیگی، میدان حشر کی ہولنا کیوں سے انہیں محفوظ کردیا جائیگا، ان سے حساب وکتاب نہیں لیا جائیگا-

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہےسیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا:

يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ	میری امت سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے

(صحیح مسلم ، باب الدلیل علی دخول ......حدیث نمبر:542)

یہ انعام واکرام صرف ان ہی پر منحصر نہ ہوگا ، بلکہ ان کی نسبت سے دیگر ایمان

والوں پر بھی اس کی برکت ظاہر ہوگی، چنانچہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

......اَبَـااُمَـا مَةَ سَـمِعْتُ رَسُولَ اللّٰـهِ. صـلـی اللـه علیـه وسـلـم. يَقُولُ وَعَدَنِى رَبِّى أَنْ يُـدْخِـلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِى سَبْعِينَ أَلْفًـا لاَ حِسَـابَ عَـلَيْهِمْ وَلاَ عَذَاب مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلاَثُ حَثَيَـاتٍ مِـنْ حَثَيَاتِهِ. قَالَ أَبُـو عِيسَـى هَـذَا حَـدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: سیدابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر (70) ہزار افراد کو بغیر حساب وکتاب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائیگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر (70) ہزار لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیگا اور قدرت کے پسوؤں سے تین پسّو لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ امام ابوعیسی ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع الترمذی، حدیث نمبر: 2624)

الغرض بزرگان دین نے مولی تعالیٰ کے ذکر وفکر اور یاد و یافت میں اپنی ساری زندگی صرف فرمادی، ہمیشہ رضاء الٰہی ومحبت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار رہے اور اپنے وابستگان اور ارادت مندوں کو اسی کی تعلیم وتلقین کرتے رہے، جس طرح انہوں نے دنیا وآخرت کو کامیاب بنایا، اسی طرح بندگان خدا کو بھی صراط مستقیم پر گامزن کرتے ہوئے، ان کی دنیا وآخرت کو سنوارتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت میں عزت واکرام، بلندی ورفعت سے نوازا ہے اور ان کے مبارک تذکرہ کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا۔

امام سیوطی کی جامع الاحادیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذکـر الأنبياء من العبادة وذكر الصالحين كفارة الذنوب...... انبیاءکرام کا ذکر عبادت اور صالحین کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔

(جامع الاحاديث للسيوطی،حرف الذال ،حديث نمبر:12503)

ٹہرا کفارہ گناہوں کا جوذکراولیاء اوراز قسم عبادت ہے جوذکرانبیاء

(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام سے محبت وعقیدت عطا فرمائے اور ان کی صحبت بافیض سے مشرف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۞۞۞۞۞

......غوث اعظم رضی اللہ عنہ علمی جلالت، فیضان اور تعلیمات......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَن يُّنِيْبُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

برادران اسلام! ہر انسان کی تخلیق کا مقصد رب العالمین کی عبادت اور اس کی بندگی ہے۔ بندگان خدا اپنے مولی کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے عبادت کرتے ہیں، اسے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمیشہ اس کی رضا حاصل کرنے کی فکر کرتے ہیں اور پروردگار عالم انہیں دارین میں اس کا صلہ عنایت فرماتا ہے، انہیں اپنی بارگاہ میں اعلی درجات مرحمت فرماتا ہے، اپنا خاص قرب عطا فرماتا ہے اور انہیں مقبول بارگاہ بنا کر منصب ولایت سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ ایسا عظیم منصب ہے جو رب العالمین اولیاء کرام کو ان کی ریاضتوں اور مجاہدات کے صلہ میں عطا فرماتا ہے اور بعض خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جنہیں حق تعالی ریاضت ومجاہدہ کے بغیر ہی اپنی بارگاہ میں مقبول بنالیتا ہے اور درجۂ ولایت پر فائز فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ — اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی بارگاہ کے لئے چن لیتا ہے اور

وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَن يُّنِيْب — جو رجوع ہوتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ۔13)

محترم حضرات! پروردگار عالم جن اولیاء کاملین ومحبوبین بارگاہ کو بغیر ریاضت ومجاہدہ، محنت ومشقت کے محض اپنی عطا وکرم سے چن لیتا ہے اور اپنا محبوب بنالیتا ہے اور

انہیں اپنے خوان کرم سے انعام واکرام سے سرفراز فرماتا ہے، انہی خاصان خدا بزرگ وباعظمت، محبوب ومقرب نفوس قدسیہ میں بے مثال شان والی ہستی، محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، قندیل نورانی ابومحمد محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں خدائے کریم نے اپنی بارگاہ میں خصوصی مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کو تمام اولیاء کرام کا سردار اور ان کا پیشوا ومقتدی بنایا ہے اس عطائے الٰہی اور انتخاب خداوندی کے آثار آپ کی ولادت سے قبل ہی ظاہر ہو رہے تھے، جیسے جب ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو رحمت باراں کے نزول کی خوشخبریاں دیتی ہوئی گزر جاتی ہیں، اسی طرح آپ کی ولادت باسعادت سے قبل خوشخبریاں دی گئیں اور آپ کی ولادت اور محبوبیت سے متعلق نوید مسرت سنائی گئی۔

ولادت باسعادت کی خوشخبری

طبقات کبری، بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، نفحات الانس، جامع کرامات اولیاء، نزہۃ الخاطر الفاتر اور اخبار الاخیار وغیرہ کتب میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت کے واقعات اس طرح مذکور ہیں:

محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے والد ماجد حضرت ابوصالح سید موسی جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے آپ کی ولادت کی شب مشاہدہ فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی مبارک جماعت کے ساتھ آپ کے گھر جلوہ افروز ہیں اور آپ کے ساتھ اولیاء کرام بھی حاضر ہیں، حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں یہ خوشخبری عطا فرمائی:

"یا ابا صالح! اعطاک اللہ ابنا وھو ولیی و محبوبی ومحبوب

ترجمہ: اے ابو صالح! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا فرزند صالح سرفراز فرمایا ہے جو میرا مقرب ہے، وہ

اللـه تـعالی، و سیکون له شان میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب ان کی
فی الاولیـاء و الاقطاب کشأنی اولیاء اللہ اور اقطاب میں وہ شان ظاہر ہوگی جو
بین الانبیاء والرسل. انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے۔

حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوئے اور سبھی نے آپ کو یہ بشارت دی کہ 'تمام اولیاء کرام تمہارے فرزندار جمند کے مطیع ہوں گے اوران سب کی گردنوں پران کا قدم ہوگا'

جس رات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اس رات جیلان شریف کی جن عورتوں کے ہاں ولادت ہوئی، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا ہی عطا فرمایا اور وہ ہر لڑکا، اللہ تعالیٰ کا ولی بنا۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی : عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے

کنیت شریفہ : ابومحمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے

القاب مبارکہ : محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین پیران پیراور غوث اعظم دستگیر وغیرہ ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے علمی، اخلاقی اور روحانی اوصاف اور خصائل پر علماء عظام نے آپ کو بڑے بڑے القابات سے یاد کیا ہے -چند ایک درج ہیں:

ذوالبیـانیـن، کـریـم الـجـدیـن والـطـرفیـن، صاحب البرهانین و السلطانین، اما الفریقین والطریقین، ذو السراجین و المنهاجین وغیرها -

(قلائد الجواهر، ص 5- نزهة الخاطر الفاتر، ص 30، تفریح الفاطر)

آپ کی ولادت 29/شعبان المعظم 470ھ، ملک عراق کے ایک قصبہ جیلان، نزد بغداد شریف میں ہوئی۔اورآپ کا وصال مبارک 9/17/ربیع الآخر 561ھ میں ہو، تاہم دیار ہند میں گیارھویں شریف مشہور ہے۔

(ماثبت بالسنۃ۔ص68)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی اور حسینی سادات ہیں، والد ماجد سے سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہےاور والدہ ماجدہ کے بتوسط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہےاورآپ کا خانوادۂ عالیہ اولیاء اللہ کا مبارک گھرانہ ہے،آپ کے داداجان، ناناجان، والد ماجد، والدۂ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی صاحب اور صاحبزادگان سب باکمال اولیاء کرام میں سے ہیں اور صاحبانِ کرامات عالیہ، مقامات رفیعہ ودرجات عظیمہ ہیں۔

ولادت کے ساتھ ہی ولایت کا اعلان

برادران اسلام! بچپن ہی سے آپ پرولایت کے آثار نمایاں تھے چنانچہ انتیس (29) شعبان المعظم کوآپ کی ولادت ہوئی اور یکم رمضان المبارک ہی سے آپ نے روزہ رکھا،سحری سے لے کرافطارتک آپ اپنی والدۂ محترمہ کادودھ نہ پیتے،جیسا کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کابیان ہے کہ''میرے فرزندار جمند عبدالقادر رمضان شریف میں کبھی دن کےاوقات میں دودھ نہ پیتے تھے۔''

ایک مرتبہ موسم ابرآلود ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا، لوگوں نے جب دریافت کیاتو آپ نے کہا کہ میرے لڑکے نے آج دودھ نوش نہیں کیا ہے، بعدازاں تحقیقات کرنے پراس حقیقت کا انکشاف ہوگیا کہ اُس دن رمضان

کی پہلی تاریخ ہی تھی ،اس طرح سارے شہر میں یہ بات مشہور ہوگئی:

واشتهر ببلدنا فی ذلک الوقت انه ولد فی الاشراف ولد لا یرضع فی نهار رمضان	ہمارے شہر میں اس وقت مشہور ہوگیا کہ سادات گھرانہ میں ایک صاحبزادہ تولد ہوئے ہیں جو رمضان شریف میں دن تمام دودھ نہیں پیتے ۔(بلکہ روزہ رکھتے ہیں ۔)

(طبقات کبری ،ج 1،ص126،بهجة الاسرار -،ص 89،قلائد الجواهر،ص 3-نفحات الانس ،فارسی،ص 251،جامع کرامات اولیاء ، ج،2،ص201،نزهة الخاطر الفاتر،ص 23،اخبار الاخیار،فارسی ،ص 23،سفینة الاولیاء ،ص63)

محترم حضرات !ابھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہی ہوئی تھی کہ رب قدیر نے آپ کی ذات عالی صفات سے فیض کے چشمے بہادئے ،خود بھی بارگاہ الٰہی میں تحفۂ بندگی پیش کررہے ہیں اور خلق کثیر کو بھی مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کررہے ہیں۔

درباطن اس بات کا اعلان کردیا گیا کہ آپ کی ذات کو امت مرحومہ کی رہنمائی کے لئے وجود بخشا گیا ہے اور سارے عالم کے لئے آپ کو مقتدا اور پیشوا بنادیا گیا، گہوارہ میں آپ کے کمال کا یہ عالم ہے کہ آپ کے روزہ کو دیکھ کر لوگ روزہ رکھ رہے ہیں، آپ کی عبادتوں سے سلیقہ حاصل کرکے اپنی عبادتوں کو کامل بنارہے ہیں ،تو جس وقت آپ باضابطہ منصب رشد وہدایت پر متمکن ہوکر مخلوق کی رہنمائی فرماتے تو فیض رسانی کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟

حضرت غوث پاک کی ولایت

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا، آپ کو کب

سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :

انا ابن عشر سنين، في بلدنا اخرج من دارنا و اذهب الى المكتب فارى الملائكة عليهم السلام تمشي حولي، فاذا وصلتُ الىٰ المكتب سمعت الملائكة يقولون ":افسحوا لولي الله!حتى يجلس".	میں دس (10) سال کا لڑکا تھا کہ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا تو میں اپنے اردگرد فرشتوں کو چلتے دیکھا کرتا، اور جب مدرسہ پہنچتا تو میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنتا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے راستہ فراہم کرو! یہاں تک کہ وہ تشریف رکھیں"

(بهجة الاسرار، ص 21، قلائدالجواهر، ص 9، اخبارالاخيار، فارسی، ص22، سفينة الاولياء ، ص63)

قلائدالجواہر میں منقول ہے کہ :

قال رضي الله عنه : لما كنت صغيرا في المكتب كان يأتيني في كل يوم ملك لا اعرف انه ملك على صورة بني آدم يوصلني من دارنا الى المكتب و كان يأمر الصبيان أن يوسعوا لي في	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں صغرسنی کے عالم میں مدرسہ کو جایا کرتا تھا تو روزانہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا، اورلڑکوں کوحکم دیتا کہ وہ میرے لئے مجلس کشادہ کریں،خود بھی اس وقت تک میرے پاس بیٹھا رہتا یہاں تک کہ میں اپنے گھر واپس

المجلس ویجالسنی حتی	آ تا، میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔
انصرف الی دارنافسألته یوما،	ایک روز میں نے اس سے پوچھا آپ کون
من تکون؟ فقال : انا	ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ میں فرشتوں میں
ملک من الملائکة علیهم	سے ایک فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس
السلام ارسلنی الله تعالیٰ	لئے بھیجا ہے کہ میں اس وقت تک مدرسہ میں
الیک اکون معک	آپ کے ساتھ رہا کروں جب تک کہ آپ
مادمت فی المکتب.	وہاں تشریف فرما رہیں۔

(قلائد الجواھر ص ،135 ،134)

بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر میں منقول ہے:

وقال رضی الله عنه: کنت	حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
صغیرا فی اهلی ، کلما	ہیں کہ بچپن میں جب کبھی میں ساتھیوں کے
هممت أن العب مع الصبیان	ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں غیب سے کسی
اسمع قائلایقول لی الی یا	کہنے والے کی آواز سنا کرتا "اے برکت
مبارک، فاهرب فزعاً منه	والے، تُم میرے پاس آ جاؤ! تو میں فوراً والدہ
والقی نفسی فی حجر امی.	ماجدہ کی گود میں چلا جاتا۔

(بہجۃ الاسرار، ص 21۔ قلائد الجواہر، ص 9، اخبار الاخیار، مترجم، ص 51)

حضرات! آپ کی شان و عظمت دیکھیں! آپ کو بچپن ہی سے رجوع الی اللہ کی فکر دی جا رہی ہے، دنیا اور اس کی رنگینیوں سے آپ کی حفاظت کی جا رہی ہے کہ آپ کا منصب دنیا میں منہمک ہونا نہیں، بلکہ دنیا داروں سے دنیوی افکار کو نکال کر مولی کے ذکر و فکر اور اس کی یاد میں مشغول کرنا اور ان کے تاریک دلوں کو انوار و تجلیات سے منور کرنا ہے۔

علم دین حاصل کرنے کا اشارہ

حضرت شیخ محمد بن قائد الاوانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

قال کنت صغیرا فی بلدنا فخرجنا الی السواد فی یوم عرفۃ وتبعت بقرۃ حراثۃ فالتفتت الی بقرۃ وقالت: یا عبدالقادر! مالھذا خلقت، فرجعت فزعا الی دارنا وصعدت الی سطح الدار، فرأیت الناس واقفین بعرفات، فجئت الی امی وقلت لھا: ھبینی للہ عزوجل، وائذنی لی فی المسیر الی بغداد، اشتغل بالعلم وازور الصالحین فسألتنی عن سبب ذلک فأخبرتھا خبری فبکت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ بچپن میں مجھے ایک دفعہ حج کے ایام میں جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور میں ایک گائے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، اچانک اُس گائے نے میری طرف دیکھ کر کہا" :اے عبدالقادر! تمہیں اس قسم کے کاموں کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا!، میں متفکر ہو کر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو میں نے میدان عرفات کا مشاہدہ کیا لوگ وہاں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ یہ سارا واقعہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور اجازت طلب کی: اے مادر مہربان! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف کر دیں اور مجھے سفر بغداد کی اجازت مرحمت فرمائیں، تاکہ میں علم دین حاصل کروں صالحین کی زیارت کرتا رہوں اور ان کی صحبت میں رہوں۔ والدہ ماجدہ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا؟ میں نے سارا واقعہ عرض کیا تو آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے اور مجھے

......واذنــت لــی فــی المسیــر وعاهدتنی علی الصدق فی کل احوالی. بغداد جانے کی اجازت عطا فرمائی، اور یہ نصیحت کی کہ میں ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپناؤں۔

(قلائدالجواھرفی مناقب عبدالقادر۔ 9/8)

برادران اسلام! حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدۂ ماجدہ کی خدمت میں جومعروضہ کیا ہے اس میں ہمیں کئی نصیحتیں ملتی ہیں، اس کمسنی کے عالم میں آپ کا حصول علم کیلئے گھر بار کو چھوڑ دینا، والدہ محترمہ اور عزیز بھائی سے دوری اختیار کرنا، وطن مالوف سے دور کوچ کر جانا، محض اخلاص وتوکل کی اساس پر بغداد شریف کا سفر کرنا اور سب سے اہم یہ بات ہے کہ حصول علم کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی ہمنشینی اختیار کرنا، اولیاء کرام اور صالحین سے ملاقات اور انکے دیدار کی تڑپ، یہ سب ایسے امور ہیں جو ہماری فکر ونظر کو شعور وآگہی اور عقل وخرد کو احساس وروشنی بخشتے ہیں۔

ہمارے لئے مقام غور ہے کہ دین ودنیا کی ترقی صرف حصول علم ظاہری پر منحصر نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ صالحین کی قربت اور بزرگوں کی صحبت انسانیت کیلئے نقطۂ کمال ہوا کرتی ہے، سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے سفر بغداد کے سلسلہ میں حصول علم کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کی زیارت کو اپنا نصب العین بنایا اور یہ اہل حق کی ابتداء ہی سے فطرت رہی کہ وہ صالحین کی قربت اور صحبت کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

علمی مقام

امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی، شیخ المحد ثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحیی حلبی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

غوث الاغیاث رضی الله تعالی عنه یتکلم فی ثلاثة عشر علما. حضرت غوث الاغیاث رضی اللہ عنہ تیرہ علوم میں مباحث فرمایا کرتے تھے۔

(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127، مطبوعہ مصر، قلائد الجواہر، ص 38)

علامہ شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کا علم پڑھتے تھے ۔دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قراتوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھاتے تھے ۔(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127-قلائد الجواہر، ص 38، مطبوعہ مصر)

بغرض امتحان ایک سو(100) فقہاء کی حاضری

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے علم وعرفان کی شہرت جب دور دراز کے ملکوں اور شہروں میں ہوئی تو بغداد شریف کے اجلئہ فقہاء میں سے ایک سو فقہاء آپ کے علم کا امتحان لینے کی غرض سے حاضر ہوئے اور ان فقہاء میں سے ہر ایک فقیہ بہت سے پیچیدہ مسائل لے کر حاضر ہوا ۔جب وہ سب فقیہ بیٹھ گئے تو آپ نے اپنی گردن مبارک جھکالی اور آپ کے سینہ مبارک سے نور کی ایک کرن ظاہر ہوئی جو ان سب فقہاء کے سینوں پر پڑی، جس سے ان کے دل میں جو جو سوالات تھے ہو سب محو ہو گئے ۔وہ سخت پریشان اور مضطرب ہوئے ۔سب نے مل کر زور سے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ۔اپنی پگڑیاں پھینک دیں۔

ثم صعد الکرسی و اجاب الجمیع عما کان عندهم فاعترفوا بفضله۔ اس کے بعد آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور ان کے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے جس پر سب فقہاء نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔

(جامع کرامات الاولیاء للعلامة النبهانی، جلد 1، ص 201، قلائد الجواهر، ص 33، طبقات الکبری، جلد 1، ص 128، سطر 14تا -17نزهة الخاطر الفاتر، ص 69-68 ، تفریح الخاطر، ص 51، تحفه قادریه، ص 74-74)

ایک آیت کی تفسیر

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس شریفہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اس آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنی پھر دوسرے اس کے بعد تیسرے معنی یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے -بعدازیں دیگر وجوہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھی -اور ہر وجہ کی تائید میں دلائل قاطعہ بیان فرمائے -ہر معنے کے ساتھ سند بیان فرمائی -آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے -(اخبار الاخیار فارسی، ص 17-16، قلائد الجواہر، ص 38)

حافظ عمادالدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں فرمایا ہے:

کان له الید الطولی فی الحدیث والفقه والوعظ وعلوم الحقائق- آپ علم حدیث، فقہ، وعظ اور علوم حقائق میں ید طولی رکھتے تھے۔

(قلائد الجواهر -ص 8)

فتاوی مبارکہ

حضور پرنور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ سیدی عبدالوہاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے 528ھ تا 561ھ تینتیس (33) سال درس وتدریس

اور فتاوی نویسی کے فرائض سرانجام دیئے -(اخبار الاخیار، ص 15، قلائد الجواھر، ص 18)

علماء عراق اور گرد و نواح کے علماء اور دنیا کے گوشے گوشے سے آپ کے پاس فتوے آتے:

"آنحضرت بے سبق مطالعه و تفکر جواب برصواب ثبت فزودی و ہیچکس را از حذاق علماء و بحار عظماء مجال خلاف تکلو دراں متصور نبودے "

یعنی آپ بغیر مطالعہ، تفکر اور غور و خوض کے جواب باصواب دیتے- حاذق علماء اور بہت بڑے فضلاء میں سے کسی کو بھی آپ کے فتوے کے خلاف کلام کرنے کی کبھی جرات نہیں ہوئی۔

(اخبار الاخیار فارسی، ص 17، مطبوعه دیوبند، تحفه قادریه، ص 86)

علامہ شعرانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

كانت فتواه تعرض على العلماء بالعراق فتعجبهم اشد الاعجاب فيقولون سبحان من انعم عليه

یعنی علماء عراق کے سامنے آپ کے فتاوی پیش ہوتے تو ان کو آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ یہ پکار اٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان کو ایسی علمی نعمت سے نوازا ہے۔

(طبقات الکبری، عربی جلد 1، ص 127، مطبوعه مصر)

ایک عجیب مسئلہ

بلاد عجم میں سے آپ کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اسی طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت

میں مشغول ہوگا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی وہ عبادت نہ کرتا ہوگا -اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی -اس صورت میں کون سی عبادت کرنی چاہئے:

"علماء عراقین در جواب ایں سوال مخیر و بعجز از دریافت آں معترف گشته بودند -"	یعنی اس سوال سے علماء عراق حیران اور ششدر رہ گئے اور اس کا جواب دینے سے معذرت کرنے لگے۔

اور اس مسئلہ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں انہوں نے پیش کیا تو آپ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لئے خالی کرائے اور تنہا سات مرتبہ طواف کر کے اپنی قسم کو پورا کرے- فاعجب علماء العراق وکانوا قد عجزوا عن الجواب پس اس شافی جواب سے علماء عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے -(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127، اخبار الاخیار، فارسی، ص 17، قلائد الجواهر، ص 38، تحفه قادریه ، ص 87)

وہ علماء عظام جو آپ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتے

قاضی ابو یعلی محمد بن محمد الفراء الحنبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز بن الاخضر نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابویعلی سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں الشیخ عبدالقادر الجیلانی کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا اور شیخ الفقیہ ابوالفتح نصر المنی، شیخ ابو محمد محمود بن عثمان البقال، امام ابوحفص عمر بن ابونصر بن علی الغزال، شیخ ابومحمد الحسن الفارسی، شیخ عبداللہ بن احمد الخشاب، امام ابوعمرو عثمان الملقب بشافعی زمانہ - شیخ محمد بن الکیز ان، شیخ الفقیہ رسلان بن عبداللہ بن شعبان، شیخ محمد بن مظفر بن غانم العلثمی، احمد بن سعد بن

وھب بن علی الھروی، محمد بن الازطر الصیر فنی یحیی بن البرکۃ محفوظ الدیبقی، علی بن احمد بن وھب الازفی، قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسی بن ھرباس المارائی ان کے بھائی عثمان ان کے صاحبزادے عبدالرحمان، عبداللہ بن نصر بن حمزہ البکری، عبدالجبار بن ابوالفضل القصفی، علی بن ابوطاھر الانصاری، عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الحافظ، امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامۃ المقدسی الحنبلی اور ابراھیم بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی علیھم الرحمۃ بھی آپ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے -(قلائد الجواھر، ص 605)

مجلس وعظ میں ہجوم

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتداء میں میرے پاس دو یا تین آدمی بیٹھا کرتے تھے پھر جب شہرت ہوئی تو میرے پاس خلقت کا ہجوم آنے لگا، اس وقت میں بغداد شریف کے محلّہ حلیہ کی عیدگاہ میں بیٹھا کرتا تھا، لوگ رات کو مشعلیں اور لالٹینیں لے کر آتے پھر اتنا اجتماع ہونے لگا کہ یہ عیدگاہ بھی لوگوں کے لئے ناکافی ہوگئی، اس وجہ سے باہر بڑی عیدگاہ میں منبر رکھا گیا، لوگ دور دراز سے کثیر التعداد میں گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے - تقریباً ستر ہزار کا اجتماع ہوتا تھا -(بھجۃ الاسرار، ص 92- قلائد الجواھر، ص 12/13- سفینۃ الاولیاء، ص 64- تحفہ قادریہ، ص 83)

حضرت کے صاحبزادہ والاشان سیدنا عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

کان یحضرہ العلماء والفقھاء و المشائخ وغیرھم و یکتب ما یقول فی مجلسہ اربعمائۃ محبرۃ عالم.

آپ کی مبارک مجلس میں علماء، فقہاء اور مشائخ وغیرہم بکثرت تعداد حاضر ہوتے تھے -اور آپ کی مجلس میں افاضل علماء جن کی تعداد چار سو تھی، قلم اور دوات لے کر حاضر ہوتے تھے۔

(قلائد الجواھر، ص 18- بھجۃ الاسرار، ص 98- اخبار الاخیار، ص 18)

آوازِ مبارک

آپ کی مجلس مبارکہ میں باوجود یکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا تھا، لیکن آپ کی آواز مبارک جتنی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی اتنی ہی دوروالوں کو سنائی دیتی تھی، یعنی دور اور نزدیک والے حضرات یکساں آپ کی آواز مبارک بالکل صاف سنتے تھے -

(قلائد الجواهر، ص 74- بهجة الاسرار، ص 94)

مجلس کے اردگرد بارش

ایک دفعہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بعض اہل مجلس سے خطاب فرمارہے تھے کہ اتنے میں بارش ہونے لگی، آپ نے آسمان کی طرف نظر مبارک اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں عرض کی : اے اللہ ! میں تیرے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو ان کو منتشر کرتا ہے - آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ مدرسہ پر بارش کا برسنا موقوف ہو گیا اور اس کے اردگرد بارش برستی رہی -(نفحات الانس فارسی، ص 361- قلائد الجواهر، ص 29- بهجة الاسرار، ص 75- تحفه قادريه، ص 85)

مجلس کی کیفیت

آپ کی مجلس شریف میں تو نہ کسی کو تھوک آتا تھا، نہ کوئی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کوئی کسی سے کلام کرتا تھا، کسی فرد کو مجلس میں سے کھڑے ہونے کی جرات بھی نہ ہوتی تھی- آپ کی تقریر دلپذیر سے لوگوں کی وجدانی کیفیت ہوتی تھی-

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جیسے عظیم المرتبت محدث پر آپ کی مجلس مبارکہ میں وجد طاری ہو گیا تھا -(قلائد الجواہر، ص 74 ص 38 بہجۃ الاسرار، ص 94)

مجلس میں لوگوں کا تائب ہونا

آپ کے دست حق پرست پر کثیر تعداد میں لوگوں نے توبہ کی - شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لم تكن مجالس سيدنا الشيخ عبدالقادر رحمة الله عليه تخلو ممن يسلم من اليهود والنصارى ولا ممن يتوب من قطاع الطريق و قاتل النفس و غير ذالك من الفساد ولا ممن يرجع عن معتقد شيء .	یعنی آپ کی مجالس شریفہ میں سے کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہود و نصاری اسلام قبول نہ کرتے ہوں، یا ڈاکو، قزاق، قاتل النفس، مفسد اور بداعتقاد لوگ آپ کے دست حق پرست پر توبہ نہ کرتے ہوں۔

(بهجة الاسرار، ص 96- قلائد الجواهر، ص 18- اخبار الاخیار فارسی، ص 19)

پانچ ہزار یہود ونصاری کا اسلام قبول کرنا

محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز الامکانی، قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

قد اسلم على يدى اكثر من خمسة آلاف من اليهود والنصارى و تاب على يدى من العيارين والمسالحة اكثر من مائة الف خلق كثير .	بے شک میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہود و نصاری نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکوؤں، قزاقوں، فساق، فجار، مفسد اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔

(قلائد الجواهر، ص 19- اخبار الاخیار فارسی، ص 19)

سیدنا عیسی علیہ السلام کی بشارت سے پادری کا اسلام لانا

ایک دفعہ سنان نامی عیسائی پادری نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس شریف میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا : اور اجتماع میں کھڑ ہوکر بیان کیا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں اسلام کو قبول کرلوں اور اس پر میرا مصمم ارادہ ہوگیا کہ یمن میں سب سے افضل واعلیٰ شخصیت کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا-

اسی سوچ و بچار میں تھا کہ مجھے نیند آئی اور میں نے حضرت عیسی علی نبینا علیہ السلام کو خواب میں دیکھا - آپ نے مجھے ارشاد فرمایا:

یا سنان اذهب الی بغداد و اسلم علی ید الشیخ عبدالقادر فانه خیر اهل الارض فی هذا الوقت.	اے سنان! بغداد شریف جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے دست حق پر اسلام قبول کرو - کیونکہ وہ اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔

(قلائد الجواهر، ص 18 -بهجة الاسرار، ص 96 ۔ سفينة الاولياء ص 70 -تحفه قادريه ص 41)

شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں تیرہ شخص اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے - مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ عرب کے عیسائی ہیں، ہم نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تھا اور یہ سوچ رہے تھے کہ کسی مرد کامل کے دست حق پرست پر اسلام قبول کریں-

اسی اثناء میں ہاتف غیب سے آواز آئی کہ بغداد شریف جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مبارک ہاتھوں پر اسلام قبول کرو

فانہ یوضع فی قلوبکم من	پس اس وقت جس قدر ایمان ان کی برکت
الایمان عندہ ببرکتہ مالم	سے تمہارے دلوں میں جاگزیں ہوگا، اس
یوضع فیھا عند غیرہ من	قدر ایمان اس زمانہ میں کسی دوسری جگہ
سائر الناس فی ھذا الوقت	سے ناممکن ہے

(قلائد الجواھر، ص -18 بھجۃ الاسرار، ص 96)

سابقہ امتوں میں بھی آپ جیسا کوئی نہیں

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد شریف میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوا- آپ سوار تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے -آپ نے فرمایا یا موسیٰ افی امتك رجل ھكذا -اے موسیٰ علیہ السلام ! کیا آپ کی امت میں بھی اس شان کا کوئی شخص ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا :لا نہیں -اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے خلعت پہنائی -(قلائد الجواھر، ص 22)

ریاضتیں اور مجاہدے

سرکار پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابتدائے جوانی میں مجھ پر نیند غالب آتی تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی :اے عبدالقادر !ہم نے تجھ کو سونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔(بھجۃ الاسرار ،ص 21 ،سفینۃ الاولیاء، ص63)

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں عرصہ دراز تک شہر کے ویران اور بے آباد مقامات پر زندگی بسر کرتا رہا،نفس کو طرح طرح کی ریاضت اور مشقت میں ڈالا، پچیس (25) برس تک عراق کے بیابان جنگلوں میں تن تنہا پھرتا رہا، چنانچہ ایک سال تک میں

ساگ گھاس وغیرہ سے گزارا کرتا رہا اور پانی مطلق طور پر نہ پیا، پھر ایک سال تک پانی بھی پیتا رہا، پھر تیسرے سال میں نے صرف پانی پر ہی گزارا کیا، کچھ بھی نہیں کھاتا تھا، پھر ایک سال تک نہ ہی کچھ کھایا، نہ پیا اور نہ ہی سویا۔ (قلائد الجواھر، ص10۔11)

چالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا فرمانا

اخبار الاخیار، ص40، قلائد الجواہر، ص76 میں مذکور ہے:

وقال ابو الفتح الهروى : خدمت سيدى الشيخ عبدالقادر رضى الله عنه اربعين سنة ، فكان فى مدتها يصلى الصبح بوضوء العشاء :	حضرت ابوالفتح ہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں چالیس (40) سال تک رہا اور اس مدت کے دوران میں نے آپ کو ہمیشہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(اخبار الاخیار مترجم، ص40، قلائد الجواھر، ص76۔)

ایک رات میں قرآن پاک ختم فرمایا

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ پندرہ سال رات بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص 17۔ للشیخ عبدالحق الدہلوی جامع کرامات الاولیاء ج2 ص202۔ تحفہ قادریہ ص30۔ خزینۃ الاصفیاء ج1 ص98)

شیخ ابوعبداللہ نجار سے مروی ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بڑی بڑی سختیاں اور مشقتیں برداشت کیں اگر وہ کسی پہاڑ پر گزرتیں تو وہ پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ (قلائد الجواہر ص10۔ طبقات الکبریٰ ج1 ص126)

حضرت غوث اعظم سید الاولیاء

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ ارشاد فرمایا:

"قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

"میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے"

اولیاء کرام نے آپ کے اس ارشاد کو سماعت کیا اور اپنے اپنے مقامات سے ہر ولی نے اس ارشاد کو قبول کیا اور سر تسلیم خم کیا،

خواجۂ خواجگاں، شاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ ارشاد مبارک کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: گردن ہی نہیں آپ کا قدم مبارک میری آنکھوں اور بصیرت پر ہے۔ **علی عینی و علی بصیرتی۔**(تفریح الخاطر،ص:20)

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقاصد الاسلام، حصۂ ہشتم میں ایک عنوان "غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سلطنت " قائم فرمایا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت اس طرح نقل فرمائی "دائرۃ المعارف میں معلم بطرس بستانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میری ایک لڑکی گھر کے چھت پر چڑھی تھی، وہاں سے وہ غائب ہوگئی ! آپ نے فرمایا کہ آج رات تم محلّہ کرخ کے ویرانہ میں جاؤ اور پانچویں ٹیلہ کے پاس بیٹھو اور زمین پر یہ کہتے ہوئے ایک دائرہ اپنے اطراف کھینچ لو کہ **(بسم اللہ علی نیۃ عبد القادر)** جب

اندھیرا ہوجائے گا تو جنات کی ٹکڑیاں مختلف صورتوں میں تم پر گزریں گی، ان کی ہیبت ناک صورتوں کو دیکھ کر ڈرنا نہیں، صبح کے قریب ان کا بادشاہ ایک بڑے لشکر میں آئے گا اور تم سے پوچھے گا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ تو کہہ دینا کہ مجھے عبد القادر نے بھیجا ہے، اوراس وقت لڑکی کا واقعہ بھی بیان کردو !اس شخص نے اس مقام پر جاکر حکم کی تعمیل کی اور کُل واقعات وُقوع میں آئے، جب بادشاہ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھیجا ہے، یہ سنتے ہی وہ گھوڑے سے اتر پڑااور زمین بوسی کرکے دائرہ کے باہر بیٹھ گیااوراس کی حاجت دریافت کی، جب اس نے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کیا تو اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جس نے یہ کام کیا ہے فوراًاسے پکڑ کے لاؤ !چنانچہ ایک سرکش جن لایا گیا، جس کیساتھ میری لڑکی بھی تھی، حکم دیا کہ اس سرکش کی گردن ماردی جائے، اورلڑکی کو میرے حوالہ کرکے رخصت ہوگیا"۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ کرامت نقل فرما کر حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ ارشادفرماتے ہیں" اس سے جنوں کے علم کا بھی حال معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ تو کرخ میں کھینچا گیااور مسافت بعیدہ پر بادشاہ کو خبر ہوگئی کیونکہ رات بھر چل کر قریب صبح اس دائرہ کے پاس پہنچا جو صرف حضرت شیخ کی نیت سے کھینچا گیا تھا، اوراس سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کے تصرف کا حال بھی معلوم ہوگیا کہ جنوں پر آپ کا کیا اثر تھا کہ لکیر جو آپ کی نیت سے کھینچی گئی تھی وہاں پادشاہ بذات خود حاضر ہوااور زمین بوسی کی- " (مقاصد الاسلام، حصۂ ھشتم، ص:169/170)

برادران اسلام! حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کرامت سے یہ حقیقت بھی آشکار ہورہی کہ جن اور انس ہر دو آپ کی ذات عالی سے وابستہ ہیں، اور تابع فرمان ہیں۔

تعلیمات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام توانائیوں کو تحفظ اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے صرف فرمادیا، اپنی زندگی کا ہرلمحہ فروغ دین اور اصلاح امت کے لئے وقف فرمادیا۔

آپ ہر وقت اللہ کے دربار میں متوجہ رہا کرتے ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت' اتباع واطاعت اور پیروئ شریعت کا آپ پراس قدر غلبہ ہوتا کہ خلاف شرع کوئی کام نہ فرماتے ،سفر وحضر،خلوت وجلوت ، بزم ورزم میں کبھی کوئی سنت ومستحب عمل ترک نہ فرماتے ، ہمیشہ مشتبہ امور سے گریز فرماتے ،ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، چندروز گزرنے کے بعد اس نے رخصت کی اجازت مانگی اور عرض کیا کہ میں آپ کی کرامات سے متعلق سنا تھا؛ لیکن حالیہ قیام کے دوران میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی ۔حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس دوران مجھے کوئی خلاف شریعت کام کرتے دیکھا؟ فرائض وواجبات ،سنن ونوافل ترک کرتے دیکھا؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں! تب آپ نے فرمایا: شریعت پر استقامت ہی بڑی کرامت ہے۔
حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امت مسلمہ کو خصائل رذیلہ وعادات مذمومہ سے بالکلیہ طور پر گریز کرنے اور اخلاق حسنہ، خصائل حمیدہ اور برگزیدہ صفات اپنانے کی تلقین فرمائی۔آپ نے کثرت نوافل ،اصلاح باطن وصفائی قلب ،تفقہ فی الدین اور اپنے آپ کو تقوی سے آراستہ کرنے کی تعلیم دی۔

آپ نے فرمایا کہ منکرات ومنہیات سے رُکے رہنا عوام کا تقوی ہے اور اس کیساتھ مشتبہ چیزوں سے بچتے رہنا خواص کا تقوی ہے،آپ نے ظاہر وباطن دونوں کو پاکیزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے حرص وطمع سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی، آپ نے فرمایا: لفظ "طمع" بے نقط اور خالی ہے، ایسے ہی طمع وحرص کرنے والا بھی خالی اور نعمت سے محروم رہتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات میں ہے کہ انسان کو ہمیشہ راضی بقضاء رہنا چاہئے، بندۂ مؤمن احکام الٰہی کے سامنے چوں و چرا نہیں کرتا، کیا اور کیوں نہیں پوچھتا؛ بلکہ تمام احکام کی بابت سر تسلیم خم کرتا ہے اور ان کی بجا آوری میں مصروف ہوجاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: مصیبت وآزمائش کے وقت صبر کرنا ہی بڑی شجاعت ہے، حضرت نے فرمایا کہ لوگ تنگی وآزمائش کے وقت جزع فزع کرتے ہیں اور راحت وآسودگی میں شکر نہیں کرتے، مصیبتوں پر صبر کرنا چاہئیے!۔

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے، ہمیشہ اصلاح نفس کی فکر کرنی چاہئیے۔جب نفس کا خلاف کیا جائے اور اس پر مکمل کنٹرول کرلیا جائے تب یہی نفس امارہ، نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے؛ جو خیر کی طرف لیجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِیـن بِـجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......فروغ امن میں اولیاء کرام کا کردار......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا. صدق الله العظيم

برادران اسلام !ابھی خطبہ کے بعد میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے؛اس کا ترجمہ سماعت فرمایئے !پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر وقار کے ساتھ چلتے ہیں،اور جب ان سے جاہل لوگ گفتگو کرتے ہیں تو وہ محض سلامتی کی بات کرتے ہیں۔(سورۃ الفرقان ۔63)

اس آیت ربانی میں رب العالمین اپنے خصوصی شان والے بندوں کا تذکرہ فرمارہا ہے کہ وہ روئے زمین پر نہایت عمدگی ،سکینت ووقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کبھی ان کے ساتھ کوئی سخت کلامی سے پیش آتا ہے تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے ، بلکہ اچھائی کیساتھ پیش آتے ہیں، وہ ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیتے ،ظلم کرنے والے کو معاف کرتے ہیں،اپنے کردار سے اسے امن وسلامتی کا پیغام دیتے ہیں ،کوئی دہشت وبربریت بپا کررہا ہے تو اس کے جواب میں اسے

دہشت میں مبتلا نہیں کرتے، بلکہ اسے راحت ورحمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی علیہ الرحمہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر:63 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد يعني سدادامن القول مايسلمون فيه من الايذاء والاثم كذا قال مقاتل بن حبان قال الحسن لوجهل عليهم جاهل حملوا ولم يجهلوا

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اس سے مراد ایسی درست گفتگو جس میں وہ تکلیف پہنچانے اور گناہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حبان نے بھی اسی طرح فرمایا ہے، حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی ناداں ان سے نامناسب گفتگو کرتا ہے تو وہ تحمل و برداشت سے کام لیتے ہیں اور جہالت اختیار نہیں کرتے۔

(التفسير المظهري ج7ص46،انوار التنزيل واسرارالتاويل للبيضاوى، سورة الفرقان۔63، مدارك التنزيل وحقائق التاويل للنسفى، سورة الفرقان۔63)

اسی حکم خداوندی کے پیش نظر حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ نصیحت فرماتے ہیں: جب کوئی جاہل جہالت سے آپ کو ستانے لگے یا ایذا رسانی کے درپے ہوجائے تو ایسے جاہلوں کے ساتھ جاہل بن کر مقابلہ نہ کرو! بلکہ یہ معاملہ حق تعالیٰ سے رجوع کردو۔(مواعظ حسنہ، ج1،ص206)

یہ ایمان والوں کا شیوہ بتایا گیا، بالخصوص اولیاء کرام اور صالحین ان آیات کا خصوصی مصداق ہیں، انہوں نے کس طرح سلامتی کا پیغام دیا، برائی کا کس طرح سدِّ باب کیا اور ان پر کئے جانے والے جور و جفا کا کس عمدگی سے جواب دیا، اور فروغ امن

وسلامتی کیلئے کتنی عظیم قربانیاں انجام دیں،اس کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؛ تا کہ اس کے سننے کے بعد ہم اپنی زندگی میں ان سبق آموز واقعات کو جاری کرنے کی کوشش کریں ،خود بھی خیر وبھلائی حاصل کرنے والے بنیں اور دوسروں کے لئے بھی چین وسکون کا سامان مہیا کرنے والے ہو جائیں ۔

اسلامی قوانین امن وسلامتی کے آئینہ دار

یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ ہمارے دین کا نام اسلام ہے اوراس دین کے ماننے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے اور یہ الفاظ سلامتی کے معنی دیتے ہیں؛دین اسلام کے نام اوراس کے ماننے والوں کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کی تعلیمات میں لوگوں کے لئے سراسر حفاظت وسلامتی اورامن وامان ہے، یہ دین اسی کی تعلیم دیتا ہے اوراس دین کے ماننے والے بھی امن وسلامتی کے پیامبر ہوتے ہیں،ان کے گفتار وکردار میں سلامتی ہوتی ہے،ان کی نشست وبرخاست میں سلامتی ہوتی ہے،ان کے رہن سہن میں سلامتی ہوتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہیکہ اسلام امن' سلامتی اور بھائی چارگی کا دین ہے، جوساری مخلوق کیلئے خیرخواہی اور بھلائی کا درس دیتا ہے،اسلام ہی نے انسانیت کواس کا مقام و مرتبہ بتایا اوراسے انسان ہونے کی حقیقی شناخت کروائی ،اسے عدل وانصاف کا پیغام دیا ،برابری ومساوات کی تعلیم دی اوراخوت ومحبت کا درس دیا۔انسانیت کی کامیابی اس میں نہیں کہ وہ دنیااوراسکی دولت سمیٹ لے،ایک انسان کی کامیابی اس میں نہیں کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کروائے ،دوسروں کے حقوق پامال کرکے جائیدادیں ،مال ودولت اور عزت وشہرت حاصل کرے، بلکہ انسانیت اگرامن چاہتی ہے تو اسلام کے زرین اصول اوراس کے آفاقی قوانین پرعمل پیرا ہوکرہی امن ونجات حاصل کرسکتی ہے،صلاح وفلاح پاسکتی ہے اور کامیابی کی راہ پرگامزن رہ سکتی ہے۔

یہ دین امن وآشتی، چین وشانتی کا دین ہے اور اس دین کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رسول کریم ہیں، رؤف ورحیم ہیں، شفیق ومہربان ہیں، ان کی تعلیم امن اور صلح کی تعلیم ہے، رواداری اور غمگساری کی تعلیم ہے، انسانیت اور شرافت کی تعلیم ہے، جو مخلوق خدا کے لئے سب سے بہتر نمونہ ہیں۔

اولیاء کرام قرآن کریم اور حدیث شریف کی ان تعلیمات پر بخوبی عمل کرنے والے ہیں اور لوگ ان حضرات کی عالی خدمات ومبارک توجہات کی وجہ سے تعلیمات اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' ان کی ہمنشینی اختیار کرکے باعمل ہوجاتے ہیں اور ان کے واقعات سننے سے بندۂ مومن کو استقامت حاصل ہوتی ہے، جذبۂ ایمانی عروج پاتا ہے ،اسلامی تعلیمات پر قدم جم جاتے ہیں، اسے نیک عمل کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اور وہ حسن اخلاق کا عادی ہوجاتا ہے۔

اولیاء کرام کے آستانے محبت ورواداری کے مراکز

حضرات صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالی عنہم کتاب وسنت کے سنہری اصول وقوانین کو روبہ عمل لاتے رہے، اولیاء کرام نے اسی مشن کو جاری رکھا' دنیا کے ہر خطہ میں اسلام کے پیغام امن وسلامتی کو مسلسل فروغ دیا اور ان بزرگوں نے عوام کے ساتھ ہمدردی وغمگساری کی ، ان کے دکھ درد میں شریک رہے، خدمت خلق کے مثالی نمونے پیش کئے اور تصوف کو انفرادی طور پر محض ایک روحانی تجربہ نہیں قرار دیا، بلکہ انہوں نے اسے محبت اور رواداری کی ایک عالمگیر تحریک بنادی، یہی سبب ہے کہ آج اولیاء کرام کی بارگاہیں اور آستانے عالم کے ہر گوشہ میں موجود ہیں، ہر قوم ومذہب کے افراد وہاں عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں ، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر میں پڑاؤ ڈالا اور وہیں رہائش اختیار کی،

ایک خدا ترس درویش کا کسی اجنبی شہر میں آ کر بس جانا، خود یہ ظاہر کرتا ہے کہ درویش بزرگ کا مسلک امن وسلامتی پھیلانا اور محبت و بھائی چارگی عام کرنا تھا، یہی وجہ ہیکہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا آج بھی حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ووابستگی رکھے ہوئے ہے، حقیقت یہ ہیکہ ان بزرگان دین نے ظلم کے بدلہ رحم وکرم کا برتاؤ کیا اور اپنے دشمنوں کوبھی دعاؤں سے نوازا، ان حضرات نے انتقام کے بجائے احترام کا معاملہ کیا، ان بزرگوں نے ملک گیری اور اقتدار حاصل کرنیکے بجائے قوم وملت کی رواداری اور ان کی دلجوئی فرمائی، دہشت کی آگ کو اخلاق کی ٹھنڈک سے بجھادیا، تعصب کی کڑواہٹ کو انصاف وغیر جانبداری کی مٹھاس سے ختم کردیا۔

اولیاء کرام نے دنیا میں امن وسلامتی کو فروغ دینے کے لئے جو کردار ادا کیا ہے اس کی چند مثالیں یہاں ذکر کرتا ہوں۔

مسلح شخص کو صبر وتحمل کی نصیحت

برادران اسلام! ہمیں تاریخ میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا بھی واقعہ ملتا ہے کہ حضرت کے پاس ایک شخص ہتھیار لے کر آیا اور آپ نے اسے بڑی عمدگی سے نصیحت فرمائی اور اس کے دل کو پھیر دیا، واقعہ ملاحظہ ہو:

ایک آدمی کو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ سے چھری کے ساتھ پکڑ لیا گیا، نیت اللہ بہتر جانتا ہے، اس بات کا سلطان المشائخ کو پتہ چلا، آپ نے اسے تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا، پھر خود اسے اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا: تم وعدہ کرو کہ آئندہ کسی کو ایذا نہ پہنچاؤں گا! اس نے وعدہ کیا، حضرت نے حکم دیا کہ اسے اخراجات دئے جائیں!

پھر دشمنی کے بارے میں فرمایا: جفا کو برداشت کرے! بدلہ خدا پر چھوڑ دے۔

پھر فرمایا: جس کسی نے ہمیں رنجیدہ کیا خدا اسے راحت پہنچائے! جو ہمیں بے مدد چھوڑا خدا اس کا یار و مددگار ہو! جو دشمنی کی وجہ سے میری راہ میں کانٹے بچھائے اُس کے گلستان حیات میں جو پھول بھی کھلے وہ بے خار ہوں!۔

پھر فرمایا: کوئی کسی کی راہ میں کانٹے بچھاتا ہے، وہ بھی اس کی راہ میں کانٹے بچھا دیتا ہے' یہ دونوں ایک جیسے عمل ہیں، انہی کلمات کے دوران فرمایا: عوام کا عمل ایسا ہی ہوا کرتا ہے، لیکن درویشوں میں ایسا نہیں ہے!، درویش اچھوں کے ساتھ اچھے ہیں مگر بروں کے ساتھ برے نہیں!۔ (ملخص از: سیر الاولیاء، ص، 578)

حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتار سے بھی امن کا پیغام دیا اور اپنے کردار سے بھی سلامتی کی تعلیم دی، آپ نے اپنی حکمت عملی سے نقضِ امن کرنے والوں کو سلامتی کا پاسدار بنا دیا اور دہشت کا ماحول پھیلانے والوں کو راحت رسانی کی طرف مائل کر دیا۔ پھر ایسے مبارک جملے ارشاد فرمائے کہ اس کا ہر ہر لفظ امن کی دعوت دے رہا ہے، اس کا ایک ایک کلمہ سلامتی کا پیغام پیش کر رہا ہے، کوئی شخص زیادتی کرتا ہے تو اس کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، لیکن حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بدلہ خدا پر چھوڑنے کا حکم دے کر آتش انتقام کو ختم کر دیا، کوئی شخص کسی کو غمگین ورنجیدہ کرتا ہو اس کے لئے بھی رنج وغم کا سامان کیا جاتا ہے، لیکن اولیاء کرام نے ایسے مرحلہ میں بھی راحت رسانی کا پیغام دیا، کوئی شخص کسی کو بے سہارا اور بے مدد چھوڑ دے تو اس کے ساتھ اسی طرح کے سلوک کی تمنا و آرزو کی جاتی ہے، لیکن اولیاء کرام نے ایسے شخص کی مدد و نصرت کے لئے دعا کی ہے، دنیا میں کوئی کسی کو تکلیف دیتا ہے تو اسے بھی تکلیف پہنچانے کی فکر کی جاتی ہے، کوئی ہراساں کرتا ہے تو اسے بھی ہراساں کیا جاتا ہے، کوئی براسلوک کرتا ہے تو اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے، برائی کا جواب برائی سے، تکلیف کا جواب تکلیف سے، حملہ کا جواب حملہ

سے دیا جاتا ہے، بلکہ انتقام کے موقع پر یہ فکر دی جاتی ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے ، اولیاء کرام نے اپنی گفتار و کردار کے ذریعہ اس فکر کے خلاف امن وسلامتی کا پیغام دیا کہ تکلیف وہراسانی کا جواب لطف ومہربانی سے دیا جائے! بدسلوکی کا جواب خوش اخلاقی سے دیا جائے! بدتمیزی وبدزبانی کا جواب خوش کلامی وشیریں بیانی سے دیا جائے!۔

قتل کے ارادہ سے آنے والا مشرف بہ اسلام ہوگیا

صاحب مرآۃ الاسرار نے سلطان الہند حضرت خوا جہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حکمت سے لبریز واقعہ رقم کیا ہے:

ایک دن ایک سخت دل غیر مسلم خنجر بغل میں چھپا کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے کے ناپاک ارادہ سے آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فراست سے اس کا ارادہ معلوم کرلیا اور اس سے فرمایا کہ خنجر کیوں نہیں چلاتے؟ میری گردن حاضر ہے! یہ سنتے ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا' خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا، اس کے بعد اس شخص نے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ (مرآۃ الاسرار، ص598)

وہ سخت دل شخص آیا تو اس غرض سے تھا کہ حضرت خوا جہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زیادتی کی انتہاء کر بیٹھے، لیکن حضرت کی فراست باطنی نے اسے امن کا علمبردار بنادیا اور اسے حلقہ بگوش اسلام کردیا۔

ارشاد باری تعالی ہے: اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

(سورة العنكبوت45)

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں تلاوت قرآن ، ادائی نماز کا حکم دیا ، اور

اہتمام ذکر کی ترغیب دی، انہیں تین مقاصد کی تکمیل کے لئے فرمان الٰہی کی روشنی میں تین مراکز کا قیام عمل میں لایا گیا، کثرت تلاوت قرآن کے لئے مدارس کی بنیاد ڈالی گئی، باجماعت نماز کی ادائی کے لئے مساجد کی تعمیر کی گئی اور اہتمام ذکر کے لئے خانقاہوں کوفروغ دیا گیا، خانقاہوں میں برے اخلاق اور صفات مذمومہ سے نفس کو پاک کیا جاتا ہے،اوراخلاق عالیہ اور صفات حمیدہ سے مزین کیا جاتا ہے جسکا قرآن کریم نے ہم سے تقاضہ کیا ہے-

یقیناً اولیاء کرام کی بارگاہیں اور بزرگان دین کی خانقاہیں انسانیت کے لئے عظیم تربیت گاہیں ہیں، یہاں لوگوں کواچھے اخلاق اور بہترین آداب سکھائے جاتے ہیں، انہیں پیغام سلامتی کا سفیر بنایا جاتا ہے، ان کے ایک ایک عمل پرنظر رکھی جاتی ہے اور ان کی بہرطور اصلاح کی جاتی ہے، بزرگوں کے آستانے روحانی شفاخانے بھی ہیں جہاں بیماروں کو دوا اور دعا دونوں ملتی ہیں، کسی کوتعویذ دی جاتی ہے، کسی کوعمل یا وظیفہ بتایا جاتا ہے اور کسی کے لئے باطنی توجہ کی جاتی ہے، اولیاء کرام کی بارگاہیں ایک ایسا مقام ہے جہاں سماج کے ہر طبقہ کے لوگ آکر ملتے ہیں، ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں، محبت، بھائی چارگی، رواداری اور دردمندی کا سبق سیکھتے ہیں، آپس میں شیر وشکر ہوکر رہتے ہیں، بزرگوں کے آستانے لنگر خانے بھی ہیں، جہاں فقراء، مساکین اور مسافروں کو بروقت کھانا میسر ہوتا ہے اور بعض آستانوں میں دن رات لنگر جاری رہتا ہے۔ ایسے ادارہ کی افادیت اور اچھائی سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے جس میں بیک وقت ایسی خوبیاں موجود ہوں، جہاں سے لوگ جسمانی و روحانی شفا پاتے ہوں، دنیا وآخرت کا چین و سکون حاصل کرتے ہوں اور جہاں سے بلالحاظ مذہب وملت ہمدردی ورواداری کوفروغ دیا جاتا ہو، بلاشبہ ایسے مقامات امن کے گہوارے ہی کہلائے جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ خانقاہیں امن کے ایسے مراکز ہیں جہاں ٹوٹے ہوئے دلوں کواسطرح جوڑ دیاجاتا کہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ کبھی ٹوٹے بھی تھے۔

بزرگان دین ان فلاح و بہبود پرمشتمل امور کے اجراء میں اپنے شخصی مفاد اوردنیوی منفعت کوکبھی مدنظرنہیں رکھا کرتے،محض رضائے الٰہی کی خاطرخدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں اور قوم وملت کی صلاح وفلاح اورصالح معاشرہ کی تشکیل میں اپنے شب وروزگزارا کرتے ہیں۔

حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ،سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں:انسان کا دل خوش کرنا اوراسکی دلجوئی اورراحت رسانی افضل ترین عمل اورتقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔(مواعظ حسنہ،ج۲،ص۱۸۱)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءرحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حکایت

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں:

ایک بادشاہ تھا، جسے تارانی کہتے تھے،اُسے بغاوت کرکےقتل کردیا گیا،تارانی کوحضرت شیخ سیف الدین باخرزئی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی،اس کی جگہ دوسرے شخص کو بادشاہ بنادیا گیا'اس نئے بادشاہ کے سامنے ایک ساعی مقرر کیا گیا، جسے حضرت شیخ سیف الدین باخرزئی سے عداوت تھی، جب اسے بات کرنے کا موقع ملاتو بادشاہ سے کہنےلگا،اگر چاہتے ہوکہ آپ کی حکومت قائم رہےتو شیخ سیف الدین کوختم کردیجئے، سلطنت میں پہلی تبدیلی اُنہی کی وجہ سے ہوتی ہے،بادشاہ نے یہ بات سن کراسی کوکہا کہ تم ہی جاؤ! جس طرح مناسب سمجھوشیخ کوادھرلےآؤ، وہ آدمی گیا اور شیخ کو بڑی بےادبی سے دربار میں لایا،(شاید گلے میں پگڑی ڈال کرلایا یاکسی اورطرح ہتک کرکے لایا،) غرضکہ جب شیخ اندرداخل ہوئے، جوں ہی بادشاہ کی نظران پر پڑی، نہ جانے اسے خدا

نے کیا جلوہ دکھایا، وہ فوراً تخت سے نیچے اترا اور بڑی معذرت کر کے شیخ کے قدموں کو چھوا، بوسہ دیا اور بڑے مؤدبانہ طریقہ سے معذرت کی کہ میں نے یوں ہرگز نہ کہا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ شیخ گھر کو لوٹ آئے، اگلے دن بادشاہ نے اس ساعی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے اسے قابل گردن زدنی قرار دے دیا ہے، اب آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، جس طرح سے چاہیں اسے ٹھکانے لگائیں! جوں ہی شیخ نے اسے یوں جکڑے ہوئے پایا، فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے، اسے اپنا لباس پہنایا اور کہا: آج تم وعظ میں میرے ساتھ چلو۔ اس دن دوشنبہ تھا، حسب وعدہ شیخ وعظ کے لئے مسجد میں آئے، جب منبر پر چڑھے تو یہ شعر پڑھا۔ (بیت......) ترجمہ: جنہوں نے ہمارے ساتھ بدیاں کیں، اگر ہو سکے تو نیکی کے سوا اور کچھ نہ کروں۔

حضرات! الغرض حضرت شیخ سیف الدین علیہ الرحمہ نے اس شخص کو معاف کر دیا، اگرچہ کہ اس نے آپ سے بدتمیزی کی، قتل کا ناپاک ارادہ کیا، بے آبرو کرنے کی کوشش کی اور آپ کے ساتھ برائی کی لیکن حضرت نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آئے، وہ شخص تو دل دکھایا تھا' لیکن آپ نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ دشمن کا دل دکھے اور وہ تکلیف میں رہے، آپ نے اس کے ساتھ خیر کا برتاؤ اور راحت کا معاملہ فرمایا۔ (ملخص از: سیر الاولیاء، ص 581 تا 582)

اولیاء کرام کے ملفوظات ومکتوبات کا بنظر غائر اور گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں ایسی ہزاروں مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں مسکینوں، فقیروں، دردمندوں کے دکھ بانٹے ہیں، رضائے الٰہی وخوشنودئ خداوندی کے حاصل کرنے کی خاطر ان کی خدمت کی ہے۔

یہی وہ بلند کردار اور اخلاقی اقدار ہیں جس کی وجہ سے اولیاء کرام کے ذریعہ عوام

کے ہر طبقہ میں امن کی فضا قائم رہی، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہوں، یا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ‘ حضرت بابا شرف الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت احمد باد پا رحمۃ اللہ علیہ ہوں، یا حضرت اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں ، یا حضرت قطب دکن شاہ راجو قتال حسینی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نقشبند دکن شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین، تمام اولیاء کرام اور اہل سلاسل نے ہر طرف امن کو فروغ دینے کی کامیاب سعی فرمائی، اور آج بھی ان اولیاء کرام کی بارگاہیں، وہاں کے پروگرامس اور سرگرمیاں امن وسلامتی کی دعوت دے رہی ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہیکہ ہمیں ان بزرگوں کے دامن کرم سے وابستہ فرمائے اور راحت ورحمت، الفت ومحبت کا پیکر بنائے!

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالَی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت' عقائد وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ!قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِىْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ :وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ :اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ وَيَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِىْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ.

حضرات! دنیا میں جب بھی کسی اہل صدق وصفا صاحب عشق ووفا کی آمد ہوتی ہے تو اس سے قبل ان کی تشریف آوری کی بشارتیں سنائی جاتی ہیں جیسا کہ بارش برسنے سے پیشتر ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں،حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک سے چونکہ اندھیروں کو چھٹنا اور روشنی کو پھیلنا،قرب حق کے طلبگاروں کو حق سے ملنا اور وصال کی لذتوں سے آشنا ہونا مقدر تھا،اس لئے آپ کی آمد سے پہلے بھی دستور خداوندی کے مطابق خوشخبریاں سنائی گئیں۔

مرتب مواعظ حسنہ رقمطراز ہیں:

آپ کی والدہ محترمہ فرماتی تھیں کہ زمانۂ حمل سے قبل ہی مجھے فرزند صالح کی بشارتیں مل رہی تھیں، چنانچہ آپ کے شکم مادر میں تشریف لانے سے قبل آپ کے بڑے

بھائی صاحب کا زمانۂ شیرخواری میں انتقال ہو چکا تھا جس کی وجہ حضرت کی والدہ صاحبہ کو سخت صدمہ تھا، اسی اثناء میں ایک مجذوب صاحب تشریف لائے اور فرمایا:

''بیٹی غم نہ کرو، عنقریب نعم البدل مل رہا ہے، وہ دیکھو آسمان کی طرف! تمہارا بچہ آتا ہوا دکھائی دیتا ہے''۔ آپ فرماتی ہیں کہ جوں ہی میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک نورانی قندیل اترتی ہوئی میرے گھر میں داخل ہوئی جس کی نورانیت سے حد نظر تک فضاء منور اور میری آنکھیں چکاچوند ہوگئیں۔ اس کے بعد ہی ایام حمل آغاز ہوئے۔

(ملخص از: مواعظ حسنہ، ج:1، ص:10)

چنانچہ زبدۃ المحدثین سید العارفین خاتمۃ المحققین محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ اس بشارت کا مصداق بن کر 10 ذی الحجہ 1292ھ بروز جمعہ بوقت 5 ساعت صبح رونق آرائے حیدرآباد فرخندہ بنیاد ہوئے۔

اور حسن اتفاق کے اسی سال'' 19 ''ذی الحجہ کو حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے مرکز علم وعرفان جامعہ نظامیہ قائم فرمایا۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا سنہ ولادت ذات حبیب کبریا سے آپ کی کامل وابستگی واٹوٹ نسبت وتعلق کا آئینہ دار ہے۔

''92'' سرکار دوعالم کے نام مبارک ''محمد'' کے اعداد ہوتے ہیں اور ''12'' تو تاریخ میلاد حبیب پاک ہے۔

ونیز یہ اسم مبارک علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کا ہی فیضان ہے کہ آپ کا اس دنیا میں جملہ قیام ''92'' برس رہا کیونکہ آپ کا وصال مقدس پنجشنبہ 8 بجے صبح، 18، ربیع الثانی 1384ھ میں ہوا، اس سے بھی ذات اقدس سے کمال نسبت آشکار ہوتی ہے۔

محدثینؒ، حضورﷺ کے جانشین وخلفاء

امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' اور'' کنز العمال'' میں روایت ہے :

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : وَمَنْ خُلَفَاؤُکَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَيَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِیْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ.

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے،اورآپ نے یہ دعاء فرمائی:''اے اللہ،میرے خلفاء پر رحم فرما!اے اللہ،میرے خلفاء پر رحم فرما!اے اللہ،میرے خلفاء پررحم فرما!،صحابۂ کرام نے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!آپ کے خلفاء کون ہیں؟آپ نے ارشاد فرمایا:میرے خلفاء وجانشین وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گےاور میری احادیث وسنت کولوگوں تک پہنچائیں گےاور انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی۔کنز العمال ،حدیث نمبر: 29488)

حضرات!جس برگزیدہ شخصیت کا آج ہم تذکرہ کررہے ہیں وہ سادات گھرانے کےچشم وچراغ ہونے کے ساتھ ساتھ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث قال بھی تھےاوروارث حال بھی۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ درس وتدریس، وعظ وارشادتصنیف وتالیف،علوم قرآن وحدیث شریف کی نشرواشاعت اور

دین متین کی عظیم خدمات کے لئے وقف فرمادیا،شب وروز مریدین کا تزکیۂ نفس،تصفیۂ قلب اورتجلیۂ روح فرماتے رہے۔

آپ نے امت کی ہدایت ورہنمائی کیلئے کئی ایک گرانقدر تالیفات اور تصنیفات تحریرفرمائیں جوعقیدہ وعمل کی تیرگی کا خاتمہ کرتی ہیں، گمگشتگان راہ کی رہنمائی کرتی ہیں،اورتشنگان علوم کوسیراب کرتی ہیں،آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے دل میں سکون واطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے،ایک ایک فقرہ دل میں اثرانداز ہوکرروح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔

آپ نے پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل حدیث شریف کاعظیم مجموعہ بنام''زجاجۃ المصابیح'' کی تالیف فرمائی۔

زجاجۃ المصابیح فن حدیث کا ایسا کارنامہ ہے، جس کی اہمیت وضرورت روزافزوں مزیدعیاں وآشکار ہورہی ہے۔زجاجۃ المصابیح تصنیف فرماکرحضرت سیدی محدث دکن علیہ الرحمۃ نے نہ صرف احناف بلکہ کل امت مسلمہ پر بڑااحسان فرمایا علماء دین ومشائخ طریقت کے ساتھ بالواسطہ عوام الناس بھی اس مقدس کتاب سے استفادہ کرتی ہےاورمسائل شریعت کوبہترطریقہ سے سمجھنے کیلئے اس کومشعل راہ بناتی ہے، جہاں آپ نے زجاجۃ المصابیح کے ذریعہ علم داں طبقہ کے لئے ذخیرۂ علمی فراہم کیا وہیں عوام وخواص کی ہدایت اورانہیں جادۂ ایمان پراستقامت کے ساتھ رہنے کیلئے بزبان اردوکئی ضخیم ومختصرتصانیف تحریرفرمائیں، جنکے ذریعہ اصلاح ظاہرتصحیح عقائد،ترقی باطن کاعظیم کارنامہ انجام دیا،جسکی بدولت آج تک لاکھوں افراد کےقلوب اَللّٰہُ اَللّٰہُ کے ذکرمیں سرشاراورحبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یادمیں مست ہیں،آپ کی تصانیف مبارکہ سے چند

جواہر پارے اصلاح عقائد واعمال کی بابت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر وباطن ہر طرح نور ہی نور ہیں

حضرات! اس موضوع سے متعلق حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے قرآن کریم واحادیث شریفہ سے ایمان افروز بحث سپرد قلم کی ہے:

یَـا أَیُّهَـا النَّبِـیُّ إِنَّـا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا . بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا، اور ڈرانے والا اور اللہ تعالی کی طرف اسکے حکم سے بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر۔

(پ22 ع6سورہ الاحزاب ،آیت45)

قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَکِتَابٌ مُبِینٌ . غرض کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن آچکا ہے۔

(پ 6، ع3، سورہ المائدۃ،آیت 15)

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اللہ اس لئے فرمایا کہ نور طالب اور مطلوب کے درمیان واسطۂ دید ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اللہ اور اللہ والوں کے درمیان واسطہ ہیں، اللہ تعالی نے نور خدا اس لئے بھی کہا ہے کہ مظہر اتم حضور ہی ہیں۔

مظہر اتم (یعنی اللہ تعالی کا نور کامل طور پر حضور سے ظاہر ہونے) کی تفصیل:

دوسرے پیغمبر بھی اللہ تعالی کے نور سے منور تھے مگر وہ پیغمبر اللہ تعالی کے نور کے پورے مظہر نہیں تھے یہی وجہ تھی کہ ان سے ہدایت بھی صرف خاص خاص قوموں اور خاص ملک کو ہوئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے نور کے پورے مظہر تھے اس لئے پوری ہدایت ہوئی، دنیا کے کونے کونے میں ہدایت پہنچ گئی یہ آپ، نور خدا کے مظہر اتم

ہونے کی بین دلیل ہے۔مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ. (پ118، ع5،سورۂ نور، آیت35)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ہمارے نور سے سارا آسمان اور ساری زمین منور ہے مگر کوئی مظہر اتم اس نور کا نہ ہوا، ہمارے نور کے مظہر اتم اگر دیکھنا ہوتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو، آپ کے سینۂ مبارک میں ہمارا نور' کامل طور پر جو ظہور کیا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھو کہ ایک طاق میں چراغ ہے اور وہ چراغ قمقمے میں رہنے سے بہت منور ہے او راس چراغ کا تیل زیتون کا ہونے سے اس چراغ کے نور میں صفائی بھی پیدا ہوگئی ہے۔

اس مثال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے نور پر غور فرمایئے جس طرح چراغ کے طاق میں رہنے اور اس میں بہتر تیل کی وجہ سے کامل درجہ کا نور ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالی کا نور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک میں ظاہر ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچا، اسی کی وضاحت میں اللہ تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ .(پ30، ع1 سوره الانشراح ،آیت1) ہم اپنا کامل اور پورا نور آپ کے سینہ میں ڈال دیئے۔

جس کا نتیجہ ہے آپ کا سینہ کامل طور سے منور ہو کر شرح صدر ہو گیا۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں

نور کو سایہ نہیں ہوتا چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن ہر طرح نور ہی نور تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سایہ نہ تھا۔

اخرج الحكيم الترمذی عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل فی شمس ولا قمر.

(الخصائص الکبری،باب الایة انه ﷺلم یکن له ظل، ج:1،ص:117)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک سے صد ہا ظاہراً و باطناً روشن ہوئے باطنی طور پر تو قیامت تک اولیاء کبار او رعلماء ابرار روشن ہوتے رہیں گے ظاہراً جو سینکڑوں چیزیں روشن ہوئیں ان کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث بخاری:

عن أنس أن أسيد بن حضير وعباد بن بشر تحدثا عند النبی صلى الله عليه وسلم فی حاجة لهما؛حتى ذهب من الليل ساعة فی ليلة شديدة الظلمة، ثم خرجا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ينقلبان وبيد كل واحد منهما عصية فأضاء ت عصى أحدهما لهماحتى مشيا فی ضوئها	دوصحابی نماز عشاء پڑھ کر حضرت کے پاس سے رخصت ہونے لگے ، اس وقت ابر تھااور اندھیرا تھاحضور نے ایک کھجور کی لکڑی ایک صحابی کے ہاتھ میں دی وہ لکڑی چمکنے لگی ،جس سے راہ نظر آتی تھی،
حتى إذا افترقت بهما الطريق أضاء ت لـلآخر عصاه فمشى كل واحد منهما فی ضوء عصاه حتى بلغ أهله.	جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو اس لکڑی سے دوسرے صحابی اپنی لکڑی ملالئے وہ لکڑی بھی روشن ہوگئی،اسی روشنی میں ہرایک اپنے اپنے گھر پہونچ گئے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الکرامات، ج 2ص544،حدیث نمبر:5944۔زجاجۃ المصابیح،باب الکرامات،ج: 5۔صحیح البخاری۔دلائل النبوۃ للبیقی،باب ماجاء فی اضاء ۃ عصی،حدیث نمبر:2329)

یہ تھارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیزوں کا منور ہونا۔اسی طرح بیہقی کی حدیث میں مذکور ہے بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رخصت ہوئے،وہ رات اندھیری تھی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہماری انگلیاں روشن ہوگئیں اور ہم اس روشنی میں آرام سے اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

روی البخاری فی التاریخ والبیهقی وابو نعیم والطبرانی بسند جید عن حمزۃ بن عمرو الاسلمی قال:کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فتفرقنا فی لیلة مظلمة، فأضاء ت أصابعی؛حتی جمعوا علیها ظهرهم، وما هلک منهم وان أصابعی لتنیر.

(المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر: 2920۔دلائل النبوۃ للبیقی،باب ما جاء فی إضاء ۃ عصی الرجلین من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر:2332۔سبل الهدی والرشاد،ج:10،ص:44)

یہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیز کا منور ہونا۔

اورایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام کے لئے چند صحابہ کو بھیجے تو وہ صحابہ درخواست کئے کہ اسلام سچا مذہب ہونے پر کیا دلیل پیش کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں انگلی رکھ دیئے،جس سے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ سے نور چمکنے لگا،صحابہ اس نور سے اپنا کوڑا ملا لئے تو وہ کوڑا بھی اس نور سے چمکنے لگا۔یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جو ایک دوسرے کو منتقل ہورہا تھا۔(میلا دنامہ،130،تا132)

عن محمد بن إسحاق بن يسار ، قال: كان الطفيل بن عمرو الدوسی يحدث أنه قدم مكة ورسول الله صلى الله عليه وسلم بها فمشى إليه رجال قريش .....فعرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على الإسلام وتلا على القرآن فلا والله ما سمعت قولا قط أحسن منه ، ولا أمرا أعدل منه ، فأسلمت وشهدت شهادة الحق. وقلت: يا نبی الله إنی امرؤ مطاع فی قومی وإنی راجع إليهم فداعيهم إلى الإسلام ، فادع الله أن يجعل لی آية تكون لی عونا عليهم فيما أدعوهم إليه ، فقال: اللهم اجعل له آية. قال: فخرجت إلى قومی حتى إذا كنت بثنية يقال لها كذا وكذا تطلعنی على الحاضر ، وقع نور بين عينی مثل المصباح. قال: قلت: اللهم فی غير وجهی إنی أخشى أن يظنوا أنها مثلة وقعت فی وجهی لفراق دينهم قال: فتحول فوقع فی رأس سوطی كالقنديل المعلق وأنا أهبط إليهم من الثنية حتى جئتهم فأصبحت فيهم.

(دلائل النبوة للبیقی،باب قصة دوس والطفيل،حديث نمبر:2108)

ولادت باسعادت پر اظہار مسرت' حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کا نفیس استدلال

صاحبو! حضرت کی پیدائش کی جس قدر خوشی ہو کم ہے، تولد کی خوشی منانے صرف ایک میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خدا خود حکم دے رہا ہے، قرآن خود سکھا رہا ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے

(پ 11ع 6،سورۂ یونس:58)

مصطفٰے کی دوستی ایمان ہے
شاہد اس پر آیتِ قرآن ہے

لفظ''رحمت'' سے مرادؔ دین کی نعمت ہوتی ہے، جس طرح حکم ہے کہ مسجد میں آتے ہی پڑھیں''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' اس دُعا میں لفظ''رحمت'' سے مراد دین کی نعمت ہے۔ لفظ''فضل'' سے مراد دنیا کی نعمت ہوتی ہے، جس طرح مسجد سے باہر آتے وقت کی دُعا''اللھم انی اسئلک من فضلک''. اس دُعا میں لفظ''فضل'' سے مراد دُنیا کی نعمت ہے۔

اس قاعدہ کے لحاظ سے آیت مُبارکہ''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ'' (پ 11ع 6سورۂ یونس 58) میں لفظ''فضل'' اور لفظ''رحمت'' سے دین اور دُنیا کی تمام نعمتوں کی اصل وجڑ مراد لینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ وہ اصل وجڑ؛ جس کا اہتمام کیا گیا آقائے نامدار، سرکار دو عالم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے۔

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے دُنیا اور دین کی سب نعمتیں ملیں، اس لئے تاکید پر تاکید اور حصر پر حصر کر کے یہ بتلا دیا ہے کہ اگر خوشی کے قابل کوئی چیز ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے، اس پر بے حد خوش ہونا چاہیئے'' قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا'' پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس کے بعد صراحت فرماتا ہے: هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ .(پ11،ع6،سورۂ یونس58)

یہ حضرت کی نعمت دنیا کی ان تمام نعمتوں سے بہتر ہے جن کو تم جمع کر کے اس پر خوش ہوتے ہو۔ اس آیت میں''فضل و رحمت'' سے مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیدائش ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ .

یہ نبی ایسے ہیں کہ آیتیں تلاوت کرتے ہیں ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک کرتے ہیں، ان کو حکمت کی باتیں سکھلاتے ہیں، اور وہ لوگ آپ کی تشریف آوری سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

(پ 28 ع 1 سورة الجمعة: 2)

یہی منشاء ہے حضرت کے پیدا ہونے کا، اس وجہ سے حضور رحمت اور فضل ہیں۔

مومنوں کے دل پر فرحت ہے نمود قدسیاں پڑھتے ہیں الحمد اور درود
جو مسلماں آپ کے ہیں اُمتی ان پہ واجب ہے تولد کی خوشی

(میلاد نامہ)

شب میلاد افضل ہے یا شب قدر؟ ایک انوکھی بحث

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اشخاص وافراد اور زماں ومکاں ہر چیز کو فضیلت و بزرگی عطا فرئی ہے آپ جس مہینہ میں، جس رات اور جس وقت اس عالم پست وبالا میں جلوہ گر ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کو فضیلت والا اور برکت والا بنادیا، لہٰذا شب میلاد ساری راتوں سے یہاں تک کہ شب قدر سے بھی افضل و برتر ہے۔ محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ میلاد نامہ میں اس پر دلائل سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صاحبو! تمام متبرک راتوں میں سب سے افضل شب قدر ہے، آپ کو معلوم ہے کہ اس کا یہ مرتبہ کیوں ہے؟ تنزل الملئكة والروح (پ30، ع1، سورة القدر) (ملائکہ کے نازل ہونے کے سبب سے شب قدر متبرک ہے) جس رات خود

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی ہوئی ہے اس کا کیا مرتبہ پوچھتے ہو؟ حضرت کے پیدائش کی رات شب قدر سے اس لئے افضل ہے کہ شب قدر صرف رحمت ہے مومنین کیلئے، خاص مومنین کو ہی فائدہ پہنچتا ہے شب میلاد رحمت ہے تمام عالم کے لئے:

وَمَــآ اَرۡسَـلۡـنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(پ 17، ع 7، سورۃ الانبیاء)۔

شب قدر سے خاص فائدہ پہنچتا ہے اور شب میلاد سے عام فائدہ پہنچتا ہے، اسی لئے شب میلاد تمام راتوں سے افضل ہے۔

اب شاید آپ کو یہ شبہ ہو رہا ہوگا کہ شب قدر میں ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ لیلة القدر خیر من الف شهر. (پ 30 ع 1، سورۃ القدر)

شب میلاد میں نہ کوئی خاص عبادت ہے اور نہ عبادت کا کوئی ثواب زیادہ ملنا ثابت ہے، پھر کیسے شب میلاد شب قدر سے افضل ہوگی؟

میرے دوستو! آپ نے غور نہیں فرمایا؟ بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ دربار کے وقت نوکروں کو ہمیشہ سے زیادہ کمر باندھ کر نوکری پر مستعد ہونا پڑتا ہے اور دنوں کے انتظام سے زیادہ انتظام کرنا پڑتا ہے اس کے بعد کہیں سرفرازی ہوتی ہے، بخلاف اس کے جب بادشاہوں کے پیدائش کا دن ہوتا ہے عام تعطیل دی جاتی ہے بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے خلعتیں بٹتی ہیں۔

دوستو! شب قدر دربار کی رات ہے تمام رات جاگو تو سرفرازی ہوتی ہے شب

میلاد بادشاہوں کے پیدائش کی رات کی طرح ہے اس میں عام تعطیل ہے۔نہ رات کو جاگنے کی ضرورت نہ(زائد) کوئی عبادت کرنے کی؛ بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے۔(میلادنامہ،ص82/83)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلاتے ہیں

اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون عطافرمایا ہے، قیامت تک کیا کیا واقعات پیش ہونے والے ہیں آپ مکمل تفصیلات کے ساتھ اس کا علم رکھتے ہیں ،میدان محشر' پل صراط' میزان کی کیفیات ، جنت ودوزخ کے احوال لوگوں میں کونسا شخص جنت میں داخل ہوگا اور کون دوزخ میں جائیگا ان کے باپ دادا کے نام اور قبائل کے نام کے ساتھ جانتے ہیں لیکن بعض لوگ قرآن کریم کی ایک آیت کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ اس آیت میں علم غیب کی نفی کردی گئی۔لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غیب کے علم کا عقیدہ رکھنا درست نہیں:

"وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ."

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سا خیر حاصل کرلیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی اس کے سوانہیں کہ میں ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔

(سورۃ الاعراف،آیت:188)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کوذکر فرمانے کے بعد اس کا معنی بتلائے ہوئے علم غیب پر کئے جانے والے اعتراض کا جواب اور علم غیب کے ثبوت کے لئے حیات مبارکہ کو دلیل قرار دیتے ہیں اور بطور نمونہ متعدد آیات میں سے ایک آیت کریمہ بھی

ذکر فرماتے ہیں اور واقعات سے بھی استدلال کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں۔

دوسرا یہ واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت تیز آندھی چلنے کی وجہ سے اونٹ اور گھوڑے بھاگ گئے، آپ نے فرمایا کہ ''مدینہ منورہ میں آج رفاعہ بن زید کی موت ہوئی ہے'' اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ ایک منافق نے کہا کہ تعجب کی بات ہے! یہ مدینہ میں مرنے والے کی خبر رکھتے ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ آپ کو اس کے اعتراض کا بھی علم ہوگیا، ارشاد فرمایا: میری اونٹنی پہاڑ کی اس گھاٹی میں ہے اور اس کی لگام ایک درخت میں الجھ گئی ہے۔ جب انہوں نے وہاں جا کر دیکھا تو اونٹنی کو اسی مقام پر اسی حالت میں پایا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

آپ کی غیب دانی کی شان کو دیکھ کر وہ شخص مشرف بہ اسلام ہوگیا، اور جب قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ واقعی ''رفاعہ بن زید'' کی موت اسی وقت ہوئی تھی جس وقت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے موت کی خبر راستہ میں دی تھی۔

(لباب التأويل في معاني التنزيل للخازن، سورة المنافقون، آیت:4۔دلائل النبوة للبيهقي، حديث نمبر:1408)

حديث عبد الله بن أبي ....حديث عبد الله بن أبي الذى كان منه بالأمس ثم راح بالناس حتى نزل على ماء بالحجاز فويق البقيع يقال لها نقعاء فهاجت ريح شديدة آذتهم وتخوفوها وضلت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم وذلك بالليل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تخافوا فإنما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار توفى

بالمدينة فقيل من هو؟ قال رفاعة بن زيد بن التابوت فقال رجل من المنافقين كيف يزعم أنه يعلم الغيب ولا يعلم بمكان ناقته ألا يخبره الذى يأتيه بالوحى فأتاه جبريل عليه الصلاة والسلام فأخبره بقول المنافق وبمكان ناقته فأخبر بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابه وقال ما أزعم أنى أعلم الغيب ولا أعلمه ولكن الله أخبرنى بقول المنافق وبمكان ناقتى هى فى الشعب وقد تعلق زمامها بشجرة فخرجوا يسعون قبل الشعب فإذا هى كما قال فجاؤوا بها فآمن ذلك المنافق وحسن إيمانه فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت قد مات فى ذلك اليوم.

یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن یہ علم غیب اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بغیر اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے آپ کو غیب کا حال معلوم ہو جاتا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے اور اوپر لکھی ہوئی آیت شریفہ میں ایسے ہی علم غیب کا انکار ہے، اگر آپ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی کیسی باتیں ظاہر ہوئی ہیں اس کا اندازہ ہو سکے گا اور انتیسویں پارہ سورہ جن رکوع (2) کی یہ آیت شریفہ

"اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ "اَلآیَة . | جن پیغمبر کو پسند فرمائے تو ان کو غیب کی باتیں بتلا دیتا ہے۔

جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے اس اعتبار سے ہر ضرورت پر آپ کو غیب کا حال معلوم ہو جاتا تھا، اس کی موجودگی میں پھر آپ کے علم غیب کو معرض بحث میں لانا تحصیل حاصل ہے جو بالکل باطل ہے۔ اس کے باجود جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آپ کو اپنے جیسا آدمی سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

بوجہل اشد اندھا کہاں دیکھا محمد کو جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ ہے صورت محمد ﷺ کی

ہاں! اگر وہ حضرات اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو معلوم ہوجاتا کہ آپ کس مقام اور کیسے بلند مراتب پر فائز ہیں جب ہی تو کہا گیا ہے کہ

لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

بَعْدْ اَزْخُدَا بُزُرْگ تُوئِیْ قِصَّہٗ مُخْتَصَرْ

ترجمہ: آپ کی تعریف وثناء آپ کے لائق شان ناممکن ہی ہے مختصر یہ کہ اللہ تعالی کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔

(مواعظ حسنہ، ج2ص312/313)

موت وحیات کی علمی تحقیق

اللہ تعالی نے ہر جاندار کے لئے موت مقرر فرمائی ہے ارشاد ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ. ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔اس آیت کے حوالہ سے شہداء کرام وانبیاء عظام کی حیات پر گفتگو کی جاتی ہے حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ موت کی حقیقت اور حیات کا معنی واضح اور دلنشین انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

موت انتقال کا نام ہے کہ روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں منتقل ہوجاتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دو پنجرے ہیں اور پرندہ ایک ہے دونوں پنجروں کے دروازے کھول کر ان کے منھ ملادیتے ہیں تو پرندہ ایک پنجرہ سے دوسرے پنجرہ میں منتقل ہوجاتا ہے ۔عالم برزخ میں اسی جسم خاکی کے ہوبہو ایک دوسرا جسم بھی تیار کیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ جسم خاکی کثیف ہوتا ہے اور برزخ کا جسم لطیف ہوتا ہے۔(شہادت نامہ ص56)

موت اور حیات کا مفہوم بتلانے کے بعد شہداء کرام کی حیات اور رب کی نعمتوں سے سرفرازی ولطف اندوزی کو حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

جسم خاکی میں جیسے عمل کے ذریعہ سے ترقی کرتے تھے شہید برزخ کے جسم لطیف میں جانے کے بعد بھی ویسے ہی بدستور ترقی کرتے اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں، مبالغہ نہیں واقعی وہ زندہ ہیں زندگی کے سارے آثار موجود ہیں: **یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ**۔(سورہ ال عمران،آیت:170)

اپنے خدا کے پاس اس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت اور آرام حاصل کررہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں، سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسے ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں۔(شہادت نامہ،ص:57)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مثل ونظیر نہیں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفیس بحث

اس کے بعد حضور اکرم سید کائنات مختار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وصال والی حیات مقدسہ کی بے مثال ولا ثانی شان ذکر فرماتے ہیں اور امت مسلمہ کو عموما، اپنے مریدین ومتوسلین کو خصوصا اس عقیدہ کی رہبری فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ کوئی مثل ونظیر آیا ہے نہ آسکتا ہے اس اعتقاد کو حرز ایمان بنالینے میں ہی دارین کی سلامتی ہے۔فرماتے ہیں:

مگر برزخ میں کوئی ایسا لطیف جسم نہیں تھا جو آپ کی روح مطہر کے لائق ہو، اس

وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر نہ دنیا میں ہے نہ عالم برزخ میں اور نہ آخرت میں، جب عالم برزخ میں ایسا جسم لطیف نہیں رہا تو پھر اسی جسم خاکی میں روح مطہر کو واپس کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم اطہر اس عالم سے عالم برزخ میں منتقل ہوگیا اور اسی وجہ سے آپ کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں چونکہ عام انسانوں اور شہدا کی روحیں عالم برزخ میں دوسرے لطیف اجسام میں منتقل ہوئی ہیں اس لئے ان سے جسم خاکی کے لوازم بھی ٹوٹ گئے ہیں ان کی بیبیوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے ان کی میراث تقسیم ہوسکتی ہے، اسکے برخلاف چونکہ رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کا یہی جسم خاکی برزخ میں منتقل ہوگیا ہے اور آپ کے جسم خاکی کے لوازمات منقطع نہیں ہوئے ہیں اس لئے ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا اور آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی، اگر ایسا کیا جاتا تو لازم آتا کہ زندہ کی بیوی سے نکاح کیا گیا، اور زندہ کا مال تقسیم ہوا، عالم برزخ کے جسم میں جو لطافت پائی جاتی ہے وہ لطافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسم خاکی میں بدرجہا زائد موجود تھی، پھر عالم برزخ میں آپ کے لئے لطیف جسم کی کیا ضرورت؟ جیسے عالم برزخ کے جسم کو سایہ نہیں ہوتا، ایسے ہی آپ کے جسم مبارک کو سایہ نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جیسے میں سامنے سے دیکھتا ہوں ویسے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هَا هُنَا فَوَاللَّهِ مَا یَخْفَى عَلَیَّ خُشُوعُکُمْ وَلاَ رُکُوعُکُمْ ، إِنِّی لَأَرَاکُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِیْ .

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب عظة الإمام الناس فی إتمام الصلاۃ ،وذکر القبلة،حدیث نمبر:418)

کیا کبھی آپ نے کسی کثیف جسم کو دیکھا ہے کہ وہ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہو یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک ہی کی لطافت تھی کہ آپ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتے ،آپ کے اس عالم کے جسم کے لطیف ہونے پر معراج شریف کا واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کوئی کثیف جسم ایسا نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ معراج میں آپ کا لطیف جسم کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

کوئی مسلمان کہیں ہو، جب وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو روح اقدس جو عالم برزخ میں احوال ملکوت کی طرف متوجہ رہتی ہے اور مشاہدۂ رب العزت میں مستغرق ہے سلام کا جواب دینے کے لئے روح مطہر کو مذکورہ حالت سے ایسا ہی افاقہ ہوتا ہے جیسے دنیا میں وحی کے وقت عالم ملکوت کی طرف مشغولیت ہوتی تھی اوروحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ اس عالم کی طرف متوجہ جاتے تھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں'' **رَدَّ اللہ علَیّ روحی** '' جو مذکور ہے(سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز،باب زیارۃ القبور،حدیث نمبر:2043۔ کنزالعمال،باب فی الصلوۃ علیه وعلی وآله،حدیث نمبر: 2161)اس میں ردّ روح سے روح مطہر کا جسم سے نکلنا اور سلام کے وقت پھر جسم کی طرف آنا مراد نہیں بلکہ روح اقدس کا استغراق اور محویت سے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے اگر روح اقدس کا جسم سے نکلنا اور پھر جسم میں داخل ہونا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں ردَّ اللہ علَیّ روحی کے بجائے "**رَدَّ اللہ علٰی جِسْمِیْ رُوحِی**" ارشاد

فرمایا جاتا یعنی میری روح کو میرے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جب ایسا نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ گیا روح میری طرف لوٹ آتی ہے تو اس کے یہی معنی ہوئے کہ مجھے اس عالم سے اس عالم کی طرف افاقہ ہوتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(شہادت نامہ، ص:57 تا59)

مقام خلیل وشان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح، ج:5، ص:12/13، پر جامع ترمذی اور سنن دارمی سے حدیث شریف ذکر کی اور حاشیہ پر اس حدیث شریف کی شرح کے ضمن میں مرقات کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: واعلم أن الفرق بين الخليل والحبيب :أن الخليل من الخلة أى الحاجة ، فإبراهيم عليه السلام كان افتقاره إلى الله تعالى ، فمن هذا الوجه اتخذه خليلا . والحبيب فعيل بمعنى الفاعل والمفعول ، فهو صلى الله تعالى عليه وسلم محب ومحبوب . والخليل محب لحاجته إلى من يحبه ، والحبيب محب لا لغرض. وحاصله أن الخليل فى منزلة المريد السالک الطالب،والحبيب فى منزلة المراد المجذوب المطلوب . الله يجتبى إليه من يشاء ويهدى إليه من ينيب. (سورة الشورى،30)

ولذا قيل الخليل يكون فعله برضا الله تعالى،والحبيب يكون فعل الله برضاه. قال تعالى :فلنولينک قبلة ترضاها (سورة البقرة: 144). ولسوف يعطيک ربک فترضى. (سورة الضحى،5)

ترجمہ: جان لو کہ خلیل اور حبیب کے درمیان فرق یہ ہیکہ ''خلیل'' خلت سے

ہے؛ جس کے معنی حاجت وضرورت کے ہیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی احتیاج اللہ تعالی کی طرف ہے، اس وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں خلیل بنایا اور ''حبیب'' فاعل اور مفعول کے معنی میں ہے، تو آپ محبّ (محبت کرنے والے) اور محبوب ہیں۔ خلیل وہ ہے جو محبوب کی طرف اپنی احتیاج وضرورت کی وجہ سے محبت کرے اور حبیب وہ ہے جو کسی غرض کے بغیر محبت کرے۔

حاصل یہ ہے کہ خلیل طلب کرنے والے، سالک، مرید کے درجہ میں ہے اور حبیب، مراد ہے اور مطلوب کے درجہ میں ہے، جنہیں طلب کیا جاتا ہے

''اَللّٰـهُ يَجْتَبِىْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِىْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ''	اللہ تعالی جس کو چاہتا اپنی جناب میں چن لیتا ہے اور اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

(سورۃ الشوری، آیت:30)

اسی لئے کہا گیا: ''خلیل'' کا عمل اللہ تعالی کی خوشنودی کی خاطر ہوتا ہے اور حبیب کی شان یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لئے اللہ تعالی حکم فرماتا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'' فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا''	تو ہم ضرور ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہیں۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:144)

''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى''	اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(سورۃ الضحی، آیت:5)

لواءالحمد عطاء کئے جانے کی حکمت اور نفیس تحقیق

محدث دکن نے زجاجۃ المصابیح ج 5 ص 14/15 میں جامع ترمذی شریف سے حدیث پاک روایت کی ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید ولدآدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمدولا فخر ومامن نبی یومئذآدم فمن سواہ الاتحت لوائی واناول من تنشق عنه الارض ولا فخر. رواہ الترمذی .	سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا؛ کوئی فخر نہیں، اس دن آدم اوران کے سوا تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہونگے اور سب سے پہلے میں ہی اپنے روضۂ شریف سے باہرآ ؤنگا کوئی فخر نہیں۔

(جامع الترمذی،ابواب تفسیر القرآن،باب ومن سورة بنی اسرائیل،حدیث نمبر:3975/3441)

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حاشیۂ زجاجہ میں تحریرفرماتے ہیں::

لامقام من مقامات عباد الله الصالحین ارفع واعلی من مقام الحمد ودونه ینتهی سائر المقامات	اللہ کے نیک بندوں کے مقامات میں سے کوئی مقام،مقام حمد سے بلندوبالانہیں اورتمام مقامات اس کے نیچے ہی ختم ہوجاتے ہیں ،اور جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کے

ولما كان نبينا سيد المرسلين احمد الخلائق في الدنيا والآخرة	سردار ہیں، دنیا وآخرت میں ساری مخلوقات سے زیادہ حمد وثنا کرنے والے ہیں۔
اعطى لواء الحمد ليأوى الى لوائه الاولون والآخرون واليه الاشارة بقوله صلى الله عليه وسلم آدم ومن دونه تحت لواء ى ولهذا المعنى افتتح كتابه بالحمد واشتق اسمه من الحمد فقيل محمد واحمد واقيم يوم القيامة المقام المحمود ويفتح عليه في ذلك المقام من المحامد مالم يفتح على احد قبله ولايفتح على احد بعده.	اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا تاکہ اولین وآخرین سب آپ کے جھنڈے کے زیر سایہ آ جائیں، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی جانب اشارہ ہے ''آدم علیہ السلام اور ان کے بشمول دیگر حضرات سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے'' اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنی کتاب کا آغاز حمد سے فرمایا اور آپ کا نام ''حمد'' سے مشتق کر کے رکھا، اور آپ ہی کو ''محمد ﷺ'' (جن کی ہمیشہ خوب خوب تعریف کی جاتی ہے) اور ''احمد ﷺ'' (سب سے زیادہ حمد کرنے والے) سے موسوم فرمایا، قیامت کے دن آپ کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا اور اس مقام میں آپ پر اللہ تعالی کی حمد وثنا کے وہ خزانے کھولے جائیں گے جو نہ آپ سے پہلے کسی پر کھولے گئے اور نہ آپ کے بعد کسی پر کھولے جائیں گے۔

(زجاجۃ المصابیح، ج:5)

آثار اولیاء کے فیوض و برکات

برادران اسلام! اولیاء کرام و بزرگان دین کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں بعض لوگ گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لباس کی تعظیم کی جاتی ہے اس سے کیا فائدہ ہونے والا ہے؟

ذہن و فکر میں پیدا ہو کر دل کو الجھنوں کا مرکز بنانے والے ان جیسے وساوس کا حضرت سیدی محدث دکن قدس سرہ نے نہایت ہی آسان اسلوب میں ازالہ فرمایا ہے چنانچہ تفسیر سورۂ یوسف میں آیت کریمہ " **فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجھه فارتد بصیرا** "(سورۃ یوسف،آیت: 96) کے تحت بزرگان دین کے لباس اور دیگر آثار سے برکت حاصل کرنے پر استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

صاحبو! لباس کی صحبت کا یہ اثر ہے تو لباس والے کی صحبت کا کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیجئے، اس آیت کریمہ سے اولیاء اللہ کی اور نیکوں کی صحبت کا مفید ہونا معلوم ہوا، نئی تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے اور پرانے لوگوں میں وہابی لوگ اولیا اللہ کے لباس کی برکت کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان کا خیال غلط ہے، اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار نہیں ہوسکتا مشاہدہ سے بھی برکت ثابت ہے۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا، انہوں نے اس کو اپنے کفن کے واسطے رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں شریک کرنا۔

عن سهل رضی الله عنه أن امرأة جاء ت النبی صلی الله علیه

وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها .... فأخذها النبى صلى الله عليه وسلم محتاجا إليها ، فخرج إلينا وإنها إزاره ، فحسنها فلان فقال اكسنيها ، ما أحسنها ..... قال إنى والله ما سألته لألبسها إنما سألته لتكون كفنى. قال سهل فكانت كفنه.

(صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليه،حديث نمبر:1277)

حدیث:۔ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال تقسیم فرمائے تھے۔

عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى منى فأتى الجمرة فرماها ثم أتى منزله بمنى ونحر ثم قال :للحلاق خذ .وأشار إلى جانبه الأيمن ثم الأيسر ثم جعل يعطيه الناس .(صحيح مسلم،كتاب الحج،باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم ينحر ثم يحلق،حديث نمبر:3212) جس کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑے ادب اور اہتمام سے محفوظ رکھا تھا۔

ایک صاحب کا تجربہ ہے ان کو ایک بزرگ نے چھینٹ کا جبہ دیا تھا' فرماتے ہیں: میں اس کو پہنتا تو جب تک بدن پر رہتا کسی گناہ صغیرہ وکبیرہ کا وسوسہ تک نہ آتا تھا پہلے تو میں اس کو اتفاقی امر سمجھا لیکن جب بار بار پہننے کے بعد یقین ہوگیا کہ یہ اس لباس کی برکت ہے۔(تفسیر سورۂ یوسف،ص:285)

عقیدۂ اہلسنت پر قائم رہنے کی نصیحت

حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ عقیدۂ اہل سنت پر استقامت اختیار کرنے کے فوائد وبرکات بتاتے ہوئے اور بدعقیدگی کے برے انجام سے باخبر کرتے ہوئے رقم

طراز ہیں: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے موافق درست رکھے تاکہ آخرت کی سعادت نصیب ہو، بداعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے زہرِ قاتل ہے جو دائمی موت وعتاب الٰہی تک پہونچا دیتی ہے۔ عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی میں مغفرت کی گنجائش ہی نہیں۔ (مواعظ حسنہ، ج 2 ص306)

حدیث شریف میں آیا ہے بعض لوگ قیامت کے دن پہاڑ کے برابر نیک عمل رکھتے ہوں گے مگر فساد عقیدہ کی وجہ سے ان کے سب اعمال ایسے اکارت ہو جائیں گے جیسے ہوا میں ریت اڑ جاتی ہے۔ (سلوك مجددیه ،ص:107)

بدعقیدہ لوگوں کی صحبت اوران کی کتابوں کے مطالعہ سے بچنے کی تلقین

حضرات! سیدی محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ مبارک میں برے خاتمہ کے اسباب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ کہہ رہا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائے اور صحابہ کیا فرمائے تھے، اس کی کچھ فکر نہیں اپنے جو جی میں آیا کہنا شروع کردیا ہے میرے دوستو! کہیں برے اعتقادات میں نہ پھنسو ایسی کتابیں مت دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو یہی اعتقادات اگر کل مرتے وقت آ گئے تو پچھتاوگے، غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئینگے تو اس وقت پچھتاوگے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا، ویسے وقت موت آئیگی تو خاتمہ خراب ہوجائیگا۔

(فضائل رمضان،ص186)

اولیاءاللہ کی دشمنی پر اللہ تعالی کا اعلان جنگ

اولیاء کرام اللہ تعالی کے محبوب بندے ومقربان بارگاہ ہوتے ہیں اللہ تعالی یہ گوارانہیں کرتا کہ کوئی شخص انہیں کسی قسم کی اذیت پہنچائے یا ان کی شان میں نامناسب الفاظ کہے، اللہ تعالی اولیاء کرام کو تکلیف دینے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے، جیسا کہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ولایت کے درجات اور اولیاء اللہ کی اقسام بیان کرنے کے بعد حدیث قدسی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

میں میرے دوست کو اذیت پہونچانے والے کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ **إن الله قال: من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب.**

(صحیح البخاری، باب التواضع، حدیث نمبر: 6502)

بعض دفعہ اللہ تعالی اپنے دوستوں کا امتحان ان کے مخالفین اور دشمنوں کے ذریعہ فرماتا ہے، مگر پھر بہت جلد مخالفین پر غضب نازل ہونے لگتا ہے، یہ نہ سمجھو کہ ہم نے بزرگوں کی مخالفت کی لیکن ہمارا کچھ نہ بگڑا، اولیاء اللہ کو ستانا کبھی خالی نہیں جاتا۔ شعر:

حلم حق با تو مواساہ کند — چوں تو از حدٗ بگزری رسوا کند

(اللہ تعالی کا حلم تیرے ساتھ لطف ونرمی کا معاملہ کرتا ہے لیکن جب تو حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر تجھے وہ رسوا کر دیتا ہے)۔ (مواعظ حسنہ، ج 1 ص 54/55)

اولیاءاللہ کی بےادبی سے خاتمہ خراب ہوتا ہے!

برادران اسلام! حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے اولیاء اللہ کی بارگاہوں میں جانے والے راستے کی بھی بے ادبی کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی اور برے خاتمہ سے ڈرایا چنانچہ فرماتے ہیں: میرے دوستو! ایک اور وجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

سنو! اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو! آج کل یہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بڑی بے ادبی ہو رہی ہے معلوم نہیں ان کا خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ایک صاحب نے مجھ سے کہا حضرت یوسف صاحب اور شریف صاحب کی درگاہ کے سامنے جو سڑک ہے اس پر سے بھی گزرنا نہیں چاہیئے اندر درگاہ میں جانا تو برا ہے ہی اس سڑک پر چلنا بھی برا ہے۔افسوس افسوس اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپ کے پاس؟ خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، یہ حال ہے تو تب کیا حال ہوگا آپ کا، خیال کرلو؟ اس کو یاد رکھو ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا۔(فضائل رمضان، ص189)

اولیاء اللہ کا وسیلہ لینا اور ان سے مدد مانگنا

کم علمی کی وجہ سے بعض لوگ اولیاء اللہ کا وسیلہ لینے اور ان سے مدد مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں، سیدی محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اس پر دلنشین پیرائے میں ایمان افروز روح پرور بحث فرمائی ہے، چنانچہ حضرت قبلہ رقمطراز ہیں:

دنیا عالم اسباب ہے، ہر بات سبب سے معلوم اور حاصل ہوتی ہے، اگر سبب کو شرک قرار دیں تو زندگی مشکل ہو جائے گی، مثال کے طور پر ابتداء حصول ملازمت کے لئے آپ کو کہاں کہاں بھٹکنا پڑتا ہے اور مختلف قسم کی کوششیں ضروری ہوتی ہیں، اگر آپ ان اسباب کو شرک سمجھ کر جدوجہد نہ کریں تو عمر بھر ملازمت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی کام پورا ہوسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ کسی شخص سے آپ کی کوئی ضرورت پوری ہوسکتی ہے اور آپ اجنبی طور پر اس شخص کے پاس جائیں، تو وہ آپ سے سیدھے منہ بات کریگا نہ آپ کا کام کرے گا، اگر اس شخص کے دوست اور شناسائی کو آپ ساتھ لے جائیں اور اس

سے سفارش کروائیں تو آپ کا کام آسانی سے ہوسکتا ہے اور وہ شخص اپنے دوست کی سفارش کی وجہ آپ سے ایسی ہی ہمدردی اور آپ کی مدد کرے گا جیسے کسی قدیمی دوست سے کرتے ہیں، یہ ایک دنیوی مثال تھی مگر بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ بغیر ذریعہ ووسیلہ اپنا کام بآسانی نکلنا مشکل ہے، اسی طرح ہر امور پر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ذریعہ سے تکمیل پاتا ہے پھر واسطہ یا وسیلہ کو ناجائز یا شرک کہنا کتنی نادانی ہے، یہی حال اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا بھی ہے کہ وہ اپنی زندگی، احکامُ اللہ تعالی اور سنتِ حضرت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور یادالٰہی میں گذارنے سے اللہ تعالی کی محبوبیت ومقبولیت کے درجہ پر فائز ہوچکے ہیں، پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آتا جس طرح حالت حیات میں بندگان خدا کیلئے دعاء کیا کرتے تھے، پردہ فرمانے کے بعد بھی حیات برزخیہ میں کرتے ہیں اور اللہ تعالی ہمارے لئے ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے،اس میں کیا برائی ہے معلوم نہیں!

یہ سب اعتراضات ایمان کی کمزوری اور اللہ تعالی کو خیالی تصور کرنے سے ہیں، ہاں اگر اس کو موجود سمجھتے اور اس کو پانے کے لئے اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر رہتے تو ان مسائل کی الجھن میں نہ پڑتے ،سب سے بڑی غلطی تو یہ ہے کہ ہم نے اس کے ذکر واذکار کو بھلادیا ہے، ذکر واذکار وہ ہیں جن کی بدولت اللہ تعالی کو موجود پانا او راپنے معاملات کا کارساز سمجھنا دشوار نہ ہوتا ،ان ہی ریاضتوں کی وجہ سے مشاہدہ کرنا نصیب ہوتا تو ایسے اعتراضات کے لئے زبان نہ کھلتی، یہ سب عدم صحبتِ اہل اللہ کی وجہ سے ہے،اگر ان کی صحبت بابرکت میسر آتی اور ان کے ساتھ کچھ عرصہ زندگی گزرتی تو خود بخود معلوم ہوجاتا کہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے کیسے کیسے کام بن رہے ہیں، اوراس

قدرت کاملہ کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے؟ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے: شعر:

خاصان خدا' خدانہ باشند لیکن زخدا جدانہ باشند

ترجمہ: اللہ تعالی کے خاص بندے اللہ تعالی نہیں، لیکن اللہ تعالی سے جدا بھی نہیں ہیں۔ (مواعظ حسنہ ج2 ص، 65/66)

امت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بے شمار احسانات ہیں اسی طرح امت پر آپ کے بہت سے حقوق ہیں، حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہوئے تین بڑے اور اہم حقوق ذکر فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات اور عنایات امت کے حال پر ہیں اس کے لحاظ سے حضرت کے اس قدر حقوق امت کی گردن پر ہیں کہ قیامت تک امت حضرت کے حقوق کو ادا کر کے سبکدوش نہیں ہوسکتی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر ہزار ہا حق ہیں، ان میں تین بڑے حق ہیں، اور حق کو تو امت کیا ادا کرتی اگر ان تین حق کو بھی ادا کرے تو غنیمت ہے۔ صاحبو! آپ سونچو کہ آپ ان تینوں میں کون سے حق کو ادا کر رہے ہیں۔ (1) پہلا حق آپ کی محبت رکھنا ہے (2) دوسرا حق آپ کی تعظیم کرنا اور عظمت کرنا ہے، (3) تیسرا حق تابعداری کرنا۔ (قیامت نامہ، ص139)

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ، ج:2، ص:35/18/6)

توہین سے گریز کرنے کی نصیحت

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے قلب ونگاہ' ظاہر وباطن کی اصلاح فرمائی، سلوک طئے کرنے والوں کے لئے راہ سلوک میں جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں، اس سے

پرہیز کرنے کی ہدایت دی کہ صفات رذیلہ واخلاق سیۂ سے پرہیز کرواور اعمال صالحہ واخلاق عالیہ کواختیار کرو چنانچہ ارشادفرماتے ہیں: بابا! کسی کی توہین کرنا کسی کوذلیل کرنا، یہ سالکوں کے کام نہیں ہیں، سالکوں کوتوان چیزوں سے جو دل کوخراب کرنے والی ہیں سخت پرہیز کرنا چاہئیے ،توہین دل دکھانے والی چیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بڑے کرّ و فر سے کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک غریب سیدزادہ نے آپ سے مل کر کہامیں سید ہوں لیکن دیکھتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ مجھ سے بلند ہےاس کی کیاوجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آپ کے جد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں نے حاصل کی ہےاس لئے مجھے یہ رتبہ ملا،اورآپ نے میرے گمراہ والدکی میراث حاصل کی ہےاس وجہ سے ذلیل ہیں۔ اسی رات آپ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کودیکھا کہ ناراض ہیں، عرض کیا: حضور! اس ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ ارشاد ہواتو نے میرے فرزندکی توہین کی ہے جس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالی علیہ بیدار ہوئے اورسخت پریشانی کی حالت میں ان سیدزادہ کی تلاش میں نکلے، ادھران سیدزادہ نے بھی خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے فرزند! اگر تیرے افعال اچھے ہوتے تو عبداللہ تیری توہین نہ کرتے۔ سیدزادہ بھی بیدار ہوکر حضرت عبداللہ کی تلاش میں نکلے۔ راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی، ہردونے اپنے اپنے خواب کے واقعات بیان کرکے توبہ کرلی۔

دیکھو! توہین ایسی بری چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کو بھی تکلیف پہونچائی ہے۔ (مواعظ حسنہ، ج1: ص109/110)

محدث دکن کا شرح حدیث میں محدثانہ رنگ!

حضرت زجاجۃ المصابیح شریف کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں احادیث

شریفہ کثرت سے مذکور ہیں۔حدیث شریف ذکر فرما کر آپ نے اس کی حسب موقع اور ضرورت مختصر و تفصیلی شرح فرمائی ہے؛ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا جاتا ہے،حدیث پاک ہے:''**الدنیا جیفة وطلابها کلاب**'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں کہ دنیا مردار ہے اوراس کہ طالب کتّے ہیں۔

اس حدیث شریف کی تشریح میں محدث دکن فرماتے ہیں:

مردارخوارتو کوّا بھی ہے اور کتّا بھی، پھر دنیا کے طالب کی مثال کتّے سے کیوں دی گئی ہے؟ حضرت(**افصح العرب والعجم صلی الله علیه وسلم**) نے نہایت بلیغ مثال ارشادفرمائی ہے:

پہلا عیب اس لئے کہ کتّا جب کسی مردارکودیکھتا ہے؛ خواہ وہ مردار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو،تنہاخوری کا ارادہ کرتا ہے،کسی دوسرے کتّے کوقریب تک آنے نہیں دیتا،اتفاقا دوسرا کتّا ادھرآ بھی جائے تووہ بھونک بھونک کراس کوا پنے پاس سے بھگادیتا ہے،دنیادارمیں بھی یہی وصف ہے کہ کسی دوسرے کواپنی دنیامیں شریک ہونے نہیں دیتا۔برخلاف اس کے کوّا جب مردار پائے گا؛غل مچاکر دوسرے کووں کوبھی بلائے گا،اس لئے کوّا دنیادار کی پوری مثال نہیں ہے۔

دوسرا عیب کتّے میں یہ ہے کہ ظالم اپنے مردہ بھائی کا گوشت بھی کھاجاتا ہے، کوّا ہرگز دوسرے کوے کا گوشت نہیں کھاتا۔دنیادار بھی مثل کتّے کے ہے کہ ایک کودوسرا کھاجاتا ہے۔

تیسرا عیب کتّے میں یہ ہے کہ ایک کتّا دوسرے کتّے کے مرنے سے عبرت نہیں لیتا۔برخلاف اس کے ایک کوّا دوسرے کومردہ دیکھ کربے حدرنج کرتا ہے،غل مچاتا ہے،جہاں مردہ کوّا لٹکادیاجائے وہاں اس نواح کے سارے کوے جمع ہوجاتے

ہیں،ایک کوے کی موت سے اس کی ساری قوم کوعبرت ہوتی ہے، کتا اس کے برخلاف ہے،اس کوذ راسی بھی عبرت نہیں ہوتی، کتے کی طرح دنیاداروں کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ کسی کی موت سے عبرت نہیں لیتے، ایک دنیادار مرتا ہے' دوسرااس کا مال لینے کی خوشی میں پھولانہیں سماتا۔

چوتھاعیب کتے میں یہ ہے کہ رات کوبھی مردار کے پاس سے نہیں ہٹتا،رات دن مردار ہی کے پاس پڑار ہتاہے،بخلاف اس کے کوّا رات کومردار کے پاس سے ہٹ جاتا ہے، دنیادار بھی مردار کے پاس پڑار ہتاہے ہروقت اسی کاذکراسی کی فکراسی کاحساب وکتاب سامنے رہتاہے۔

پانچواں عیب کتے میں یہ ہے کہ مردارجانورکا گوشت کھا کرہڈیاں تک چباجاتاہے، کوّاصرف ملائم گوشت پرہی اکتفا کرتا ہے،ہڈیاں نہیں کھاتا، دنیادار بھی کتے کی طرح گوشت بھی کھاجاتاہے پھرہڈیاں بھی چباجاتاہے،مثلاسودخوار، دنیادارساری جائداد لے کربھی کھانے پکانے کے برتن کپڑے وغیرہ تک قرق کروالیتاہے،سب کچھ کھاجاتاہے۔بے چارے مقروض کی ہڈی تک باقی نہیں رکھتا۔گوکوّا اورکتا دونوں مردارخوار ہیں،مگردنیادار کی مثال کتے پرصادق آتی ہے۔

(مواعظ حسنہ ،ج:1،ص:151/152)

برادران اسلام!اختتامیہ کےطور پرحضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مقدس سے متعلق سماعت فرمائیں!

حضرت قبلہ (محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی باتباع حضورصلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی اقامت ہوئی تو (اپنے جانشین،شہزادہ اکبرسیدی ومرشدی حضرت) مولانا سیدخلیل اللہ شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)،کوآگے بڑھادیا۔اورخوداپنی آخری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں اپنے خلیفہ کےساتھ بیٹھ کرادافرمائی۔پھرحضرت قبلہ

مسجد تشریف نہ لا سکے یہاں تک کہ آپ دنیا سے پردہ پوش ہوگئے۔ حضرت قبلہ نے بھی اپنی مبارک زندگی کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی طرح جمعہ ہی سے شروع کیا اور جمعہ ہی کو ختم فرمایا اس طرح کہ آپ کا یوم ولادت جمعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ ''لحد مؤمن کے لئے جنت کی کیاری ہے'' آپ کو جمعہ ہی کے دن سپرد لحد کیا گیا۔ حضرت قبلہ نے اپنی مبارک زندگی میں جمعہ کو جو اہمیت دی تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی اتباع میں آپ بھی جمعہ کی تیاری جمعرات ہی سے شروع فرمادیتے تھے۔ اس کی برکت کہ دنیاوی معمول، آخرت کے سفر میں بھی کام آ گیا چنانچہ آپ نے اپنا سفر آخرت جمعرات ہی سے شروع فرمایا۔ بہ اطمنان تمام لاکھوں پروانوں کو دیدار سے مشرف فرما کر غسل وتبدیل لباس آخری کے بعد معطر ہوکر جب آپ کی سواری خلقت کے دوش پر چلی ہے تو کتنا عجیب حسن اتفاق ہے کہ آپ کو اپنی لحد (جنت کی کیاری) میں عین اس وقت داخل کیا جارہا تھا جس وقت کہ آپ معمولاً مکہ مسجد میں نماز جمعہ کے لئے داخل ہوا کرتے تھے ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ . (مرقع حسنات، ص:62)۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عقائد حقہ پر قائم رکھے اور حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے کتاب وسنت میں دی گئی تعلیمات وہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

منقبت بحضور حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع تکمیل ترجمۂ زجاجۃ المصابیح

مشعلِ راہِ ہدی سنت ابوالحسنات کی	کہکشاں سے ہے بلند عظمت ابوالحسنات کی
ہے زمیں سے آسماں تک نور کا اک سلسلہ	رشکِ مہر وماہ ہے جلوت ابوالحسنات کی
اک توجہ قلب کی دنیا بدلتی ہے یہاں	کیمیاء سے ہے وراء صحبت ابوالحسنات کی
چہرۂ انور ہے روشن ماہِ تاباں کی طرح	پُرضیاء پُرنور ہے صورت ابوالحسنات کی
یادِ حق اور ذکرِ آقا میں رہے صبح و مساء	سنتوں میں ہے ڈھلی سیرت ابوالحسنات کی
علم و عرفاں سے ملا وہ فیض بوالبرکات کو	جسم و جاں میں تھی بسی نکہت ابوالحسنات کی
یادِ حق میں مست و بیخود بس ابوالبرکات تھے	یوں کرشمہ ساز تھی نسبت ابوالحسنات کی
حضرتِ بوالخیر میں دیکھا ابوالخیرات میں	روشنی تھی اور تھی طلعت ابوالحسنات کی
پانچ جلدوں میں زجاجۃ پنجتن کا فیض ہے	ہے حدیث وفقہ میں خدمت ابوالحسنات کی
پیارے آقا کی حدیثوں کا چمکتا یہ چراغ	تھا یہی سرمایہ اور ثروت ابوالحسنات کی
قرض جو احناف پر تھا وہ ہوا ہے اب ادا	فضلِ حق کی بات ہے ہمت ابوالحسنات کی
ترجمہ کی، کی ہے تکمیل آپ نے شیخ الحدیث	آپ کے حق میں تھی یہ دولت ابوالحسنات کی
ترجمہ کے حسن سے شانِ رسالت ہے عیاں	فیض ہے انوار کا برکت ابوالحسنات کی
سلسلہ نور المصابیح کا مکمل ہوگیا	آرزو پوری ہوئی حضرت ابوالحسنات کی
آپ کی چشمِ کرم میں رہتے ہیں ہم سب غلام	ہے ضیاءؔ رب کی عطاء نسبت ابوالحسنات کی

(از: مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......کرامت کی حقانیت آیات وآثار کی روشنی میں......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ أَنَّ الْأَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُونَ -صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ

برادران اسلام!اللہ تعالی کے وہ برگزیدہ اورمقرب بندے جواپنی زندگی کا ہرلمحہ یادخدا کے لئے وقف کردیتے ہیں،نفسانی خواہشات کو پامال کرتے ہیں،دنیوی لذتوں کوترک کرکے اپنی ساری توانائیاں دین متین کی تبلیغ واشاعت میں صرف کرتے ہیں،ایسے اولیاء وصالحین کی عظمت ورفعت کا تذکرہ قرآن کریم میں متعددمقامات پرکیا گیا،ان نفوس قدسیہ کے لئے آخرت میں بلندمقامات واعلی درجات ہیں اوروہ نعمتوں سے سرفرازکئے جائیں گے،لیکن دنیامیں بھی اللہ تعالی ان کی قدرومنزلت کےاظہارکے لئے خصائص وامتیازات عطافرماتاہے،اللہ تعالی کاارشادہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ	ترجمہ: اور بے شک ہم نے "زبور" میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا یقیناً زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔

(سورۃ الانبیاء105)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ "زمین" سے مراد جنت کی زمین ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے دنیا کی زمین مراد ہے۔
اور علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اولیاء وصالحین 'دنیا وآخرت ہر دو کی زمین کے وارث ہوتے ہیں:

يقول تعالى مخبرا عما حتمه وقضاه لعباده الصالحين، من السعادة في الدنيا والآخرة، ووراثة الأرض في الدنيا والآخرة-	ترجمہ: اللہ تعالی ان چیزوں سے متعلق بیان فرمارہا ہے جس کا اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے قطعی اور حتمی فیصلہ کردیا ہے کہ دنیا وآخرت میں ان کے لئے سعادت ہے اور دنیاوآخرت میں زمین ان کی وراثت ہے-

(تفسیرابن کثیر، ج5،ص384،سورۃ الانبیاء۔105)

جب اللہ تعالی اولیاء کرام وصالحین عظام کو زمین کا وارث بنادیتا ہے تو ان حضرات کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے بااختیار اور صاحب تصرف بنادیتا ہے، پھر ان سے خلافِ عادت کام ظاہر ہوتے ہیں، جنہیں" کرامت" کہاجاتا ہے-
برادران اسلام! آج آپ حضرات کے سامنے" کرامت کی حقانیت' آیات وآثار کی روشنی میں "بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے-

اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں" جیسا کہ فن عقائد میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" کے صفحہ 144 میں مذکور ہے: **وکرامات الاولیاء حق-**

ترجمہ: اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں-(شرح عقائد نسفی، ص144)

''معجزہ'' اور ''کرامت'' کے درمیان فرق

حضرات! "معجزہ" اور "کرامت" کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ "**معجزہ**" سے مراد وہ خلاف عادت عمل ہے جو کسی نبی سے ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر صادر ہوا ہو-اور ''**کرامت**'' اس خلاف عادت عمل کو کہا جاتا ہے جو نبوت کے دعوے کے بغیر کسی مومن صالح سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور اگر کسی غیر مسلم اور بدعمل سے کوئی خلاف عادت' واقعہ رونما ہو جائے تو اسے "استدراج" کہا جاتا ہے، جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

وکرامته :ظهور امر خارق للعادة من قبله غير مقارن لدعوى النبوة فما لا يكون مقرونا بالايمان والعمل الصالح يكون استدراجا -وما يكون مقرونا بدعوى النبوة يكون معجزة. (شرح عقائد نسفی، ص144)

ولی کی کرامت' نبی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے

عقل وعادت کے خلاف پیش آنے والے اولیاء کرام کے واقعات اور کرامتیں دراصل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و بزرگی کا تصدق ہوا کرتی ہیں چنانچہ امام نبہانی کی کتاب جامع کرامات الاولیاء کے مقدمہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

وعن الامام العارف شهاب الدین السهروردی؛انه قال:قد یکون للاولیاء انواع من الکرامات :کسماع الھواتف من الھواء ،والنداء من بواطنھم ،وتطوی لھم الارض ،ویعلمون بعض الحوادث قبل تکوینھا ببرکة متابعتھم الرسول صلی الله علیه واله وسلم - وکرامات الاولیاء من تتمة معجزات الانبیاء -	عارف باللہ امام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے،آپ نے فرمایا: بیشک اولیاء کرام سے مختلف کرامات کا ظہور ہوتا ہے،جیسے : فضا میں ہاتف غیبی کو سماعت کرتے ہیں،اور باطن سے آواز سنتے اور پہنچاتے ہیں،اور زمین ان کے لئے سمیٹ دی جاتی ہے،اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع وپیروی کی برکت سے واقعات کے رونما ہونے سے قبل ہی انہیں جان لیتے ہیں -اور اولیاء کرام کی کرامات دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ اور فیض ہوتا ہے-

(مقدمہ جامع کرامات الاولیاء ،ص36)

کثرت سے کرامتیں پیش آنے کا سبب

برادران اسلام!اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنایا،اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئیں گے،قیامت تک جتنے لوگ آئیں گے،سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایمان لانے کے محتاج ہوں گے،ظاہر ہے جو لوگ ابھی دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ان کے لئے ایسے خلاف عادت واقعات کا پیش آنا ضروری ہے جو انہیں اسلام کی طرف مائل کریں اور ایمان لانے پر آمادہ کریں،اسی وجہ سے اس امت کے اولیاء کرام

کی کرامتیں دیگر امتوں کے اولیاء کرام کی کرامتوں سے زیادہ ہیں۔

جیسا کہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

الحکمة فی کثرة کرامات اولیاء الامة المحمدیة -والله اعلم -اظهار سیادته صلی الله علیه و آله وسلم علی سائر الانبیاء بکثرة معجزاته فی حیاته وبعد مماته ولکونه صلی الله علیه واله وسلم خاتم النبیین ، وحبیب رب العالمین ، واستمرار دینه المبین الی قیام الساعة فالحاجة الی اسباب التصدیق به مستمرة، ومن اقوی هذه الاسباب کرامات امته التی هی فی الحقیقة من جملة معجزاته صلی الله علیه واله وسلم	امت محمدیہ (علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام) کے اولیاء کرام کی کرامتیں زیادہ ہونے کی حکمت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے -یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور آپ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے معجزات کی کثرت کے ذریعہ تمام انبیاء کرام پر آپ کی سیادت وسرداری کا اظہار ہے، کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں، اور قیامت تک آپ کا دین مبین چلتا رہے گا، اسی وجہ سے ضروری ہے کہ دین کی حقانیت وصداقت کے دلائل بھی ہر زمانہ میں ظاہر ہوتے رہیں، اوران مضبوط ترین دلائل میں آپ کی امت کے اولیاء کی کرامات ہیں، جو درحقیقت آپ ہی کے معجزات کا فیضان ہے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(مقدمہ جامع کرامت الاولیاء ،ص36)

کرامت کا ثبوت، قرآن کریم سے

پہلی دلیل:

اولیاء کرام وصالحین عظام کی کرامتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، (سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 37) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ .	ترجمہ: جب بھی سیدنا زکریا علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں موجود پاتے۔ آپ نے فرمایا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہا ں سے آتی ہیں؟ انہوں نے کہا: (یہ رزق) اللہ تعالی کے پاس سے آتا ہے۔ بیشک اللہ تعالی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

(سورۃ آل عمران 37)

اس آیت کریمہ میں کرامت کی حقانیت کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نبی نہیں تھیں بلکہ ایک ولیہ تھیں، اور جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لے جاتے تو ملاحظہ فرماتے کہ وہاں مختلف قسم کے پھل موجود ہیں، گرما کے موسم میں سرما کا پھل میسر ہوتا اور سرما کے موسم میں گرما کا پھل موجود ہوتا۔

اسی طرح بغیر موسم کے پھل کا ہونا اور غیب سے رزق کا آنا یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔

دوسری دلیل:

سورۂ کہف کی آیت نمبر 25 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا

ترجمہ: اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کئے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے رہے۔

(سورة الکھف25،26)

حضرات! یہاں اصحاب کہف کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے وہ نیک بندے تین سو نو (309) سال تک غار میں رہے، ان کے جسموں پر تغیر و تبدیلی نہ آئی، اس عرصۂ دراز تک نہ انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا، انسانی جسم کا تقاضہ کھانا پینا ہے، کوئی شخص بغیر کھائے پیئے سالوں سال بسر کرنا تو درکنار کچھ ہفتے یا مہینے نہیں گزار سکتا، لیکن اصحاب کہف نے تین سو نو سال کی طویل مدت گزاری،

یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت سے اصحاب کیف کی کرامت ہے کہ انہوں نے تین سو نو (309) سال کا طویل عرصہ غار میں بغیر کچھ کھائے پیئے گزارا، ان کے جسم سلامت رہے، اور ان کے در پر رہنے والا کتا بھی محفوظ رہا۔

تیسری دلیل:

سورۂ کہف کی آیت نمبر (17) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ	اورآپ سورج کودیکھیں گے کہ جب وہ نکلتا ہے
تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ	توان کے غار سے دائیں جانب ہٹ کر گزرتا
الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ	ہےاور جب وہ ڈوبتا ہےتو بائیں طرف کتراتا
تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ	ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (اصحاب کہف) غار کے
وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذٰلِكَ	کشادہ حصہ میں ہیں۔ یہ اللہ تعالی کی نشانیوں
مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ	میں سے ہے۔

(سورۃ الکھف 17)

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ سورج اپنے ایک مقررہ نظام کے تحت گردش کرتا ہے، نکلنے اور ڈوبنے کے نظام میں نہ ایک سکنڈ کے لئے دیر کرتا ہے اور نہ ایک سینٹی میٹر یا ایک ملی میٹر ہٹ کر طلوع ہوتا ہے، یہ قدرتی نظام ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یہ کرامت وبزرگی عطا فرمائی۔

اس آیت کریمہ میں اصحاب کہف کی ایک اور کرامت کا ذکر ہے کہ جتنا عرصہ انہوں نے غار میں گزارا اتنے عرصہ تک سورج نے اپنی روش کو تبدیل کردیا، جب وہ طلوع ہوتا تو دائیں جانب ہوجاتا اور جب غروب ہوتا تو بائیں جانب ہوکر غروب ہوتا، اسی طرح سورج کی شعاعیں ان پر نہ پڑتیں۔

سورج کا اپنے مقررہ نظام سے ہٹ کر اس طرح طلوع وغروب ہونا قدرت خداوندی کی دلیل اور اصحاب کہف کی کرامت ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

و کان ذلک فعلاً خارقاً	سورج کا اس طرح طلوع اور غروب ہونا

للعادة وكرامة عظيمة خص الله بها أصحاب الكهف.	ایک خلاف عادت واقعہ ہے اور وہ عظیم کرامت ہے جو اللہ تعالی نے اصحاب کہف کو عطا فرمائی-

(تفسیر کبیر،سورۃ الکھف،17)

چوتھی دلیل:

سورۃ النمل کی آیت نمبر(40) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قَالَ الَّذِی عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي	ترجمہ :(حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں)ایک شخص نے عرض کیا،جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اس (تختِ بلقیس) کو آپ کے پاس لاسکتا ہوں ،اس سے قبل کہ آپ کی آنکھ جھپکے-پھر جب (سلیمان علیہ السلام) نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا پایا تو فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے-

(سورۃ النمل40)

حضرات! اس آیت کریمہ میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی ''حضرت آصف بن برخیا'' کی کرامت کا ذکر کیا گیا ہے-

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا شخص ہے جو بلقیس کے آنے سے پہلے ان کے تخت کو میرے پاس لے آئے؟ تو جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ آپ اپنے مقام سے اٹھنے سے قبل میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں- آپ نے فرمایا: مجھے وہ تخت اور جلد چاہیئے ! تب حضرت آصف

بن برخیانے اجازت چاہی اور پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں وہ تخت لے کر حاضر ہو گئے۔

وہ تخت سونے کا بنا ہوا تھا، جس پر یاقوت، زبرجد اور موتیاں جڑی ہوئی تھیں، وہ تخت سات محلوں میں سے اندر کے محل میں محفوظ رکھا ہوا تھا، دروازوں پر قفل تھے، پہرے دار نگرانی کر رہے تھے، یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ اس قدر وزنی اور محفوظ تخت کو لمحہ بھر میں ایک ملک سے دوسرے ملک لایا جا سکے، حضرت آصف بن برخیا نے لمحہ بھر میں اس بھاری اور وزنی تخت کو ملک یمن سے ملک شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت پیش کر دیا۔

جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بہ تفصیل بیان فرمایا ہے۔

وکان من ذهب مُفصَّص بالياقوت والزبرجد واللؤلؤ -فجعل في سبعة أبيات، بعضها في بعض، ثم أقفلت عليه الأبواب ...حتى إذا دنت جمع من عنده من الجن والإنس، ممن تحت يديه، فقال :(يا أيها الملأ أيكم يأتيني بعرشها قبل أن يأتوني مسلمين).قال عفريت من الجن أنا آتيک به قبل أن تقوم من مقامک وإني عليه لقوي أمين ...فلما قال سليمان :أريد أعجل من ذلک، (قال الذي عنده علم من الكتاب) قال ابن عباس :وهو آصف كاتب سليمان .وكذا روى محمد بن إسحاق، عن يزيد بن رومان :أنه آصف بن برخياء ...وسأله أن يأتيه بعرش بلقيس -وكان في اليمن، وسليمان عليه السلام ببيت المقدس - (تفسیر ابن کثیر، ج 6،ص 193-191،سورۃ النمل:40)

برادران اسلام ! کرامت کی حقانیت اور اس کا ثبوت قرآن کریم کی آیات سے پیش کیا گیا، اب احادیث وآثار کی روشنی میں چند کرامتیں ذکر کرنے کی سعادت

حاصل کی جارہی ہے۔صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ ، وَمَا تَرَدَّدْتُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالی نے ارشادفرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں،اور میرا بندہ میری بارگاہ میں کسی چیز کے ذریعہ تقرب حاصل نہیں کیا جواس فرض سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس کے ذمہ کیا ہے،اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے ،یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،میں اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،میں اس کے پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور بضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو ضرور بضرور میں اسے پناہ دیتا

عَنْ شَیْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِی عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ ، یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَکْرَهُ مَسَاءَتَهُ .

ہوں-اور میں کسی چیز کو کرنا چاہوں تو اس سے توقف نہیں کرتا ،جس طرح مومن کی جان لینے سے توقف کرتا ہوں جبکہ وہ موت کو ناپسند کرے،اور میں اس کو تکلیف دینا گوارانہیں کرتا۔

(صحیح البخاری ،کتاب الرقاق، باب التواضع .حدیث نمبر6502)

حضرات !اس حدیث قدسی سے اولیاءکرام وصالحین امت کی عظمت وجلالت کا اظہار اوران کی کرامت کا بیان ہورہا ہے کہ جب ان کی سماعت وبصارت،کلام وحرکت کے پیچھے قدرت الٰہی کارفرما ہےتو وہ اپنے کان سے قریب کی بھی سنتے ہیں اور دور کی بھی،اپنی آنکھ سے قریب کوبھی دیکھ لیتے ہیں اوردور کوبھی،اپنے ہاتھ میں غیرمعمولی قوت رکھتے ہیں،اپنے پیر میں زبردست طاقت رکھتے ہیں،اسی وجہ سے اولیاءکرام اپنی قوت سماعت سے وہ آواز سنتے ہیں جو دوسرے نہیں سن سکتے ،اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھتے ہیں جسے عام نگاہ نہیں دیکھ سکتی،اپنے ہاتھوں میں گرفت ودستگیری کی وہ قوت رکھتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتی،وہ اپنا زورقدم اس طور پر رکھتے ہیں تو آن واحد میں کئی منازل طے کرلیتے ہیں۔

یہ حدیث شریف بھی کرامت کی حقانیت پردلالت کررہی ہے-

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ وصال کے بعدمیرے جنازہ کو دربارنبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حجرۂ مبارک کے سامنے رکھ کرسلام عرض کرنا اورمعروضہ کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !ابوبکر حاضری کی اجازت چاہتا ہے!اگرخود بخود مبارک دروازہ کھل جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پہلوئے مبارک میں دفن کرنا ورنہ بقیع شریف میں لے جانا، چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ کے جنازہ مبارک کو حجرۂ مبارک کے سامنے رکھا گیا، جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نقل فرمایا ہے:

أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبى صلى الله عليه وسلم ونودى السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد انفتح وإذا بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب ،فان الحبيب الى الحبيب مشتاق.	جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے پاس رکھ کر عرض کیا گیا: السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابوبکر دراقدس پر حاضر ہیں، تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بخود دروازہ کھل گیا اور روضہ اطہر سے یہ آواز سنائی دی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ! بے شک حبیب اپنے حبیب سے ملنے کا مشتاق ہے۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الکھف 9)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ، مشکوۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں روایت ہے:

عن ابن عمر ، أن عمر بعث جيشا وأمر عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر رضى الله عنه يخطب فجعل يصيح :	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک لشکر کو روانہ فرمایا اور اس لشکر پر ایک صاحب کو امیر مقرر کیا جنہیں "ساریہ" کہا جاتا ہے۔اس دوران کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے

یـا ساری ، الجبل ، فقدم	تھے کہ آپ نے فرمایا: ساریہ! پہاڑ کے دامن میں
رسول من الجیش فقال :	آجاؤ!اس کے بعد لشکر کے ایک قاصد آئے اور
یـا أمیـر الـمؤمنین ، لقینا	انہوں نے کہا:اے امیر المؤمنین! ہم نے اپنے
عـدونـا فهزمونـا ، فإذا	دشمن سے مقابلہ کیا، وہ ہمیں شکست ہی دے چکے
صائح یصیح :یا ساری ،	تھے کہ ہم نے کسی آواز دینے والے کی آواز
الـجبل ، فأسندنا ظهورنا	سنی":اے ساریہ! پہاڑ کے دامن میں آجاؤ"!تو
إلى الجبل فهزمهم الله-	ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی جانب کردیا اور اللہ تعالی نے انہیں شکست دے دی۔

(دلائـل الـنبـوـة لـلبيهـقـی ، جماع أبواب إخبار النبی صلى الله علیه وسلم بالكوائن بعده ،حدیث نمبر -2655 :مشکوة المصابیح، باب الكرامات، الفصل الثالث- زجاجة المصابیح، باب الكرامات)

برادران اسلام! یہ روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کئی ایک کرامتوں پر دلالت کرتی ہے، آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں رہ کر دوردراز کے مقام "نہاوند" میں ہونے والے معرکہ کا مشاہدہ فرمایا، دوسری کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنی آواز وہاں تک پہنچائی، جہاں کسی آلہ سے مدد لئے بغیر محض انسانی طاقت کی بنیاد پرآواز پہنچانا ممکن نہیں، تیسری کرامت یہ ہے کہ معرکہ میں موجود تمام افراد نے آپ کی آواز سنی، اور چوتھی کرامت یہ ہے کہ آپ کی برکت سے فتح ونصرت ان کے شامل حال رہی، اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے، جیسا کہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

فیـه أنـواع مـن الـكـرامة لـعمر	اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

كشف المعركة وإيصال صوته	کی مختلف کرامتیں ہیں: معرکہ کو دیکھنا، اپنی
وسماع كل منهم لصيحته	آواز پہنچانا، لشکر کا آپ کی آواز سننا اور آپ
وفتحهم ونصرهم ببركته	کی برکت سے ان کا فتحیاب ومنصور ہونا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات)

حضرات! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی صرف یہی کرامت نہیں کہ آپ میلوں دور رہنے والی قوم کو آواز دیتے ہیں تو وہ آپ کی مبارک آواز سنتے ہیں بلکہ آپ نے مدینۂ طیبہ میں رہ کر مصر میں بہنے والے دریائے "نیل" کو بذریعہ خط خطاب فرمایا تو اس دریا نے بھی آپ کا حکم مان لیا ہے۔

جیسا کہ امام طبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الریاض النضرۃ میں روایت نقل کی ہے:

ويروى أن مصر لما فتحت	جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے باشندے حضرت
أتى أهلها عمرو بن العاص	عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت
وقالوا له إن هذا النيل	میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے: بیشک یہ
يحتاج في كل سنة إلى	دریائے نیل ہر سال ایک نوجوان دوشیزہ کا
جارية بكر من أسن	محتاج ہوتا ہے، اور ہم اس میں ایک لڑکی کو
الجواريفنلقيها فيه وإلا فلا	ڈالتے ہیں، اگر ہم ایسا نہ کرینگے
يجرى وتخرب البلاد	تو دریا نہیں بہے گا، جس کے نتیجہ میں شہر
وتقحط، فبعث عمرو إلى أمير	ویران ہوجائینگے اور لوگ قحط سے دوچار
المؤمنين عمر يخبره بالخبر	ہوجائینگے۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی
فبعث إلى عمر ":الإسلام يجب	اللہ تعالی عنہ نے امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم

ما قبله ثم بعث إليه بطاقة قال فيها " :بسم الله الرحمن الرحيم، إلى نيل مصر من عبد الله عمر بن الخطاب .أما بعد فإن كنت تجرى بنفسک فلا حاجة بنا إليک، وإن كنت تجرى بالله فاجر على اسم الله . "وأمره أن يلقيها فى النيل فجرى فى تلک الليلة ستة عشر ذراعاً، وزاد على كل سنة ستة أذرع.

(الرياض النضرة فى مناقب العشرة، الباب الثانى فى مناقب أمير المؤمنين أبى حفص عمر بن الخطاب،ذكر كراماته ومكاشفاته)

رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں اس کی اطلاع کروائی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے پیغام روانہ کیا کہ اسلام سابقہ برائیوں کو باطل قرار دیتا ہے-اوران کی جانب ایک پرچی روانہ فرمائی،جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا":اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-اللہ کے بندہ عمر بن خطاب کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کے نام"!امابعد!اے دریا!اگر تو اپنی مرضی سے رواں ہے تو ہمیں تیری حاجت وضرورت نہیں،اوراگرتو اللہ تعالی کے حکم سے بہتا ہے تو اللہ تعالی کے حکم سے جاری ہوجا!(خط تحریر ہونے کے بعد)آپ نے حکم فرمایا کہ اس تحریر کودریائے نیل میں ڈال دیا جائے،جب آپ کا حکم نامہ دریا میں ڈالا گیا تو وہ اسی رات سولہ(16) گز کی بلندی سے جاری ہوگیا اور ہرسال چھ(6)گز اضافہ بلندی سے بہنے لگا-

برادران اسلام!اگر دریا کے پانی کا کوئی مسئلہ ہوتو کوئی بھی شخص دریا

کوتحریر یاخط روانہ نہیں کرتا،اگرکوئی کسی دریا کے نام خط لکھ دے تواس کے بارے میں توقع بھی نہیں کی جاتی کہ دریااس خط کے مطابق بہنے لگ جائیگا،اوران کی ضرورت پورا کریگا۔

لیکن یہاں معاملہ عادت اور معمول کے خلاف ،عقل وفہم کے مغائر ہے، یہ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ دریا کے نام خط روانہ بھی فرماتے ہیں،اوروہ تحریر کردہ حکم کی تعمیل بھی کرتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

حضرات! سیدنا عثمان غنی،ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کی بے شمار کرامات ہیں' جن میں یہاں ایک کرامت ذکر کی جارہی ہے،امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی " تفسیر کبیر "میں روایت ہے:

أن جهجاها الغفاري انتزع العصا من يد عثمان وكسرها على ركبته فوقعت الأكلة في ركبته .

ترجمہ: جھجاہ غفاری نامی ایک شخص نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے دست مبارک سے عصا چھین لیا اوراسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیاتواس کے گھٹنے میں پھوڑا ہوگیا ۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الکھف-9)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کتاب "الشفا" میں اورامام نبہانی کی کتاب "جامع کرامات الاولیاء" میں مذکور ہے کہ اسی پھوڑے کی وجہ سے اس شخص کی موت واقع ہوئی۔

(الشفابتعریف حقوق المصطفی ،ج2:ص-57 جامع کرامات الاولیاء،ج1:ص151)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

تفسیر کبیر،تفسیر نیشاپوری اورتفسیر السراج المنیر میں روایت منقول ہے:

فیـروی أن واحـداً من محبیـه سـرق وکـان عبداً أسود فأتی به إلی علـی فـقـال لـه: أسـرقـت؟ قـال نعم. فقطع یده فانصرف من عند علی علیه السلام فلقیه سلمان الفارسی وابـن الکرا، فقال ابن الکرا من قطع یدک فقـال أمیـر الـمؤمنین ویعسـوب المسلمین وختـن الرسول وزوج البتول فقال قطع یدک وتـمـدحـه؟ فـقـال: ولم لا أمدحه وقد قطع یدی بـحـق وخلصنی من النار !فسمع سلمان

روایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے چاہنے والوں میں ایک شخص نے چوری کی اور وہ ایک سیاہ فام غلام تھے،انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیاتم نے چوری کی؟انہوں نے کہا: ہاں،تو آپ نے ان کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا، پھر وہ صاحب جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس سے واپس ہوئے تو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ اور ابن الکرا سے ملاقات ہوئی،ابن الکرا نے کہا : تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟انہوں نے کہا : میرا ہاتھ امیر المؤمنین ،مسلمانوں کے رئیس اعظم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد،سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے خاوند نے کاٹا۔انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے تمہارے ہاتھ کاٹے اور تم ان کی تعریف کرر ہے ہو؟انہوں نے کہا: میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں؟ آپ نے تو حق کی بنیاد پر میرا ہاتھ کاٹا ہے،اور مجھے جہنم سے آزاد کیا ہے،جب سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے

ذلک فأخبر به علیاً	یہ سنا تو آپ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی
فدعا الأسود ووضع	عنہ کو اس واقعہ کی خبر دی،تو حضرت علی رضی اللہ
یده علی ساعده	تعالی عنہ نے اس سیاہ فام شخص کو بلایا اور اپنا
وغطاه بمندیل ودعا	مبارک ہاتھ ان کے بازو پررکھا ،اور دستی
بدعوات فسمعنا	(رومال) سے اسے ڈھانک دیا،اور کچھ دعائیں
صوتاً من السماء ارفع	فرمائیں،راوی کہتے ہیں:اچانک ہم نے آسمان
الرداء عن الید فرفعناه	سے آواز سنی"ہاتھ سے کپڑا اٹھادو! تو ہم نے
فإذا الید قد برأت	اسے اٹھادیا،کیادیکھتے ہیں کہ ہاتھ اللہ تعالی کے حکم
بإذن اللـه تعالی	اوراس کی حسن عقیدت سے شفا پا گیا-
وجمیل صنعه .	

(تفسیر کبیر،سورۃ الکہف:9۔تفسیر النیسابوری،سورۃ الکہف:9 ،ج:5 ،ص:69۔تفسیر السراج المنیر ،ج:1،ص:2227)

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

شواہدالنبوۃ میں امام عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل فرمائی ہے:

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ حج کے موقعہ پر مکہ معظّمہ پیدل تشریف لے جارہے تھے تو آپ کے قدم مبارک میں ورم آ گیا،آپ کے خادم نے عرض کیا کہ آپ کسی سواری پرسوار ہوجائیں تاکہ قدموں کی سوجن کم ہوجائے ،حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی درخواست قبول نہ فرمائی اورفرمایا :جب اپنی منزل پر پہنچوتو تمہیں ایک حبشی ملیگا،اس سے تیل خرید لینا،آپ کے غلام نے کہا :ہم نے کسی بھی جگہ

کوئی دوا نہ پائی اور جب اپنی منزل پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا: یہ وہ غلام ہے جس کے بارے میں تم سے کہا گیا، جاؤ! اس سے تیل خریدو اور قیمت ادا کردو! غلام جب تیل خرید نے کے لئے حبشی کے پاس گیا اور تیل پوچھا تو حبشی نے کہا : کس کیلئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا : حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تو حبشی نے کہا : مجھے آپ کے پاس لے چلو، میں آپ کا غلام ہوں ، جب حبشی حضرت کے پاس آیا تو عرض کیا: میں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لونگا، بس میری بیوی کیلئے دعا فرمایئے، وہ دردِ زِہ میں مبتلا ہے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ صحیح الاعضاء بچہ عطا فرمائے، حضرت نے فرمایا: گھر جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا ہی بچہ عطا فرمائیگا؛ جیسا تم چاہتے ہو اور وہ ہمارا پیروکار رہے گا، حبشی گھر پہنچا تو گھر کی حالت ویسی ہی پائی جیسی سنی تھی۔(شواھد النبوۃ ،ص302)

حضرات! اس روایت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کئی کرامتیں مذکور ہیں: ایک کرامت یہ کہ ورم کم ہونے کی دوا کہاں اور کس کے پاس ملے گی؟ آپ نے پہلے ہی بتایا، دوسری یہ کہ حبشی کو صحیح وسالم لڑکا ہونے کی دعا فرمائی اور دعا کی برکت کا ویسا ہی ظہور ہوا، تیسری کرامت یہ ہے کہ وہ لڑکا کیسا ہوگا اس کی بھی خبر عطا فرمائی کہ وہ تابعدار وفرمانبردار ہوگا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے سبل الہدی والرشاد میں روایت نقل فرمائی ہے

وروی ابن ابی الدنیا عن العباس بن هشام بن محمد الکوفی عن ابیه عن جده،	حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت عباس بن ہشام بن محمد کوفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت کی ہے، وہ اپنے والد سے

قال ... یقال له زرعة ... اور وہ اپنے دادا سے روایت ... :

شهد قتل الحسين رضى الله تعالى عنه -فرمى الحسين- رضى الله تعالى عنه -بسهم فاصاب حنكه، وذلك ان الحسين -رضى الله تعالى عنه -دعا بماء ليشرب، فرماه فحال بينه وبين الماء فقال -رضى الله تعالى عنه :-اللهم ظمه، فحدثنى من شهد موته، وهو يصيح من الحر فى بطنه، ومن البرد فى ظهره وبين يديه الثلج والمراوح، وخلفه، الكانون، وهو يقول: اسقونى، اهلكنى العطش،فيؤتى بالعسل العظيم، فيه السويق والماء واللبن، لو شربه خسمة لكفاهم، فيشربه فيعود، ثم يقول :

زرعہ نامی ایک شخص میدان کربلا میں تھا، امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس وقت ایک تیر پھینکا جب آپ نے پینے کیلئے پانی طلب فرمایا او رنوش فرمانا چاہا، وہ تیر آپ کے اور پانی کے درمیان حائل ہوکر حلق میں پیوست ہوگیا، امام عالی مقام نے دعا کی مولیٰ اس کو پیاسا کردے ،راوی نے کہا:اس کی موت کے وقت وہاں موجود عینی شاہد نے کہا: اس شخص کے پیٹ میں گرمی ، پیٹھ میں سردی ہونے لگی ،جس کے سبب وہ چیخنے اور چلانے لگا،جبکہ اس کے سامنے برف اور پنکھا اور پیچھے انگیٹھی موجود تھی ، وہ کہتا رہا: مجھے پانی پلاؤ! پیاس نے مجھے ہلاک کردیا،تواسکے پاس ستو، پانی،دودھ ملا ہوا اتنا شہد لایا جاتا جو پانچ آدمی کو کافی ہوتا تو وہ سب کچھ کھالیتا، پھر یہی کہتا: مجھے سیراب کرو! پیاس نے مجھے ہلاک کردیا،

اسقونی اهلکنی العطش فانقد بطنه کانقداد البعیر .
پھراس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح چر گیا۔

(سبل الھدی والرشاد ،الباب الثانی عشرفی کرامات حصلت له ، ج 11ص79)

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

امام محمد بن علی صبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسعاف الراغبین میں روایت نقل کی ہے:

ان عبد الملک ابن مروان حمله من المدینة مقیدا مغلولا فی اثقل قیود واغلال. فدخل علیه الزھری لوداعه فبکی وقال :وددت انی فی مکانک .فقال اتظن ان ذلک یکربنی ؟لو شئت لما کان !وانه لیذکرنی عذاب الله .
جس وقت عبدالملک بن مروان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے وزنی زنجیروں اور بیڑیوں میں قید کر کے لے جارہا تھا اس وقت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو وداع کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور روتے ہوئے کہنے لگے،اے کاش! کہ میں آپ کی جگہ ہوتا،تو آپ نے ارشادفرمایا کیاتم یہ سمجھتے ہو کہ یہ مجھے تکلیف پہنچاتی ہے ،اگر میں چاہوں تو ایسا کبھی نہ ہوتا ، بات بس اتنی ہے کہ یہ مجھے اللہ کی یاد دلاتی ہے کہ اس کا مواخذہ کیسا ہوگا۔

ثم اخرج یدیه ورجلیه من القید ثم اعادھا.
پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو قید سے نکال دیا اور دوبارہ واپس ڈال دیا۔

(اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفی وفضائل اھل بیته الطاھرین ،ص239)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

حضرت شیخ مؤمن بن حسن الشبلنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" میں نقل فرمایا ہے:

قال الشيخ الدميری فی "حياة الحيوان" ايضا روينا بالسند الصحيح ان الشيخ عبد القادر الجيلی قدس الله روحه جلس يوما يعظ وكانت الريح عاصفة فمرت علی مجلسه حدأة طائرة فصاحت فشوشت علی الحاضرين ماهم فيه ،فقال الشيخ :يا ريح !اخذی رأس هذه الحدأة،فوقعت لوقتها فی ناحية ورأسها فی ناحية،فنزل الشيخ عن الكرسی واخذها بيده وامر يده الاخری عليها،وقال ":بسم الله الرحمن الرحيم "فحييت

حضرت شیخ دمیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے "حیاۃ الحیوان "میں فرمایا کہ ہم نے سند صحیح کے ساتھ روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ایک مرتبہ وعظ فرمارہے تھے کہ اس وقت ہوا تیز چل رہی تھی ،اچانک آپ کی مجلس کے اوپر سے ایک چیل گزری ،اور آوازیں کرنے لگی،حاضرین میں تشویش پیدا ہوگئی،تب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ہوا کو حکم فرمایا: اے ہوا!اس چیل کی گردن کو اڑادے!تو اسی لمحہ اس کا جسم ایک کونہ میں گرا اور سر دوسرے کونہ میں،آپ اپنی کرسی سے نیچے تشریف لائے اور اپنے ایک مبارک ہاتھ سے اسے پکڑا ،اور دوسرا دست کرم اس پر پھیرا اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "پڑھا تو اسیوقت وہ چیل زندہ ہوگئی اور ہوا میں اڑنے لگی،تمام

وطارت والناس یشاھدون ذلک - حاضرین نے اس کا مشاہدہ کیا-

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار،ص260)

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کرامت

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں ایک شخص ارادت مند بن کر حاضر ہوا لیکن وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا، آپ نے اس کا ارادہ جان لیا اور مسکرا کر فرمایا: درویش، درویشوں کے پاس دل کی صفائی کے لئے حاضر ہوتے ہیں، نہ کہ ظلم کرنے کے لئے، تم جس نیت سے آئے ہو وہ کام کرلو! یہ سن کر وہ شخص فوراً اپنی آستین سے ہتھیار نکال کر پھینک دیا اور توبہ کرکے آپ کا مرید صادق ہوگیا، اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی بہت سے افراد مسلمان ہوگئے۔

(سیرالاخیار محفل اولیاء، ص344،345)

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کرامت

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے "جامع کرامات الاولیاء" میں روایت نقل فرمائی ہے:

وقال الشیخ علاء الدین العطار :کنت عند حضرتہ فی یوم غیم ،فقال لی :ھل دخل وقت الظھر؟فقلت لہ لا،فقال :انظر الی

حضرت شیخ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: میں بادل والے دن حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا نماز ظہر کا وقت شروع ہوچکا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: آسمان کی طرف دیکھو !جب آسمان کی طرف

السماء! فنظرت،فلم اجد حجابا اصلا، ورأيت جميع ملائكة السموات مشتغلين بصلاة الظهر،فقال :ما تقول،هل صار وقت الظهر؟فخجلت مما صدر مني ،واستغفرت منه ،وبقيت مدة وانا اجد لذلک فی نفسی ثقلا عظیما.	نگاہ اٹھائی تو میں نے کوئی حجاب نہیں پایا،اور میں نے دیکھا کہ تمام آسمانی فرشتے نماز ظہر کی ادائی میں مصروف ہیں،آپ نے ارشاد فرمایا:اب تم کیا کہتے ہو؟ کیا ظہر کا وقت ہو چکا ہے؟ جو کچھ مجھ سے ہوا میں اس پر نادم ہوا اور توبہ کی،اور اس کی وجہ سے عرصۂ دراز تک میں اپنے اندر ایک بڑا بوجھ محسوس کرتا رہا۔

(جامع کرامات الاولیاء،ج1:ص247)

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کرامت

حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے " حاشیۂ زجاجۃ المصابیح "میں "مرقاۃ المفاتیح" کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے:

وقد نقل مولانا نور الدين عبد الرحمٰن الجامي قدس الله سره السامي في كتابه نفحات الأنس في حضرات القدس عن بعض المشائخ أنه قرأ القرآن من حين استلم الحجر الأسود	حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی نے اپنی کتاب "نفحات الانس فی حضرات اصحاب القدس" میں ایک بزرگ سے روایت نقل کی کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام کے وقت قرآن

والركن الأسعد إلى حين وصول محاذاة باب الكعبة الشريفة والقبلة المنيفة وقد سمعه ابن الشيخ شهاب الدين السهروردي منه كلمة كلمة وحرفا حرفا من أوله إلى آخره قدس الله أسرارهم ونفعنا ببركة أنوارهم .

کریم کی تلاوت شروع کی اور باب کعبہ کے روبرو آنے تک مکمل قرآن کریم تلاوت فرمالیا - حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فرزند نے اپنے والدگرامی سے اتنے ہی وقفہ میں مکمل قرآن کریم ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف شروع سے آخر تک سماعت کیا۔

(حاشية زجاجة المصابيح، ج 4-،ص 81،باب بدء الخلق و ذكر الانبياء عليهم الصلوۃو السلام)

الحمد للہ کرامت کی حقانیت کوقرآن کریم کی آیات، احادیث وآثار کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کی گئی اور خلفاء راشدین،حضرات حسنین کریمین اور ائمہ اربعہ طریقت کی کرامات مستند کتابوں سے ذکر کرنے کی عزت حاصل کی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد اہل سنت وجماعت پر تادم زیست قائم و دائم رکھے اور حضرات اولیاءکرام کی سیرت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ پنجم برائے جمادی الاولی

x

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اتباع سنت، موجب فلاح وسعادت﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ، وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحْبِبْکُمُ اللَّہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَاللَّہُ غَفُورٌ رَحِیمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

برادران اسلام! قرآن کریم اورحدیث شریف قانون اسلام کی بنیاد اور اساس ہیں، قرآن کریم دستور الٰہی اور ایک جامع قانون ہے، جس کی تفصیل وتشریح ہمیں احادیث مبارکہ کے ذریعہ ملتی ہے، ارشاد حق تعالی ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ.	اوراے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم نے آپ پر قرآن کو نازل کیا، تاکہ آپ لوگوں کے لئے اسے خوب واضح کردیں جوان کی طرف نازل کیا گیا۔

(سورۃ النحل:44)

قرآن کریم میں نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے، روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے اورحج کا بھی حکم دیا گیا ہے، لیکن نمازوں کی تعداد واوقات اور رکعتوں

کا تعین نہیں کیا گیا، زکوۃ کے نصاب کی مقدار نہیں بتلائی گئی، روزے کے مباحات ومفسدات نیز مناسک حج وعمرہ واضح طور پر بیان نہیں کئے گئے، بلکہ یہ ساری تفصیلات اللہ تعالی نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حوالہ فرمادی۔ آپ کی اداؤں کو سنت اور ارشادات وفرمودات کو شریعت بنادیا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. یقیناً تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

(سورۃ الاحزاب:21)

اور سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ . اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالی سخت عذاب دینے والا ہے۔

(سورۃ الحشر-7)

رب العالمین نے جب اپنے کلام میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اختیار اور آپ کے ارشادات کی اہمیت کو واشگاف فرمایا تو اس بات کی طرف بھی توجہ دلادی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان عالیشان کے آگے کسی کو چوں وچرا کی اجازت نہیں، آپ جو حکم فرمائیں وہی قطعی حکم ہے اور آپ جو فیصلہ فرمادیں وہی اٹل فیصلہ ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ

إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُه أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ . جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ میں کچھ اختیار رہے۔

(سورۃ الاحزاب:36)

حضرات! اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ساری مخلوق کی طرف نبوت ورسالت کی شان کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم وضروری قرار دیا، آپ کے اقوال کو حجت اور اعمال کو سنت بنا دیا اور آپ کی حیات طیبہ کو ساری کائنات کے لئے اُسوہ اور نمونہ بنایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

۞ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اطاعت خدا ۞

جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(سورۃ النساء- 80)

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے، اسے خیر وبھلائی حاصل ہو اور اس کی زندگی خوشگوار رہے، اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کے لئے یہ فکر بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ صحیح عقیدہ اپنائے اور نیک عمل پر قائم رہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا رہے اور سنتوں پر عمل کرتا رہے۔ اس بنیاد پر وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ﷺ اتباع مصطفیٰ محبت الٰہی کی دلیل ﷺ

یہود ونصاریٰ نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ اللہ تعالی کے محبوب ہیں،ان کے اس دعوے پرقرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کردی کہ ان کا یہ دعوی کرنا اسی وقت معتبر سمجھا جائے گا جبکہ اس کی دلیل میں وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیجئے :اگرتم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوتو میری اتباع کرو !اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اورتمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

(سورۃ ال عمران:31)

اس آیت مبارکہ میں الفت ومحبت اوراتباع واطاعت کا ذکرکیا گیاہےاوریہی وہ دوچیزیں ہیں جو بندۂ مومن کے لئے دنیاوآخرت کی ترقی اور ہردوجہاں کی خیروبھلائی کےحصول کے لئے کافی ہیں۔

ایک بندۂ مومن کی عین آرزوہوتی ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے محبت کرےاوراس کی خوشنودی حاصل کرے،لیکن یہ محبت اس وقت تک یکطرفہ اورنامکمل ہے،جب تک کہ وہ محبت کےتقاضوں پرعمل نہ کرےاوراپنے آقاسرورکونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی نہ کرے۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں محبت الٰہی کا تقاضہ یہی بتایا گیا کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے، ہردم آپ کی پیروی ہوتی رہےاورآپ کی مبارک اداؤں کو

اختیار کیا جائے، بندۂ مومن کا ہر قدم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اٹھے، اس کی برکت یہ ہوگی کہ رب تبارک وتعالی اُسے اپنا محبوب بنائے گا، ابھی ذکر کی گئی آیت کریمہ سے یہ بات واضح وآشکار ہوئی کہ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کو اپنانے والا اللہ تعالی کا محبوب ہوجاتا ہے، اللہ تعالی اس پر رحم وکرم کا ایسا معاملہ فرماتا ہے کہ اس کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیتا ہے، حبیب کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے مذکورہ آیت کریمہ کے فوراً ابعد ایک اور مستقل آیت میں ارشاد فرمایا:

قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ	اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ فرمادیجئے !
وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا	اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ	اطاعت کرو! اگر وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ کافروں کو
الْكٰفِرِيْنَ.	پسند نہیں کرتا۔

(سورۃ ال عمران۔32)

برادران اسلام! اس آیت مبارکہ میں پروردگار عالم نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم فرمایا' بندۂ مومن کو جہاں اطاعت الٰہی کا حکم دیا گیا' وہیں اتباع نبوی کی تاکید کی گئی' کیونکہ اللہ کے حکم کی تعمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہی ہوگی، اطاعت الٰہی' اتباع نبوی کی صورت میں ہی ممکن ہے' اور اگر بندہ حقیقت میں محبت الٰہی اپنے دل میں رکھتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کے تقاضہ کو بھی پورا کرنا ہوگا۔ اگر کسی نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی سے روگردانی کی اور منہ پھیر لیا تو گویا اس نے اللہ تعالی سے حقیقی

طور پر محبت نہیں کی، وہ محبت کا دعوی تو کر رہا ہے، مگر اس نے کوئی دلیل پیش نہیں کی، وہ محبت کا اظہار تو کر رہا ہے لیکن اس کا تقاضہ پورا نہیں کیا اور اس کی وجہ سے اس کا شمار کفرانِ نعمت کرنے والوں میں ہوگیا۔(اَلْعِیَاذُبِاللّٰہِ)

۞ اتباعِ سنت اور صحابۂ کرام کا عملی نمونہ ۞

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان ارشادات الٰہی کے پیش نظر اپنے جذبۂ اطاعت کا کس طرح اظہار کیا، ان کے نزدیک فرمان رسالت کی کیا اعلیٰ حیثیت تھی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کا ان کے دلوں میں کیا تقدس تھا! صحیح مسلم شریف میں مذکور ایک واقعہ سے اس بات کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے، ایک صحابی جنہیں مرد کے لئے سونا پہننے سے متعلق حکم شریعت کا پتہ نہ تھا، بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ اپنے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ناراضگی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اور اس انگوٹھی کو ان کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دیا، جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے گئے، مجمع برخاست ہوا تو ان کے کسی ساتھی نے ان سے کہا :

خُذْ خَاتَمَکَ انْتَفِعْ بِہٖ.قَالَ لاَ وَاللّٰہِ لاَ آخُذُہٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .

اپنی انگوٹھی لے لو اور کسی اور طرح اس سے فائدہ اٹھالو، انہوں نے کہا: نہیں قسم بخدا! میں اُسے کبھی نہیں لوں گا، جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُسے پھینک دیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة،باب فی طرح خاتم الذھب، حدیث نمبر5593)

حضرات! جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تھا تو مطلب اس کا ایسا تو نہیں تھا کہ نفسِ انگوٹھی بُری ہے، بلکہ وجہ یہ تھی کہ شریعت مطہرہ میں مرد کے لئے اس کا پہننا حرام ہے، اس کے لئے سونا خریدنا منع نہیں اور نہ سونے کو اپنے پاس رکھنا منع ہے، لیکن مرد کے لئے اُس کا پہننا جائز نہیں۔ دیگر صحابۂ کرام نے بھی یہی سمجھا تھا، تبھی تو انہوں نے صلاح دی کہ انگوٹھی لے لیں، اُسے اپنے گھر کی خواتین اور مستورات کو پہنایا جاسکتا ہے یا اُسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے لئے کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے! یہ تو ممکن ہے، شریعت مطہرہ نے اس کی تو اجازت دی ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا کہ انگوٹھی اٹھالو اور اُسے پہنے بغیر کسی جائز طریقہ سے نفع حاصل کرلو!

حضرات! غور فرمائیں! وہ صحابی کا ایمان کیا کہتا ہے، ان کا جذبۂ محبت کیا اظہار کرتا ہے، ان کے نزدیک اپنے آقا و مولی کی اطاعت اور آپ کے حکم پر جاں نثاری کا جذبہ کیسا ہے؟ کہنے لگے : خدا کی قسم! میں کبھی اسے نہیں لونگا، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسے پھینک دیں اور میں لے لوں، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

اس باعظمت صحابی نے یہ نہیں دیکھا کہ اس انگوٹھی کی مالی اہمیت کیا ہے اور بازار میں اس کی قیمت کتنی ہے؟ بلکہ ان کی بصیرت نے اور ان کے جذبۂ عقیدت نے یہ جواب دیا کہ سرورکائنات علیہ الصلوۃ والسلام جس چیز کو پھینک دیں اس کی وقعت اور قیمت ہی کیا ہوسکتی ہے!

اس جذبۂ عقیدت کی وجہ یہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے' آپ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کی

فرمانبرداری ہے اور یہی اطاعت و پیروی ہمارے لئے محبت الٰہی کے حصول کا کامیاب ذریعہ ہے، جس کے ذریعہ ہم اپنے مقصود کو پا سکتے ہیں۔

۞ اتباع نبوی ہر حال میں ناگزیر ۞

برادران اسلام! مختار کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کی بارگاہ الٰہی میں کیسی قدر و منزلت ہے اور دربار خداوندی میں آپ کے فرمان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ ہم اس آیت مبارکہ سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں، ارشاد حق تعالیٰ ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوا اسْتَـجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ......

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت پر حاضر ہو جاؤ! جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

(سورۃ الانفال-24)

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کوئی حکم فرمائیں، تمہیں یاد فرمائیں تو تم آپ کی دعوت پر لبیک کہو، خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤ، یہی چیز تمہارے لئے فلاح کی موجب اور کامرانی کی ضامن ہے، کیونکہ وہ تمہیں بلاتے ہیں اور کوئی حکم فرماتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ مشقت میں ڈالیں، بلکہ وہ تمہیں خیر و بھلائی سرفراز کرتے ہیں، حیات بخشتے ہیں اور تمہاری زندگی کو رونق و شادابی اور قلوب کو فرحت و شادمانی عطا کرتے ہیں، مذکورہ آیت شریفہ کی تفسیر میں صحیح بخاری شریف میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

عَـنْ أَبِـى سَـعِيْـدِ بْـنِ الْـمُـعَـلَّى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّى فَمَرَّ بِى

سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز ادا کر رہا تھا، میرے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے گئے،

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ -"

اور آپ نے مجھے اپنی بارگاہ میں یاد فرمایا تو میں حاضر نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے نماز پڑھ لی، اس کے بعد آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو سعید! تمہیں حاضر ہونے سے کس چیز نے روکا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے؟" ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب التفسیر، باب " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ "، حدیث نمبر: 4647)

برادران اسلام! حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ادا کر رہے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں نماز کی حالت میں طلب کر کے بتایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پکار پر لبیک کہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ رب العالمین کی نداء ہر کوئی سن نہیں سکتا، پتہ چلا کہ اس حکم کا مقصود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کے فرمان کی اہمیت بتلانا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں کئی ایک آیات شریفہ ہمیں ایسی ملتی ہیں جس میں اللہ رب العزّت نے اپنی اطاعت کے ساتھ حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا

حکم فرمایا اور متعدّد مقامات پر اس کے مختلف فوائد اور برکتوں کا ذکر فرمایا، اختصار کے ساتھ بعض آیات شریفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں:

اطاعت، رائگاں نہیں جائیگی

بندۂ مومن جب ایمان وعقیدہ کی روشنی میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے، کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو رب العالمین اسے اس کے عمل کی پوری پوری جزا عطا فرماتا ہے اور اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں فرماتا۔

سورۃ الحجرات میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَإِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

اور اگر تم اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کروگے تو وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں فرمائے گا، بے شک اللہ تعالی خوب بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(سورة الحجرات:14)

اطاعت رسول، ہدایت کی نشانی

سرورکونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت وتابعداری کرنا ہدایت کی ضمانت ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا.

اور اگر تم اس رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاجاؤ گے۔

(سورة النور:54)

۞ اطاعت، ایمان والوں کی علامت ۞

اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کو اہل ایمان کا شعار بنایا ہےاورآپ کی تابعداری کوایمان والوں کاوصف خاص قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

اورمسلمان مرداورمسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ افراد ہیں جن پر اللہ تعالی ضرور رحم فرمائے گا، بےشک اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے۔

(سورة التوبة:71)

۞ اطاعت، بندہ کی صلاح وفلاح کی ضامن ۞

اللہ رب العزّت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم ماننا، ان کے بلانے پر لبیک کہنا اور ان کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ایمان والوں کا شیوہ ہوتا ہے، جس پر حق تعالیٰ انہیں کامیابی سے ہمکنار فرماتا ہے۔سورۃ النور میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِه

بیشک ایمان والوں کی بات یہی ہے کہ جب انہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.
طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(سورة النور:51)

اطاعت پر نجات و کامیابی کی ضمانت

پروردگار عالم اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تابعداری کرنا کامیابی کا وسیلہ اور کامرانی کا ذریعہ ہے، حق تعالی فرماتا ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ.
اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرے اور اللہ تعالی سے ڈرتا رہے اور پرہیزگاری اختیار کرے، تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

(سورة النور52)

نیز سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا.
اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو یقیناً وہی بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

(سورة الاحزاب:71)

اتباع، سرفرازئ رحمت کی باعث

خدائے رحمٰن ورحیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری راحت ورحمت کو اپنے دامن میں بھرنے کا بہتر سبب ہے، ارشاد الہی ہے:

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

اور اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو! تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(سورة آل عمران:132)

آدمی ہر وقت رحمت الٰہی کا امیدوار ہوتا ہے، صبح وشام رحمت کے نزول کے لئے دعائیں کرتا ہے، اللہ نے بتلایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت رحمت خداوندی کا سبب ہے' آپ کی فرمانبرداری عنایت الٰہی کا باعث ہے۔

۞ اطاعت رسول پر انعام یافتگان کی رفاقت ۞

خالق کائنات اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع کرنے والے نیک بخت کو اللہ تعالی انبیاء کرام ،صدیقین ،شہداء اور صالحین کی صحبت ومعیت سے ہمکنار فرماتا ہے اور ان کی بابرکت رفاقت سرفراز فرماتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُوْلٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا.

اور جو اللہ تعالی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے (یعنی) انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ کیا ہی بہتر رفیق ہیں۔

(سورة النساء:69)

۞ اطاعت، جنت میں داخلہ کا سبب ۞

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت واتباع کرنے والے شخص کو اللہ تعالی اپنی رضا وخوشنودی سے سرفراز فرماتا ہے اور اسے فردوس بریں میں داخلہ عطا فرماتا

ہے، ارشاد الٰہی ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا.	اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، اللہ تعالی اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو روگردانی کرے اسے دردناک عذاب دیگا۔

(سورة الفتح:17)

برادران اسلام! ان آیات ربانیہ سے ہمیں معلوم ہورہا ہے کہ خالق کائنات جب اپنے بندوں کو منزل مقصود پر گامزن پاتا ہے، انہیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری پر ثابت قدم دیکھتا ہے تو اپنے فضل وکرم سے انہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال فرماتا ہے، اپنی چادر رحمت کو ان پر سایہ فگن فرماتا ہے، ان پر رحمت وسکینت نازل فرماتا ہے، خیر وخوبی اور صلاح وفلاح سے ان کے دامن کو بھر دیتا ہے، جب ان کے عمل میں اخلاص اور صداقت کو شامل پاتا ہے تو اس کا مکمل اجر عطا فرماتا ہے اور ان کے لئے ہدایت کی روشن راہیں ہموار کردیتا ہے، دنیا اور آخرت میں انہیں نجات وکامیابی سے مشرف فرماتا ہے، مولی کا کرم بالائے کرم یہ کہ ان کا ٹھکانہ جنت جیسا اعلی مقام بنادیتا ہے، انہیں' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام' حضرات صدیقین' شہداء اور صالحین علیہم الرحمۃ والرضوان کی صحبت بابرکت نصیب ہوتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اطاعت کا جذبہ پیدا کریں، ہر قدم پر اتباع کی کوشش کریں، ہمارا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سنتوں کی روشنی میں ہو، ہمارا چال چلن' ہمارا رہن سہن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو، ہماری نشست

وبرخاست میں کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہو، ملاقات ومصافحہ، ہم کلامی وہم طعامی سنتوں کے مطابق ہو، ہماری ہر حرکت وسکون، ہمارا ہر قول وعمل سنتوں کے موافق ہواور ہم اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری میں گزارنے کے لئے تیار ہوجائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تصدق میں اطاعت وپیروی کی تمام تر برکتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آپ کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۞۞۞

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿سود کے معاشی واخروی نقصانات﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام اپنے اندر ایسی آفاقیت رکھتا ہے اور اپنے دامن میں ایسی عالمگیریت کو سمویا ہوا ہے جس کی بنیاد پر اس کا قانون ہر دور اور ہر علاقہ کے لحاظ سے قابل عمل ہے، انسان کی زندگی میں کئی نظام پائے جاتا ہیں، سماجی نظام، سیاسی نظام، تعلیمی نظام اور اقتصادی وتجارتی نظام وغیرہ، ان تمام نظامہائے حیات میں مذہب اسلام نے عدل وانصاف پرمبنی قوانین واصول بیان کئے ہیں، ان سارے نظاموں میں اقتصادی نظام بڑی اہمیت کا حامل ہے، موجودہ دور میں جدید وسائل کی وجہ

سے تجارتی معاملات عالمی سطح پر وسیع ہو چکے ہیں، ایک تاجر دنیا بھر میں اپنے متعلقہ معاملات کا بیک وقت جائزہ لے سکتا ہے اور وقت واحد میں ساری دنیا کی اقتصادی کیفیت اور کمرشیل صورت سے باخبر ہوجاتا ہے، قدیم زمانہ میں خرید وفروخت کے لئے علاقہ واری بازار اور منڈیاں ہوا کرتی تھیں چونکہ ان کے ذرائع مختصر ہوا کرتے، اس وجہ سے ان کی تجارت بھی محدود پیمانہ پر ہوا کرتی، لیکن آج ساری دنیا میں انٹرنیٹ کا جال بچھا ہوا ہے، جس کے ذریعہ آن لائن بزنس کی سہولت ہے، ساری دنیا ایک منڈی اور بازار کی حیثیت اختیار کرگئی ہے، دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہنے والا شخص دور دراز علاقوں سے خرید وفروخت کرسکتا ہے، اس بنیاد پر کرنسی کا تبادلہ بین الاقوامی طور پر جاری ہے، یقیناً یہ بات تجارتی ترقی کے لئے حوصلہ افزا اور خوش آئند ہے۔

۞ سود معاشی بحران کا باعث ۞

اگر کرنسی کا تبادلہ بند ہوجائے اور اموال منجمد ہوجائیں تو ترقی رک جاتی ہے، تجارتیں ٹھپ پڑ جاتی ہیں، کاروبار کساد بازاری سے دوچار ہوجاتا ہے، جو سماج کی پستی کی علامت ہے اور اس سے معاشرہ میں انحطاط پیدا ہوجاتا ہے، اس رکاوٹ کی اہم وجہ مال ودولت کا چند افراد میں محدود ہوجانا ہے اور اس تنزُّل کا سبب کرنسی کی گردش کا رک جانا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت مند طبقہ مال سمیٹتا رہے اور تنگدست وغریب طبقہ کے افراد اپنے فقر ومحتاجی کے سبب گھٹ گھٹ کر دم توڑ دیں۔

اس حکمت وپالیسی کے مطابق اسلام نے خرید وفروخت کے لئے مناسب اصول مقرر کئے، سود کو حرام قطعی اور گناہ عظیم قرار دیا، صاحب نصاب مالدار مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی، دیگر صدقہ وخیرات کی ترغیب بھی دی گئی، بعض اعمال میں کوتاہی کے

تدارک اور غلطی کی پابجائی کے لئے بطور کفارہ مال خرچ کرنا واجب قرار دیا گیا اور مال غنیمت میں خمس (پانچواں حصہ) مقرر کیا گیا تا کہ ان اسلامی احکام کے ذریعہ دولت غریب افراد کی طرف آئے اور چند افراد میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

۞ سود خوروں کے خلاف قرآن کا اعلان جنگ ۞

برادران اسلام! مال و دولت کے رک جانے اور ایک ہی طبقہ میں منجمد رہنے کا اہم سبب سود ہے' سود کو قرآن کریم نے اتنا سنگین گناہ قرار دیا ہے کہ کسی اور گناہ کو اتنا سنگین گناہ قرار نہیں دیا، شراب نوشی، خنزیر کھانا، زنا کاری، بدکاری وغیرہ جیسے بڑے بڑے گناہوں کے سلسلہ میں قرآن کریم میں ایسی سخت وعید نہیں آئی جو سود کے لئے آئی ہے چنانچہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ:

يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُـنْتُـمْ مُـؤْمِـنِيْـنَ فَـاِنْ لَمْ تَـفْـعَـلُـوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.	اے ایمان والو !اللہ سے ڈرو اور سود کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو!اگر تم ایمان والے ہو،اگر تم سود کو نہیں چھوڑ و گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو!۔

(سورة البقرة-279/278)

یعنی ان آیات شریفہ میں سود خوری کرنے والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

بھلا ہم میں کون ایسی طاقت رکھتا ہے جو رب ذوالجلال سے جنگ کر سکے' اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کر سکے' اتنی سخت وعید بیان کرنے کا مقصد یہی ہے

کہ سود کی لعنت سے یکسر باز آجائیں ،اسے گھناؤنا جرم اور گناہ عظیم سمجھیں اور ہمیشہ حلال روزی کمانے کی فکر کریں ،جس کی برکتیں دنیا اور آخرت میں ان کی شامل حال رہیں گی ،اس لئے کہ اس طریقہ کو کتاب وسنت میں روا رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰـهُ الْبَيْعَ وَحَـرَّمَ الرِّبٰوا .　　اوراللہ تعالی نے بیع (تجارت) کوحلال کیااورسودکو حرام کیاہے۔

(سورة البقرة -275)

۞ سودخور، حشر میں سرگرداں ۞

حضرات! سودخوری ایسا سنگین گناہ ہے کہ قرآن کریم میں بار بار اس سے منع کیا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ اگر اس سے اجتناب نہ کیا جائے تو دنیا میں رسوائی اور خسارہ ہوگا اور اس کے ساتھ آخرت بھی خراب ہوجائے گی، جب سودخور قبر سے اٹھے گا تو اس پر مجنونوں کی طرح دیوانگی طاری رہے گی، جیسے شیطان نے اس پر کوئی اثر کردیا ہو، ارشاد باری تعالی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَـا يَقُـوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ .　　جولوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قیامت کے روز) اُس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مجنون بنادیا ہو۔

(سورة البقرة:275)

ان وعیدوں کو سننے کے بعد یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ رسوائی سے کس طرح بچا جائے اور ان الجھنوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے ، زندگی میں خیر وبرکت اور

صلاح وفلاح کیسے آئیگی؟ ان تمام سوالوں کا جواب یہی ہوگا کہ حلال روزی کی فکر کی جائے ،اپنے آپ کوسود کی لعنت سے بچائے رکھیں، یقیناً کامیابی ہمارا دامن تھام لے گی اور ہر دو جہاں میں ہماری زندگی خوشگوار ہوجائے گی۔

سورۂ آل عمران میں فرمان حق تعالیٰ ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ .	اے ایمان والو! سود، درسود کرکے نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(سُورَۃ ال عِمْرَان:130)

۞ سودخور رحمت الٰہی سے محروم ۞

برادران اسلام! ان آیات ربانیہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ سود حرام قطعی ہے اور اس کا کاروبار گناہ عظیم ہے، اس سے متعلق ہمیں متعدد احادیث شریفہ میں مزید تفصیلات ملتی ہیں، سودخوری ترک کرنے پر ثواب کی بشارتیں بھی وارد ہوئی ہیں، سود خور افراد کے علاوہ ان کے ہمنوا، سودی معاملہ میں شریک ہونے والے تمام افراد بھی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور فضل الٰہی سے محروم رہ جاتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف اور سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے

آکِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ.

سود کھانے والے، سود دینے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن آکل الربا ومؤکله، حدیث نمبر:2955-سنن ابن ماجه، حدیث نمبر:2268)

۞ سودخوری' بدکاری سے قبیح جرم ۞

برادران اسلام! انسان سود کی لعنت کو سمجھ نہ سکا، اس کی برائی کا صحیح اندازہ نہ کر سکا، اس نے نہ سود کی سماجی خرابیوں پر نظر ڈالی اور نہ آخرت کے عذاب کو یاد کیا، کیا چیز ہے جو اس کی غفلت کا سبب بنی؟۔

حضرات! معاشرتی زندگی میں اس کا کیا نقصان ہے اور سودخوری کیسی سنگین برائی ہے، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :دِرْهَمُ رِبًا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً.

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھانا چھتیس (36) مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

(مسند الامام احمد، مسند الانصار رضی الله عنهم، حدیث نمبر:20951)

نیز مشکوۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے :

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ جُزْءً ا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے ستر 70 درجے ہیں، ان میں سب سے ادنیٰ درجہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنے کے برابر ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ، باب الربوا، ص246،حدیث نمبر:2826)

اللہ اکبر!! سود خور دنیا میں ایسے خطرناک جرم کا مرتکب قرار پا رہا ہے اور اس کا دامن ایسے رسوا کن گناہ سے میلا ہو رہا ہے جسے ایک حیادار اور باکردار شخص کبھی گوارا نہیں کرسکتا اور ایسی رسوائی کو کبھی قبول نہیں کرتا، جس طرح کوئی مسلمان اپنی ماں کے ساتھ یہ شرمناک حرکت کرنے کا تصور نہیں کرسکتا اسی طرح اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضہ ہے کہ آدمی کسی سودی معاملہ کا خیال بھی نہ کرے۔

۞ سود خور،نارِ دوزخ کا مستحق ۞

سودی لین دین کرنے والا نہ صرف دنیا میں خسارہ اٹھا رہا ہے بلکہ اس کی آخرت بھی تاریک ہو رہی ہے، اس کا ٹھکانہ نار دوزخ قرار پاتا ہے، سودی لین دین اور حرام کھانے کی وجہ اس کا جسم دوزخ میں جلنے کا مستحق ہوجاتا ہے چنانچہ شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے

قَالَ .... وَقَال : مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ . روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس کا گوشت حرام غذا سے پرورش پایا ہو وہ جہنم ہی کے زیادہ لائق ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی، حدیث نمبر:5277)

حضرات! سود کا لین دین بظاہر فائدہ مند نظر آتا ہے، لیکن اس کے ذریعہ سودخور کئی ایسی اندرونی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے جس کا علاج اس ترقی یافتہ دور میں بھی کسی ڈاکٹر وطبیب کے پاس ممکن نہیں، مثلاً اس کے اندر سے ایثار وقربانی کی فکر معدوم ہوجاتی ہے، سخاوت وفیاضی کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے اور اس کی اسلامی حمیت چلی جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے بھائی کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی اور اس کی مصیبت کا احساس نہیں رہتا، یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کی غربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا خون چوسنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے، ضرورت کے وقت اسے رقم تو ضرور دیتا ہے، لیکن رقم کی واپسی کے وقت اس سے زیادہ رقم حاصل کرلیتا ہے، دین اسلام نے ان مشکلات کا مداوی کرتے ہوئے سودی کاروبار کو ممنوع قرار دیا۔

۞ قرضدار سے تحفہ قبول نہ کرنے کا حکم ۞

اسلام نے سودی نظام کے خاتمہ کے لئے باہمی امداد وتعاون کی ترغیب دی ہے، اگر کوئی ضرورتمند ہو تو اسے بلاسودی قرض دینے کی تعلیم دی تاکہ ضرورت مند اپنی ضرورت کی تکمیل کے بعد قرض لی ہوئی رقم بآسانی واپس کرسکے، شریعت مطہرہ نے اس سلسلہ میں نہایت احتیاطی اصول جاری فرمائے ہیں، اسلام نے سود ہی نہیں' شبہ سود سے بھی اجتناب وپرہیز کرنے کی تعلیم دی، قرض دینے والے کو قرضدار سے تحفے تحائف

لینا یا قرضدار سے کسی طرح کا نفع اٹھانا بھی شبہ سود قرار دیا اور اس سے بچے رہنے کی تعلیم دی، کیونکہ اگر اس پر قرض خواہ کا احسان نہ ہوتا تو وہ اسے تحفے نہ دیتا، البتہ اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ دونوں کے درمیان اگر دیرینہ تعلقات تھے اور وہ قرض کے لین دین سے قبل بھی تحفے تحائف کا تبادلہ کیا کرتے تھے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے:

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الرَّجُلُ مِنَّا يُقْرِضُ أَخَاهُ الْمَالَ فَيُهْدِي لَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَقْرَضَ أَحَدُكُمْ قَرْضًا فَأَهْدَى لَهُ أَوْ حَمَلَهُ عَلَى الدَّابَّةِ فَلاَ يَرْكَبْهَا وَلاَ يَقْبَلْهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ.

حضرت یحیٰی بن ابواسحاق ھنائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ہم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو قرض دیتا ہے تو کیا وہ (قرض کی واپسی کے وقت) اسے ہدیہ بھی دے؟ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی کو قرض دے پھر وہ اس کو تحفہ پیش کرے یا اپنی سواری پر سوار کروانا چاہے تو یہ قرض دہندہ اس پر سوار نہ ہو اور اس کا ہدیہ قبول نہ کرے، ہاں! اگر قرض دینے سے پہلے ان دونوں میں اس طرح تحفے تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا تو پھر اس کی اجازت ہے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب القرض، حديث نمبر:2526)

۞ قرضدار کو مہلت دینے کا ثواب ۞

اگر کوئی قرض دار تنگدست و مفلس ہو تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کے ساتھ نرمی کرنے اور اسے مہلت دینے کی تعلیم دی ہے اور قرض دے کر مہلت دینے والے کو بہترین اجر وثواب کی بشارت عطا فرمائی ہے، مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَهُ صَدَقَةٌ. قَالَ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ ...... قَالَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ الدَّيْنُ فَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ فَأَنْظَرَهُ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَة

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی مفلس قرض دار کو مہلت دے گا اس کو ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب حاصل ہوگا جتنی رقم اس مقروض کے ذمہ واجب ہے، انہوں نے کہا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر کوئی شخص کسی مفلس کو مہلت دے گا تو اس کو ہر روز دوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ہر روز قرض کے برابر رقم صدقہ کرنے کا ثواب، میعادِ قرض پوری ہونے سے پہلے مہلت دینے کی جزا ہے اور جب قرض کی ادائیگی کا وقت ختم ہوجائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسے وقت اگر کوئی مہلت دے گا تو اسے ہر دن اس کی دُوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(مسندالامام احمد،حدیث بریدۃ الاسلمی ، حدیث نمبر:23748)

۞ سودخور، خودغرض اور حریص ہوتا ہے ۞

حضرات! سودخور اپنی ذات سے کسی کو نفع پہنچانا تو درکنار کسی دوسرے شخص کو اس کی کوشش اور اس کے سرمایہ سے اپنے برابر ہوتا نہیں دیکھ سکتا، وہ کسی مصیبت زدہ اور پریشان حال شخص پر رحم کر کے اس کی امداد کرنے کے بجائے اس کی مصیبت وتنگدستی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، اس کی رگوں سے خون نچوڑنے کی فکر میں رہتا ہے اور اسے سودخوری کے نتیجہ میں مال کی حرص ولالچ اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ اسی میں مست ہو کر خیر وشر، نیکی وبدی کو بھی نہیں پہچانتا اور اپنے برے انجام سے بالکل غافل رہتا ہے، ظاہری طور پر تو وہ اپنے دئے ہوئے مال سے زیادہ رقم حاصل کرتا ہے لیکن درحقیقت اس کا مال گھٹتا جاتا ہے اور اس کی دولت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ رب العزّت کا ارشاد ہے:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا . اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ ۔276)

کسی کے ذہن میں یہ خیال آتا ہوگا کہ آج سودخور عزت وراحت، آرام وآرائش میں خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں، وہ وسیع وعریض بلند عمارتوں کے مالک ہیں، ان کے پاس عیش وعشرت کے مکمل اسباب موجود ہیں، ان کے لئے کھانے پینے کی عمدہ ولذیذ غذائیں مہیا ہیں، رہنے بسنے کے لئے تمام اسبابِ راحت فراہم ہیں، لیکن تھوڑا سا غور کرنے پر ہر فرد سمجھ سکتا ہے کہ اسبابِ راحت اور راحت میں بہت بڑا فرق ہے، سامانِ راحت تو فیکٹریوں اور کارخانوں میں تیار کیا جاتا ہے اور بازاروں میں فروخت کیا جاتا ہے، لیکن راحت اور چین وسکون نہ کسی فیکٹری میں تیار ہوتا ہے، نہ کسی

مارکٹ اور شوروم میں بکتا ہے، اور نہ کوئی مالدار بے دریغ قیمت صرف کر کے اسے خرید سکتا ہے، یہ تو وہ بیش قیمت اور عظیم نعمت ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے طفیل اللہ تعالی کی بارگاہ سے عطا کی جاتی ہے، دنیا و آخرت میں راحت، زندگی کا چین اور دل و دماغ کا سکون ہمیں اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے، جب کہ ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع و اطاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔

برادرانِ اسلام! ایک نیند کی راحت پر ہی غور کیجئے! دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دار ایسی بیسیوں کمپنیوں اور کارخانوں کے مالک ہیں، جہاں سامانِ راحت وسکون تیار ہوتا ہے اور وہیں سے بازاروں میں پھیلتا ہے، لیکن انہیں دولت کے ذریعہ راحت ولذت نہیں مل سکتی۔ سودخوروں کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے پاس سب کچھ ملے گا مگر راحت نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی، اس کے بالمقابل ایک شخص سطح غربت کے نیچے چھوٹے سے گھر میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے، بقدر ضرورت کما تا ہے، قُوْتِ لَا یَمُوْت اس کی آمدنی ہے، شریعت پر کاربند رہتا ہے اور حلال غذا کھاتا ہے، چین وسکون سے جیتا ہے، اور راحت ورحمت کی نیند سوتا ہے، اسے قلبی اطمینان اور دلی سکون میسر رہتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں سود کی لعنت سے محفوظ رکھے، اسلامی احکام کے مطابق جائز طریقہ پر تجارت اور حلال طریقہ پر کاروبار کرنے والا بنائے، اکل حلال اور صدق مقال کی توفیق عطا فرما۔ آمِیْنُ بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰه وَیٰس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿عظمت والدین قرآن وحدیث کی روشنی میں﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا.وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام! اللہ تعالی نے انسان کو وجود بخشا تو والدین کو اس کے وجود کا ظاہری ذریعہ بنایا' والدین کو رحمت وشفقت کا مظہر بنا کر اس نے اولاد کی صحیح تربیت ان کے ذمہ فرمادی۔ اولاد کو بھی اپنے والدین کی خدمت بجالانے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا۔حقوق والدین کی بابت حکم کی اہمیت وتاکید کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں اپنی عبادت وبندگی

کے حکم کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا. وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا.	اور آپ کے رب نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو! اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اف تک نہ کہو اور انہیں مت جھڑکو! اور ان سے ادب واکرام کی بات کہو!۔ اور ان دونوں کے لئے الفت ورحم دلی سے عاجزی وانکساری کا بازو بچھا دو اور عرض کرو! اے میرے پروردگار! ان دونوں پر مہربانی فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں (محبت ورحمت سے) میری پرورش کی۔

(سورۃ بنی اسرائیل:24/23)

برادران اسلام! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سات (7) ہدایات دی ہیں، جن میں پانچ کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اور دو (2) سے بچے رہنے کی تاکید کی ہے۔

ان امور کو انجام دیا جائے!

1) اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت وبندگی کی جائے!

2) والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے!

3) والدین کے ساتھ ادب واکرام کی گفتگو کی جائے!

4)والدین کے لئے الفت ورحم دلی سے عاجزی وانکساری کا بازو بچھا دیا جائے!

5)اور والدین کے حق میں دعا کی جائے کہ "پروردگار! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں محبت ورحمت سے میری پرورش کی"۔

ان امور سے پرہیز کیا جائے!

1)والدین کو "اف" تک نہ کہا جائے!

2)اور والدین سے جھڑک کر بات نہ کی جائے!

والدین کی فرمانبرداری اولاد کی اولین ذمہ داری

حضرات! حقوق کی دو قسمیں ہیں: (1) حقوق اللہ اور (2) حقوق العباد۔

حقوق العباد میں "والدین کا حق" تمام حقوق پر مقدم ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے علاوہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کا حکم دیا گیا، اس بنیاد پر ماں باپ کی خدمت گزاری اطاعت وفرمانبرداری اولاد کی اولین ذمہ داری ہے۔

ایک لطیف اشارہ

برادران اسلام! یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ والدین کے اکرام وتعظیم کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ وہ اولاد کے ظاہری وجود کا ذریعہ ہیں، لہذا ان کا اکرام وتعظیم اولاد پر لازم ہے، اس طرح ادب بجالانے کا حکم ہے کہ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوں تو نگاہیں نیچی رہیں، نرم انداز میں گفتگو کی جائے، نہ انہیں جھڑکیں نہ ان سے سخت کلامی کریں اور زبان سے تکلیف پہنچانا تو کجا "اف" کہنے سے تک منع کیا گیا، غور کرنا

چاہئیے کہ جو ہمارے ظاہری وجود کا ذریعہ قرار پائیں ان کے اکرام وتعظیم، ادب وتکریم کا اس طرح حکم دیا جارہا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہ آپ کا وجود باجود نہ صرف ہمارے وجود کا ذریعہ بلکہ تمام موجودات کے وجود کا ذریعہ ہے، آپ کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئیے اور کس درجہ آپ کا ادب بجالانا چاہئیے؟

۞ والدین کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ۞

اللہ تعالی نے اپنی رضامندی وخوشنودی کو والدین کی رضامندی میں رکھ دیا ہے اور اپنی ناراضگی کو والد کی ناراضگی میں رکھدیا ہے، جیسا کہ کنزالعمال میں حدیث شریف ہے:

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَاءِ الْوَالِدَیْنِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ ". ت، ک. عن ابن عمرو.".

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: والدین کی رضامندی میں اللہ تعالی کی رضامندی ہے، اور والد کی ناراضگی میں اللہ تعالی کی ناراضگی ہے۔

(كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال، كتاب العقوق، حديث نمبر:45552)

والدین کا مقام ومرتبہ اولاد کے حق میں کتنا بلند وبالا ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں سے راضی ہوجائیں تو گویا انہیں رضائے الہی حاصل ہوگئی، ماں باپ اپنی اولاد سے خوش ہوں تو یہ ان کے لئے خوشنودئ الہی کی نشانی ہے۔

حضرات! والدین اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہیں، ان کی قدردانی، اطاعت و فرمانبرداری لازم وضروری ہے، ان کی دل آزاری سے بچتے رہنا چاہئے کیونکہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادمبارک ہے: اولاد کے خلاف ان کے والد کی دعا رد نہیں کی جاتی جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: تین ایسی دعائیں ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں! مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعاء اور والد کی دعاء اپنی اولاد کے خلاف۔

(جامع الترمذی ،ابواب البر والصلة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ,باب ما جاء فی دعوة الوالدین ,حدیث نمبر:1828)

اولادکو چاہئے کہ والدکا اکرام کریں، انہیں تکلیف پہنچانے سے پرہیز کریں اگر بچہ ان کو ایذاء دے، تکلیف پہنچائے اور وہ ناراض ہوکر بددعا کریں تو یہ دعاء بلاشبہ مقبول ہی ہوتی ہے۔

والدین اگراولاد پرزیادتی کریں تب بھی اولاد کی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کریں، ان کا ادب واکرام کریں اوران کا حکم بجالائیں۔

امام بیہقی کی شعب الایمان اورزجاجۃ المصابیح میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ : مَنْ أَصْبَحَ مُطِيْعًا فِیْ وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص رضاء الٰہی کے لئے اپنے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری میں صبح کرتاہے تو اس کے لئے

بَــابَــانِ مَــفْتُوحَــانِ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا فَـوَاحِـدًا ، وَمَـنْ أَمْسَـى عَـاصِيًـا لِـلّـهِ فِيْ وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ مِـنَ الـنَّـارِ ، وَإِنْ كَـانَ وَاحِـدًا فَـوَاحِدًا . قَـالَ الـرَّجُلُ : وَإِنْ ظَـلَـمَاهُ ؟ قَالَ : وَإِنْ ظَـلَـمَاهُ ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ ، وَإِنْ ظَلَمَاهُ.	جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ہوں تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے،اور جو شخص حقوق والدین کے سلسلہ میں اللہ تعالی کی نافرمانی میں شام کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہوں تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے،ایک صحابی نے عرض کیا: اگر چہ والدین اس پر ظلم کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں،اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔

(شعب الایمان للبیهقی،حدیث نمبر: 7679۔زجاجة المصابیح،باب البر والصلة ،ج4،ص88)

والدین کی خدمت اولاد پر واجب

والدین کی اطاعت اولاد کے حق میں اس وقت تک واجب رہیگی جب تک کہ وہ احکام شریعت کے مطابق حکم دیں،اگر والدین شریعت کی خلاف ورزی کرنے کا حکم دیں یا کسی غلط کام کی تاکید کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائیگی، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے،آپ نے فرمایا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كُنْ مَعَ الْوَالِدَيْنِ كَالْعَبْدِ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ الضَّعِيْفِ لِلسَّيِّدِ الْفَظِّ الْغَلِيْظِ اَیْ فِیْ التَّوَضُّعِ وَالتَّمَلُّقِ.

تم والدین کی خدمت میں ایسے حاضر رہو جیسے کوئی کمزور وحقیر، گنہگار غلام اپنے تند مزاج اور سخت کلام آقا کے سامنے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے عاجزی اور خوشامد کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاسراء :23)

والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت

برادران اسلام! والدین میں فضیلت وادب کے لحاظ سے والد مقدم ہیں اور خدمت کے اعتبار سے والدہ کو اولین حیثیت حاصل ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِی ؟ قَالَ: "اُمُّکَ ."قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: "اُمُّکَ."قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ:"اُمُّکَ ."قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ:"ثُمَّ اَبُوکَ.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میرے حسن سلوک کے سب سے زیادہ حقدار کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری والدہ زیادہ حقدار ہے!۔ انہوں نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری والدہ زیادہ حقدار ہے!، انہوں نے عرض کیا: پھر کون؟، آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری والدہ ہی تمہارے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے، انہوں نے جب چوتھی مرتبہ عرض کیا کہ پھر حسن سلوک کے زیادہ مستحق کون ہیں؟ تب آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے والد حسن سلوک کے زیادہ مستحق ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ. حدیث نمبر:5971)

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ماں کو خدمت گزاری اور حسن سلوک میں تین درجہ زیادہ فضیلت دی ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ ماں چونکہ تین ایسے مراحل طے کرتی ہے جس میں اس کے ساتھ والد شریک نہیں ہوتا؛ (1) حمل کا مرحلہ، (2) ولادت کا مرحلہ (3) اور رضاعت کا مرحلہ۔

ماں حمل کے مرحلہ میں نو مہینے بچہ کو شکم میں رکھتی ہے، اس کا بوجھ اُٹھاتی ہے، اس کے لئے مشقت برداشت کرتی ہے، ولادت کے مرحلہ میں دردِ زہ سہتی ہے، تکلیف کے گھونٹ پیتی ہے، درد و تکلیف کے کٹھن لمحات گزارتی ہے، خود درد و الم برداشت کرتے ہوئے بچہ کی ولادت کا ذریعہ بنتی ہے، تکلیف کی آہیں بھرتے ہوئے پیدائش کا سامان ہوجاتی ہے، بسااوقات اپنی جان خطرہ میں ڈال کر بچہ کو جنم دیتی ہے، پھر رضاعت کے مرحلہ میں پیدائش سے دو سال تک اُسے خون جگر "اپنا دودھ " پلاتی ہے۔اسی وجہ سے ماں کی خدمت گزاری و حسن سلوک کے حق کو والد سے تین درجہ زائد بتلایا گیا۔

صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث شریف کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْرَجَهُ تَمَّامٌ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ فَقَالَ اِنِّی نَذَرْتُ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیْکَ مَکَّةَ

محدث تمّام نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کیلئے مکۂ مکرمہ فتح فرمادے

اَنْ آتِــيَ الْبَيْـتَ فَـاُقَبِّلَ	تو میں وہاں پہنچ کر کعبۃ اللہ شریف کی چوکھٹ
اَسْـفَـلَ الْاُسْـكُفَّةِ فَقَـالَ	کو بوسہ دونگا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ
قَبِّـلْ قَـدَمَـيْ اُمِّکَ وَقَدْ	وسلم نے ارشادفرمایا:تم اپنی ماں کے قدموں کو
وَفَيْتَ نَذْرَكَ.	بوسہ دو! یقیناً تم نے اپنی نذر پوری کر لی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ج15،ص141)

محبت کی نگاہ سے والدین کو دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب

برادران اسلام! بندہ کو والدین کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہی نہیں نوازا جاتا، بلکہ اگر کوئی فرزند صالح اپنے والدین کو محض محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے تو اس کو ہر نظر کے بدلہ مقبول حج کا ثواب دیا جاتا ہے، جیسا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے والدین کے مقام ومرتبہ کو آشکار کرتے ہوئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور جذبۂ اطاعت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؛ اَنَّ رَسُوْلَ	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
قَالَ: "مَـا مِـنْ وَلَـدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ	نے ارشادفرمایا: جوکوئی فرمانبردار لڑکا اپنے ماں
اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا	باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالی ہر
كَتَبَ اللّٰهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً	نظر کے بدلہ اسے حج مقبول کا ثواب عطا کرتا
مَّبْـرُوْرَةً ". قَـالُـوْا:وَإِنْ نَظَرَ	ہے۔صحابۂ کرام نے عرض کیا:اگر وہ دن میں سو
كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ؟	مرتبہ دیکھے تو کیا سو مقبول حج کا ثواب ملے گا؟

قَالَ "نَعَمْ ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَطْيَبُ. حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بے انتہا کرم فرمانے والا ہے۔

(شعب الایمان،حديث نمبر: 7611۔ كنز العمال ،حديث نمبر: 45535۔ زجاجة المصابيح ، باب البر والصلة ، ج4،ص88)

حضرات! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی شان رحمت سے ارشاد فرمایا کہ والدین کی طرف محبت کی نظر سے محض دیکھنے پر ایک مقبول حج کا ثواب دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دیگر عبادتوں کا ثواب بھی مقرر کیا جاسکتا تھا، دو رکعت نماز کسی بھی مقام پر بآسانی پڑھی جاسکتی ہے، روزہ رکھنے کے لئے بھی صرف ایک دن درکار ہوتا ہے، تلاوت قرآن میں کچھ مال خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اور صدقہ وخیرات میں وقت صرف نہیں ہوتا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حج مقبول کے ثواب کا تعین فرمایا، کیونکہ حج بدنی عبادت بھی ہے اور مالی عبادت بھی، حج ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ ادا نہیں کیا جاسکتا، اس کی ادائی کے لئے خاص وقت اور مقام متعین ہے۔ اس کے باوجود حج کرنے والا کامل یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا حج بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا ہے، لیکن والدین کی اطاعت وفرمانبرداری پر صرف حج کا ثواب نہیں بلکہ مقبول حج کا ثواب دیا جاتا ہے۔

اس عظیم بشارت کو سن کر صحابۂ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا اور وضاحت چاہی کہ بچہ اپنے والدین کو روزانہ کئی مرتبہ دیکھے تو ثواب کا کیا معاملہ رہے گا؟ مختار کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے خداداد اختیار سے یہ ارشاد فرمایا کہ بچہ جب جب الفت ومحبت کی نظر ماں باپ پر ڈالے اسے حج مقبول کا ثواب عطا کردیا جائیگا۔

کرم بالائے کرم یہ کہ صرف ایک مقبول حج کے ثواب پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ ایک دن میں اگر وہ سو مرتبہ بھی محبت کی نظر سے والدین کو دیکھے تو ضرور اسی تعداد میں مقبول حج کا اجر و ثواب عطا کیا جائیگا۔

برادران اسلام! والدین ہمارے لئے خدا کی نعمت ہیں، ان کی زندگی کو غنیمت سمجھیں اور ان کی قدر جانیں، حضرات اہل بیت کرام و صحابۂ عظام اور صالحین امت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ایسے عظیم نمونے پیش کئے کہ تاریخ میں جن کی نظیر نہیں ملتی۔

امام عالی مقام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادب و تکریم کے پیش نظر اپنی والدۂ ماجدہ، خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کھانا تناول نہیں فرماتے تھے، جیسا کہ نزہۃ المجالس میں ہے:

وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَاكُلُ مَعَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَاَلَتْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَخَافُ اَنْ آكُلَ شَيْئًا سَبَقَ اِلَيْهِ نَظَرُكِ فَاَكُوْنَ عَاقًّا لَكِ فَقَالَتْ كُلْ وَاَنْتَ فِيْ حِلٍّ .	سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدۂ ماجدہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے، جب حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اس سے متعلق دریافت کیا تو آپ عرض کرنے لگے: مجھے خوف ہے کہ جس چیز کو آپ تناول فرمانا چاہتی ہوں اگر میں اس میں سے کچھ کھالوں تو کہیں میں آپ کی نافرمانی کرنے والا نہ بن جاؤں۔ تو حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ہمارے ساتھ کھایا کریں! آپ کے لئے مکمل اجازت ہے۔

(نزهة المجالس و منتخب النفائس، باب بر الوالدين، ج1، ص184)

حضرات! اسی طرح کنز العمال شریف میں خدمت والدین کی برکت اور اس کے صلہ میں ملنے والی نعمت سے متعلق حدیث شریف ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " بَيْنَمَا أَنَا فِيْ الْجَنَّةِ إِذْ سَمِعْتُ قَارِئًا، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوْا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَذَلِكَ الْبِرُّ ، كَذَلِكَ الْبِرُّ ، وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ "ق في البعث."	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جب جنت میں داخل ہوا تو اس دوران میں نے کسی پڑھنے والے کی آواز سنی، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا: یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، تب آپ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح نیکی کا بدلہ دیا جاتا ہے، اسی طرح نیکی کا بدلہ دیا جاتا ہے، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی والدہ کی خدمت کرنے والے ہیں۔

(كنز العمال فى سنن الأقوال و الأفعال،حديث نمبر:45937)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی والدۂ محترمہ نے رات کے وقت آپ کو پانی لانے کے لئے فرمایا، جب آپ پانی لیکر حاضر ہوئے تو والدہ محترمہ کی آنکھ لگ چکی تھی، آپ اپنی والدہ کی راحت اور ادب کا خیال کرتے ہوئے رات بھر پانی کا پیالہ ہاتھ میں لئے ٹھہرے رہے۔ جیسا کہ نزہۃ المجالس میں روایت ہے:

قَالَ اَبُو یَزِیْدَ الْبُسْطَامِیُّ	حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ طَلَبَتْ اُمِّیْ	والدہ نے ایک مرتبہ (رات کے وقت) مجھے پانی
مَاءً فَجِئْتُھَا فَوَجَدْتُھَا نَائِمَۃً	لانے کے لئے فرمایا، جب میں (پانی لے کر) ان
فَقُمْتُ اَنْظُرُ یَقْظَتَھَا فَلَمَّا	کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ سوگئی ہیں، تو
اسْتَیْقَظَتْ قَالَتْ : اَیْنَ الْمَاءُ	میں ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں ٹھہرا رہا، جب
فَاَعْطَیْتُھَا الْکُوْزَ وَقَدْ کَانَ	وہ بیدار ہوئیں تو کہا کہ پانی کہاں ہے؟ تو میں نے
سَالَ الْمَاءُ عَلٰی اِصْبَعِیْ	ان کی خدمت میں پیالہ پیش کیا، جبکہ پانی بہہ کر میری
فَجَمَدَ عَلَیْھَا الْمَاءُ مِنْ شِدَّۃِ	انگلی پر آچکا اور سخت سردی کی وجہ سے پیالہ جم
الْبَرْدِ فَلَمَّا اَخَذَتِ الْکُوْزَ	گیا، جب والدہ نے پیالہ لیا تو میری انگلی کی جلد نکل
اِنْسَلَخَ جِلْدُ اِصْبَعِیْ فَسَالَ	گئی اور خون بہنے لگا، انہوں نے کہا: بیٹا! یہ کیا ہے؟ تو
الدَّمُ فَقَالَتْ مَا ھٰذَا ؟	میں نے انہیں سارا واقعہ بیان کیا، انہوں نے میرے
فَاَخْبَرْتُھَا قَالَتِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ	حق میں دعا فرمائی: "اے اللہ! میں اس سے راضی
رَاضِیَۃٌ عَنْہُ فَارْضَ عَنْہُ.	ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہوجا!"

(نزھۃ المجالس و منتخب النفائس، باب بر الوالدین، ج:1، ص:183)

والدۂ محترمہ کی دعا کا یہ اثر رہا کہ آپ فرماتے ہیں: میں سمجھتا تھا کہ مجاہدات وریاضات مقدم ہیں، لیکن جو بات میں اس میں حاصل نہ کرسکا وہ ماں کی رضا مندی وخدمت میں پایا۔ (مواعظ حسنہ، جلد اول، ص128)

والدہ کی دعا کا اثر اور خدمت کی برکت صرف اس دنیا تک محدود نہ تھی بلکہ عالم آخرت میں بھی سرفرازیاں ہوتی رہیں۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے:

فَلَـمَّـا مَـاتَ رَحِـمَهُ اللّٰهُ	اور جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال
تَـعَالٰی رَآهُ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ	ہوا تو آپ کے بعض مریدین نے آپ کو خواب میں
فِـی الْـمَـنَامِ وَهُوَ یَطِیْرُ فِی	دیکھا کہ آپ جنت کے باغوں میں سیر فرما رہے
الْـجِنَانِ وَیُسَبِّحُ الرَّحْمٰنَ	ہیں اور اللہ تعالی کی تسبیح بیان فرما رہے ہیں، انہوں نے
فَقَـالَ لَـهُ بِمَ وَصَلْتَ إِلَی	عرض کیا: آپ اس اعلی درجہ پر کیسے فائز ہوئے؟ تو
هٰـذِهِ الْـمَـنْـزِلَةِ ؟ قَالَ بِبِرِّ	آپ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک
الْـوَالِـدَیْـنِ وَالـصَّبْرِ عَلَی	کرنے اور مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے (مجھے یہ
الشَّدَائِدِ.	مقام حاصل ہوا ہے۔)

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس، باب بر الوالدين، ج:1، ص:183)

۞ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ! ۞

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار اقدس میں مختلف اوقات میں دو سوالات کئے گئے، ایک سوال یہ کیا گیا کہ اللہ تعالی کے دربار میں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ "والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے!"

اور دوسرا سوال یہ کیا گیا کہ " گناہ کبیرہ کیا ہیں" تو اس کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "والدین کی نافرمانی کرنا" جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ	سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت
وَأَشَـارَ إِلَـی دَارِ عَبْـدِ اللَّهِ	ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی
قَـالَ سَـأَلْـتُ الـنَّبِیَّ صَلَّی	اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ کونسا
الـلّٰـهُ عَـلَیْـهِ وَسَلَّمَ أَیُّ	عمل اللہ تعالی کے پاس زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ

الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

نے ارشاد فرمایا: نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا، انہوں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، انہوں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: راہ حق میں مجاہدہ کرنا۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ،باب فضل الصلاۃ لوقتھا ۔حدیث نمبر:527)

نیز صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ: الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ .

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں کبیرہ گناہوں سے متعلق سوال کیا گیا: آپ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کا قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا" کبیرہ گناہ ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب ما قیل فی شھادۃالزور.حدیث نمبر:2653)

حضرات! دیگر گناہوں کے ارتکاب پر اللہ تعالی بندہ کو مہلت دیتا ہے اور آخرت میں ان گناہوں کی سزا ملتی ہے،لیکن ماں باپ کی نافرمانی ایسا سخت گناہ ہے کہ آخرت میں تو اس پر مؤاخذہ ہوگا، مگر دنیا میں بھی اسے مختلف مصائب، تکالیف وآلام میں مبتلا کر کے سزا دی جاتی ہے۔

مستدرک علی الصحیحین اورشعب الایمان میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: کُلُّ الذُّنُوْبِ یُؤَخِّرُ اللّٰهُ مَا شَاءَ مِنْهَا إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ إِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَی یُعَجِّلُهُ لِصَاحِبِهِ فِی الْحَیَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ.

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ "تمام گناہوں میں جن گناہوں پر اللہ تعالی چاہے سزا کو قیامت تک مؤخر فرماتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے، کیونکہ اللہ تعالی 'ماں باپ کے نافرمان کو موت سے قبل دنیا ہی میں سزا دیتا ہے"

(المستدرك على الصحيحين ، كتاب البر والصلة،حديث نمبر: 7372۔ شعب الإيمان للبيهقى، الخامس والخمسون من شعب الإيمان ، وهو باب فى بر الوالدين ، حديث نمبر:7646)

برادران اسلام! اسلام ایسا کامل ومکمل دین ہے کہ جس میں تمام اہل حق کے حقوق بیان کئے گئے ہیں، دین اسلام نے صرف انسانوں کے حقوق ہی بیان نہیں کئے بلکہ جانوروں کے حقوق بھی بیان کئے ہیں، اہل حق کے حقوق کی ادائی کے سلسلہ میں اسلام نے مسلم وغیر مسلم کا فرق روانہیں رکھا ہے، چنانچہ اگر کسی کے ماں باپ غیر مسلم ہوں تب بھی اسلام ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفًا

(اگر والدین غیر مسلم ہوں) تب بھی تم دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

(سورۂ لقمان۔15)

صحیح بخاری ومسلم میں روایت ہے:

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِی اَبِی اَخْبَرَتْنِی اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ اَتَتْنِی اُمِّی رَاغِبَةً فِی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آصِلُهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَی فِیهَا)لَا یَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِینَ لَمْ یُقَاتِلُوكُمْ فِی الدِّینِ)لَا یَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِینَ لَمْ یُقَاتِلُوكُمْ فِی الدِّینِ وَلَمْ یُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ .

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں میری والدہ حسن سلوک کی متمنی بن کر میرے پاس آئیں تو میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اسی بارے میں اللہ تعالی نے آیت مبارکہ نازل فرمائی: ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور عدل کا معاملہ کرو؛ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سورۃالممتحنة 8)۔ (صحیح البخاری ،كتاب الادب ، باب صلة المرأة امها ولها زوج .حديث نمبر:5979۔صحیح مسلم ،كتاب الزكاة ، باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج والاولاد والوالدين ولو كانوا مشركين.حديث نمبر:2372)

جامع الاحادیث اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

" لَا تَـمْشِ اَمَامَ اَبِیْکَ، وَلَا تَسْتَسِبَّ لَـهُ، وَلَا تَجْلِسْ قَبْـلَـهُ، وَلَا تَـدْعُـهُ بِاسْمِهِ " . ابـن السـنـی فـی عـمـل یوم ولیـلة . عـن ابـی هـریـرة؛ طس . عن عائشة ."

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:تم اپنے والد کے آگے نہ چلو،اپنے والد کے لئے گالی کا سبب نہ بنو،ان سے پہلے نہ بیٹھواور انہیں ان کے نام سے نہ پکارو!

(جامع الأحادیث،حدیث نمبر:16942 ۔کنز العمال،حدیث نمبر:45514)

اگروالدین باحیات ہوں توان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شکل یہ ہیکہ ان کی خدمت کی جائے اوران کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور جب والدین میں سےکوئی انتقال کرجائےتوان کےساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ ان کے لئے دعاء مغفرت کی جائے،ان کے ذمہ جوقرض تھا اسے ادا کیا جائے،ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اوراُن کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیاجائے چنانچہ سنن ابوداودشریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِی اُسَیْدٍ مَالِکِ بْنِ رَبِیعَةَ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَـحْـنُ عِـنْـدَ رَسُولِ اللّٰـهِ صَـلَّـی الـلّٰـهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَاجَـاءَ هُ رَجُـلٌ مِـنْ بَنِی سَـلِـمَةَ فَـقَـالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَ

سیدنا ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہےاُنہوں نےفرمایا: اس دوران کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھےکہ قبیلہ بنوسلمہ کےایک صاحب حاضرہوکرعرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے والدین سےحسن سلوک کا کوئی عمل باقی ہےجس کےذریعہ ان کےوصال کے بعداُن سے

ٗ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلاۃُ عَلَیْهِمَا وَالاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِی لاَ تُوصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیقِهِمَا .

حسنِ سلوک کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ان کے انتقال کے بعد حسن سلوک کی صورت یہ ہے: ان کی نماز جنازہ پڑھنا، اُن کے لئے استغفار کرنا، اُن کے بعد اُن کے عہد کو نافذ کرنا اور اُن رشتہ داروں کے ساتھ تعلق رکھنا جن سے ان کی وجہ سے ہی تعلق رکھا جاتا ہو اور اُن کے دوستوں کا احترام کرنا۔

(سنن ابی داود ،کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، ص700حدیث نمبر : 5144)

حضرات! والدین کے سلسلہ میں اولاد پر کئی قسم کے حقوق عائد ہوتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں عظمت والدین سے متعلق بیان کرنے کے بعد بطور اختصار چار حقوق جو والدین کی حیات سے متعلق ہیں اور چار حقوق جو ان کے انتقال کے بعد متعلق ہوتے ہیں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے:

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے اور ان کا ادب بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْنِ بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۞۞۞۞۞

﴿حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ﴾

کی اصلاحی وتجدیدی خدمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ. اَلَّذِینَ یُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّہِ وَیَخْشَوْنَہُ وَلَا یَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّہَ وَکَفَی بِاللَّہِ حَسِیبًا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِکُمْ وَلَکِنْ رَسُولَ اللَّہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ وَکَانَ اللَّہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا-صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام نبیوں کا سردار بنا کر اس دنیائے رنگ وبو میں جلوہ گر فرمایا،آپ ہی کی مبارک ہستی کو ختم نبوت کا تاج پہنایا،اب کوئی نبی ورسول آنے والے نہیں،آپ ہی کی رسالت ونبوت قائم رہے گی، اللہ تعالیٰ دین اسلام کی تبلیغ وتجدید کے لئے ،احکام دین کو پھیلانے اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں ایسے علماء ربانیین وداعیان اسلام پیدا فرماتا رہا جنہوں نے اسلامی تعلیمات عام کیں ،اس نے ایسے نفوس قدسیہ کو توفیق خیر بخشی جو تبلیغ اسلام اور اشاعتِ دین کی راہ میں نہ بادشاہ سے ڈرتے ہیں نہ لشکر وسپاہ سے،کوئی مادی طاقت ان کے عزم مصمم کو بدل نہیں سکتی،انہیں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رہتا۔

ایسے ہی پاکباز بندوں سے متعلق رب العالمین اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّـذِيْـنَ يُبَـلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ	یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے
وَيَـخْشَـوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا	ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا
إِلَّا الـلَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا مَا	کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے والا
كَـانَ مُـحَـمَّـدٌ أَبَـا أَحَـدٍ مِنْ	کافی ہے۔حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
رِجَـالِـكُـمْ وَلَـكِنْ رَسُولَ اللَّهِ	) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں،
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ	بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور
شَيْءٍ عَلِيمًا۔	اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب۔40/39)

ان دو آیات شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا اظہار فرمایا کہ آپ اس کے عظمت والے رسول ہیں، اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔اور اپنے محبوب بندوں کا بھی ذکر فرمایا، ان کے جذبۂ ایمانی اور دینی حمیت کو آشکار فرمایا اور ان کی تبلیغی فکر کو اجاگر فرمایا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیغام کو بندوں تک بخوبی پہنچایا کرتے ہیں اور وہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھاتے، پیغام الٰہی عام کرنے سے متعلق کوئی چیز ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی۔

انہی مبارک ہستیوں میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام ابوالبرکات حافظ محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک عظیم شخصیت ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو دینی ودنیوی فوقیت وبصیرت سے نوازا، علمی وعرفانی سیادت وقیادت عطا فرمائی اور سماجی ومعاشرتی مصلحت وفراست سے بہرہ ور فرمایا۔

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ رب العالمین ہر صدی میں دین اسلام کی تجدید اور اس میں آنے والی خرافات اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے باعظمت شخصیات کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے، جو مشیت خداوندی کو بروئے کار لاتے ہیں، دین متین کی حفاظت کرتے ہیں اور اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں، جہاں تک میں جانتا ہوں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء میں (ایک ہستی کو) اس امت کے لئے بھیجتا ہے جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرتے ہیں۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4293)

حضرت شیخ الاسلام کی ساری زندگی اس حدیث شریف کی مکمل مصداق ہے، آپ نے اپنی ساری زندگی مذہب اسلام میں آنے والی بدعات ومنکرات مٹانے کی خاطر گزاری اور اپنے شب وروز قوم وملت کی رشد وہدایت کے لئے وقف فرمادئے، خاص طور پر اہل دکن آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے مرہون مِنّت ہیں، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے علمی ودینی، عملی واصلاحی، قومی وملی اور سماجی و سیاسی ہر میدان میں اور ہر سطح پر کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں اور آج اہل دکن کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو خیر وبھلائی نظر آتی ہے وہ سیدی شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کا فیضان ہے۔

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی ولادت 4/ربیع الثانی 1264ھ ناندیڑ ریاست مہاراشٹرا میں ہوئی۔

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی جانب سے انچالیس(39) واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے اور والدۂ ماجدہ کے واسطہ سے امام الطریقہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 578ھ) تک پہنچتا ہے۔

افغانستان کے علاقہ سے تشریف لانے والے آپ کے جد کریم حضرت شہاب الدین فرخ شاہ کابلی علیہ الرحمہ ہیں، یہ وہ ہستی ہیں جن کی آل میں حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (متوفی 1034ھ) جیسی جلیل القدر ہستیاں پیدا ہوئیں، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے اکثر اجداد کرام کا تعلق عہدۂ قضاءت سے تھا، جنھوں نے اپنے اپنے دور میں بے شمار علمی واصلاحی کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔(ملخص از معارف انوار،ص2)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے عمر کے ابتدائی پانچ سال گزارنے کے بعد حضرت سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندھاری علیہ الرحمہ کے ہاں ناظرہ قرآن کریم شروع کیا، گیارہ سال کی عمر شریف میں حضرت حافظ امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کی نگرانی میں (جو ایک نابینا بزرگ تھے) حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی، ابتدائی تعلیم اور خصوصی تربیت اپنے والد ماجد حضرت قاضی ابومحمد شجاع الدین قندھاری علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور تفسیر، حدیث اور فقہ میں حضرت فیاض الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ، حضرت عبدالحلیم فرنگی محلی علیہ الرحمہ، حضرت عبدالحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ عبداللہ یمنی علیہ الرحمہ جیسے متبحر علماء کرام سے خصوصی استفادہ کیا اور تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کی۔

ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال آپ نے سرکاری ملازمت کی، لیکن خدائے تعالیٰ کا مقصود اور منشا کچھ اور ہی تھا، آپ کو ملازم بن کر کسی کے ماتحت رہنا نہیں تھا، بلکہ اہل اسلام کی علمی وادبی اور اخلاقی واصلاحی سرپرستی کرنا تھا، حالات کچھ ایسے ہوئے کہ آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، سرکاری ملازمت سے دستبردار ہونے کے بعد لوگ آپ کو دوبارہ ملازمت سے وابستہ ہونے کے لئے مشورے دینے لگے، حضرت شیخ الاسلام نے ان مشوروں کو قبول نہیں فرمایا اور علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس میں منہمک ہوگئے، چنانچہ آپ نے اپنی ساری توانائیاں اسی طرف مرکوز فرمادیں، علم دین کے پیاسے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور علم ومعرفت کے سمندر سے سیراب ہوکر اپنی علمی وروحانی تشنگی بجھالیا کرتے۔

۞ شاہان وقت کی تعلیم وتربیت ۞

بہت جلد آپ کی بہتر تدریس اور عمدہ تربیت کا شہرہ ہوگیا اور سلطنت آصفیہ کے چھٹے فرمانروا نواب میر محبوب علی خان کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا، جب حضرت شیخ الاسلام نے شاہی فرمان ملاحظہ فرمایا تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ قومی خدمت بادشاہوں کی خدمت سے کہیں زیادہ بہتر ہے، پس میں اس کو قبول نہیں کرسکتا، لیکن حضرت مولانا مسیح الزماں علیہ الرحمہ نے جو اس وقت محبوب علی پاشا کی تعلیم وتربیت پر مامور تھے حضرت شیخ الاسلام سے اس ذمہ داری کو انجام دینے کی خواہش کی اور اس معزز عہدہ کو قبول کرنے کی مسلسل گزارش کی، بالآخر آپ نے یہ عہدہ قبول فرمالیا۔

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ اصلاح امت کے ساتھ شاہان وقت کی تعلیم وتربیت بھی فرمائیں، چونکہ حضرت شیخ الاسلام کی فکر ہمیشہ یہی رہتی تھی کہ

امت کی صلاح وفلاح کا بیڑا اٹھایا جائے ،حضرت شیخ الاسلام نے عہدہ کواس لئے بھی قبول فرمالیا کہ شاہان وقت کی اصلاح ہوجائے تو عوام کی اصلاح بآسانی ممکن ہے،اگر شاہوں کی صحیح طور پرتربیت ہوجائے تو جس طرح چاہےقوم کے دھارے کو دنیوی ترقی اوردینی تہذیب کے ماحول سے ملایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ یہ سلسلہ بلا انقطاع جاری رہا،محبوب علی پاشاکے بعد ان کے شہزادہ نواب میرعثمان علی خان نے اوران کے دونوں شہزادوں نواب میرحمایت علی خان اعظم جاہ بہادراورنواب میرشجاعت علی خان معظم جاہ بہادر نے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

○ اسفارحرمین شریفین بیک نظر ○

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے چارمرتبہ حرمین شریفین کا سفر فرمایا۔

پہلاسفرحجاز: حضرت شیخ الاسلام نے 1294 ھ میں پہلاسفرحجازفرمایااوراس سفر میں اعزہ واحباب کی ایک کثیر جماعت آپ کے ساتھ تھی ۔ اسی موقع پرآپ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور بلاطلب خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

دوسرا سفر: شیخ الاسلام نے حرم کعبہ میں عہد کیا تھا کہ ہر پانچ سال میں ایک باریہاں حاضرہوا کرونگا اس کی پابندی میں ۱۳۰۱ھ میں پھرحج کا عزم فرمایا،فراغِ حج کے بعد جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دیارِرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے وطن کی یاد بھلادی۔

تیسرا سفر: تیسرا سفر 1305 ھ میں اس عزم کے ساتھ کیا کہ مدینہ طیبہ میں ہی سکونت اختیارکریں،اس سفر میں آپ سعادت حج سے مشرف ہونے کے بعد مدینۂ منورہ میں

قیام فرما ہوئے اور تین (3) سال مسلسل بارگاہ رسالت میں حاضر رہے،۔
مدینۂ طیبہ میں تیسرے سفر کے موقع پر تین سالہ قیام کے دوران آپ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''انوار احمدی'' تصنیف فرمائی، جس میں آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت پر روح پرور مضامین تحریر فرمائے، اس کتاب کی ترتیب سے متعلق خود حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''جس زمانہ میں کہ آقائے دارین نے بنظرِ کمالِ بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری، افضل البلاد مدینۂ طیبہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً میں منظور فرمائی تھی، چندروز ایسے گزرے کہ کوئی کام درس وتدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا، چونکہ نفسِ ناطقہ بیکار نہیں رہتا، یہ بات دل میں آئی کہ چند مضامین' میلاد شریف وفضائل ومعجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے' کتب احادیث وسیر سے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں۔

ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت، نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت، مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالبًا مناسبِ مقام ہے۔ اور تعجب نہیں کہ اہل اسلام کو اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو، چند اشعار لکھے اور ہنوز مقصود تک پہنچا نہ تھا کہ ان اشعار کی شرح کرنے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ جب تک ماخَذ، اِن مضامین کا بیان نہ کیا جائے، قابل اعتماد نہ سمجھے جائیں گے، چنانچہ اسی مدتِ حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی......۔'' (مقدمۂ انوار احمدی)

حضرت شیخ الاسلام حیدرآباد دکن سے ہجرت فرما کر تا دم زیست مدینۂ منورہ میں قیام کے ارادہ سے حاضر ہو چکے تھے، لیکن ہوا یوں کہ بارگاہ نبوی سے آپ کو سرزمین دکن واپسی کا حکم ملا، آپ کو یہ فکر ہوئی کہ میں ہجرِ یار سے بیقرار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور

یہیں سکونت اختیار کرنا چاہتا ہوں، اگر دکن واپس جاؤں گا تو محبوب کے در سے جدائی ہوجائے گی، فوراً مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، اپنے پیر طریقت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رجوع ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ حکم رسالت میں دارین کی سعادت ہے، حکم کی تعمیل لازمی ہے اوراس میں تردد کی گنجائش نہیں! (ملخص ازمعارف انوار، ص6/5)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی آرزو تھی کہ مدینۂ طیبہ میں سکونت اختیار کرلیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا تھا کہ آپ دکن میں دین کی خدمت کریں، حضرت شیخ الاسلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کردیا اور حیدرآباد دکن واپس ہوگئے ، اس سے یہ ظاہر ہورہا تھا کہ محض حضرت شیخ الاسلام کو مدینۂ منورہ میں قیام کرنا نہیں بلکہ مخلوق کثیر کو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرنا ہےاوران کے دلوں میں عشق ومحبت کی شمع روشن کرنا ہے۔

مدینہ کا کچھ کام کرنا ہے سید
مدینے سے بس اس لے جا رہا ہوں

(محدث اعظم هند)

چوتھا سفر: حرمین شریفین کا چوتھا سفر آپ نے 1308ھ میں کیا۔

ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر صاحب رقم طراز ہیں:

''مولانا انواراللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار عام طور پر انہی مذکورہ تین سفر حرمین شریفین کا ذکر کرتے ہیں۔لیکن مولانا کی کتاب ''مقاصدالاسلام'' حصہ چہارم سے پتہ چلا کہ مولانا نے چار مرتبہ اس مقدس سفر کی سعادت حاصل فرمائی ۔۔۔۔مولانا

اس سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں: ''چنانچہ مجھے بھی بفضلہٖ تعالی اس سفر مقدس کا چار بار اتفاق ہوا''۔

(شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انواراللہ فاروقی :شخصیت،علمی وادبی کارنامے،صفحہ:29 بحوالہ مقاصد الاسلام ،ج4،ص41)

۞ حکم رسالت کے سبب دکن واپسی ۞

حضرت شیخ الاسلام حیدرآباد دکن سے ہجرت فرما کرتا دم زیست مدینۂ منورہ میں قیام کے ارادہ سے حاضر ہوچکے تھے،لیکن ہوایوں کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کوسرزمین دکن واپسی کا حکم ہوا،آپ کو یہ فکر ہوئی کہ میں ہجرِ یار سے بیقرار ہوکر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور یہیں سکونت اختیار کرنا چاہتا ہوں،اگر دکن واپس جاؤں گا تو محبوب کے در سے جدائی ہوجائے گی،فوراً مکہ مکرمہ روانہ ہوئے،اپنے پیر طریقت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رجوع ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ حکم رسالت میں دارین کی سعادت ہے،حکم کی تعمیل لازمی ہے اوراس میں تردد کی گنجائش نہیں!(ملخص ازمعارف انوار، ص6)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی آرزو تھی کہ مدینۂ طیبہ میں سکونت اختیار کرلیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا تھا کہ آپ دکن میں دین کی خدمت کریں،حضرت شیخ الاسلام نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کردیا اور حیدرآباد دکن واپس ہوگئے، بزبان حال گویا یہ اعلان ہورہا تھا کہ محض حضرت شیخ الاسلام کو مدینۂ منورہ میں قیام کرنا نہیں بلکہ مخلوق کثیر کو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرنا ہے اوران کے دلوں میں عشق ومحبت کی شمع روشن کرنا ہے۔

دائرۃ المعارف کا قیام

حضرات !1308ھ میں حیدرآباد دکن واپسی کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے اسلامی علوم وفنون کی عربی کتابوں کی طباعت واشاعت کے لئے عالمی تحقیقی ادارہ ''دائرۃ المعارف'' کا قیام عمل میں لایا، اس ادارہ کے انتظامات کی بخوبی انجام دہی کے لئے آپ نے ایک مجلس تشکیل دی جسے دائرۃ المعارف کی تمام تر ذمہ داریاں سپرد فرمادی تھیں، اس ادارہ سے بہت سی کتابوں پر تحقیق ہوئی اوران کی اشاعت عمل میں آئی ،مخطوطات کے ذخیرہ سے جن لعل وگوہر کونکال کراس ادارہ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اسے دنیائے علم وفن ،فراموش نہیں کرسکتی ،آج یہی ادارہ اسلامی کتب کی تحقیق وتصحیح کے حوالہ سے عالم تحقیق وریسرچ میں مشہور ہےاورحیدرآباد کی ایک عظیم علمی شناخت بن چکا ہے۔

مدینۂ طیبہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے شخصی طور پر گرانقدرسرمایہ خرچ کرکے حدیث شریف کی متعدد کتابوں کے قلمی نسخوں کونقل کروایا، جس میں کنزالعمال شریف سرفہرست ہے، یہ فن حدیث شریف کی وہ عظیم کتاب ہے، جو(70)ستر سے زائد کتب حدیث کا مجموعہ کہلاتی ہے ،جس میں چھیالیس ہزار چھ سؤسولہ(46616)احادیث وآثار پر مشتمل ہے، نیز یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کاہی فیضان ہے کہ دائرۃ المعارف سے کنزالعمال کی اشاعت ہوئی،تب دنیا نے دیکھا کہ کنزالعمال حدیث شریف کا بہت بڑاذخیرہ ہے اور ساری دنیا میں استفادہ کا ذریعہ ہے۔(ملخص ازمطلع الانوار،ص67)

حجاز مقدس سے واپسی کے بعدحضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ دوبارہ تصنیف وتالیف اوردرس وتدریس میں مصروف ہوگئے ،تاکہ اسلامی افکار کی اشاعت ہو، صحیح

عقائد کی ترویج ہو، ملت کی اعتقادی وعملی اصلاح ہو، عوام صلاح وفلاح حاصل کریں اور دینی ودنیوی ہر میدان میں ترقی کی راہیں طے کرتے رہیں۔

۞ باطل فرقوں کی فریب کاریوں پر دلسوزی کا اظہار ۞

اُس دور میں لوگ مذہب ومسلک سے دور گمراہیوں کا شکار ہو چکے تھے، اسلام کے بعض نام لیوا' دین کے نام پر بے دینی پھیلا رہے تھے، کتاب وسنت پر عمل کا دعوی کرنے والے گمراہ فرقے اپنے باطل نظریات کا جال بچھا چکے تھے اور ہمارے بھولے بھالے بھائی ان کے دام فریب میں آرہے تھے۔

حضرات! اس سلسلہ میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ باطل فرقوں کے افراد کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اوران فرقوں میں شامل ہونے والے افراد کسی دوسرے مذہب کے نہیں، خود مسلمان ہیں، کسی اور فرقہ کے نہیں، اہل سنت وجماعت ہیں، باطل کی ان دسیسہ کاریوں پر دلسوزی کا اظہار کرتے ہوئے اورعوام اہل سنت کی بے توجہی ولا پرواہی پر افسوس کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قابل توجہ یہ بات ہے کہ جسکا اثر پڑتا ہے ہمارے سنی حضرات ہی پر پڑتا ہے، قادیانی، نیچری وغیرہ نے الحاد کی عام دعوت دی اور تبلیغ کر رہے ہیں، مگر نہ کوئی اہل یوروپ نے انکی بات مانی، نہ ہندوؤں نے اور نہ کسی اسلامی فرقہ نے، خدا ہماری جماعت کو سلامت رکھے!، یہی حضرات سخی ہیں کہ ہر ایک کی مراد پوری کرتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کے شریکِ حال ہوکران کا ایک گروہ بنادیتے ہیں، عقل سے معذور ہوں تو ہوں، بے تعصب اور منصف اس درجہ کے کہ جس نے کچھ کہہ دیا، اسکو کمالِ غور سے دیکھیں گے اور بے علمی اور کم عقلی سے جواب نہ سوجھے تو اسی کا نام انصاف رکھیں گے کہ وہ مان لیا جائے،

ادھر جاہلوں کو شکار کرنے کے ہتھکنڈے ہاتھ لگ گئے ہیں، وہ ایسے دام بچھاتے ہیں کہ خواہ مخواہ ان میں پھنس جائیں، اگر علم ہوتو ان کی مکاریاں اور جعلسازیوں کا جواب دے سکیں، پھر عقل پر ناز ہے کہ ہم ہر چیز کو خوب سمجھ سکتے ہیں! اگر کچھ خرچ کر کے ایمان خریدا ہوتا تو اس کے کھو جانے کا کچھ غم ہوتا! وہ تو باپ دادا کی کمائی تھی، مال میراث کی طرح بے دریغ لٹا دینی کوئی مشکل بات نہیں، اگر ایک روپیہ کوئی دھوکہ دیکر لے جائے تو عمر بھر یاد رکھیں گے، مگر کوئی پُھسلا کر ایمان لے جائے تو اس کی کچھ پرواہ نہیں، اب کہئے کہ ان کو ایمان سے کیا تعلق؟ پھر ایسوں کا اہل اسلام میں رہنے سے فائدہ ہی کیا!! بلکہ ایسے لوگوں کو تو علیحدہ ہو جانا ہی قرینِ مصلحت ہے، خس کم جہاں پاک۔

البتہ قابل افسوس یہ ہوگا کہ کوئی ایماندار آدمی بے ایمان ہو جائے۔ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ آخری زمانہ میں جو فتنے ہوں انکو مکروہ نہ سمجھو، بہر حال یہ دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ اہل ایمان کو استقامت عطا فرمائے کہ اخیر زمانے کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔

(مقاصد الاسلام، حصۂ چھارم،ص 68/ 69)

۞ عقائد باطلہ کا رد بلیغ ۞

گمراہ فرقوں کی جانب سے مسلسل حملوں کے سبب اور عقائد صحیحہ سے متعلق عام مسلمانوں کی سرد مہری و بے مروتی کے باعث حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے اپنے قلم کو جنبش دی اور جس زاویہ سے دین متین کے خلاف کوئی معاملہ درپیش ہوتا فوراً اس کا رد بلیغ فرماتے، اس دور میں خالق کائنات کی ذات قدسی صفات سے متعلق بے جا تاویلات کئے جا رہے تھے، جن سے اس کی خالقیت کا انکار ہو رہا تھا، حضرت شیخ الاسلام

نے اپنی کتاب مقاصد الاسلام حصۂ سوم میں اس عنوان پر لکھی جانے والی کتاب ''الکلام'' کی بروقت تردید فرمادی۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں باطل تاویلات کے ذریعہ عقیدۂ ختم نبوت پر رکیک شبہات پیدا کئے جارہے تھے، حضرت شیخ الاسلام نے اس سے متعلق تمام شکوک کو دفع کرتے ہوئے مرزا قادیانی اور اس کے ہم نوا افراد کا نہایت عمدگی اور مکمل سنجیدگی سے رد فرمایا، اور اس عنوان پر لکھی جانے والی کتب ''ازالۃ الاوہام'' اور ''تائید الحق'' کے رد میں ''افادۃ الافہام'' (دو حصے) اور ''انوار الحق'' نامی کتب تصنیف فرما کر آپ نے فرض منصبی ادا کردیا۔

گمراہ فرقوں کی جانب سے حمایتِ توحید اور دفعِ شرک و بدعت کے غرور میں شان رسالت میں بے ادبی کی فکر دی جارہی تھی، آپ نے فی الفور اس کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی تحریرات کے ذریعہ اُس فتنہ کا سد باب کیا، بالخصوص مدینۂ منورہ میں لکھی گئی کتاب ''انوار احمدی'' اور مقاصد الاسلام کے گیارھویں حصہ سے کتاب وسنت کی روشنی میں شان رسالت اور مقام نبوت کو آشکار فرمایا۔

جب ائمۂ اربعہ کی تقلید کو گمراہی سے تعبیر کیا جارہا تھا، آپ نے فقہ اور تقلید کی اہمیت وافادیت پر ''حقیقۃ الفقہ'' نامی ایک تحقیقی کتاب دو جلدوں میں تصنیف فرمائی۔

انبیاء کرام کے معجزات کا انکار اور اس میں غلط تاویلات پر مشتمل ایک رسالہ ''التحریر'' شائع ہوا، حضرت شیخ الاسلام نے عقلی ونقلی اور منطقی وفلسفی ہر زاویہ سے مقاصد الاسلام کے حصۂ دوم اور نہم میں معجزات کی حقانیت کو ثابت کیا۔

فرقۂ روافض کی سرکوبی کے لئے اس کے باطل عقائد ونظریات سے متعلق مقاصد

الاسلام حصۂ پنجم وششم میں تفصیلی بحث فرمائی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا رد بلیغ فرمایا۔

اہل قرآن کے نام سے ایک فرقہ زور پکڑ رہا تھا، آپ نے اس کی شرعی گرفت فرمائی اور حدیث شریف کی حُجِّیَّتُ اور اس کی ضرورت کو کتاب وسنت کے مضبوط دلائل سے مقاصد الاسلام کے حصۂ چہارم میں ثابت فرمایا۔

اصلاح امت کے وسائل اور اس کا استحکام

الغرض حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے قوم وملت کی اصلاح کیلئے خط وکتابت کے علاوہ ہر ممکن ذریعہ کو استعمال فرمایا، ایک طرف تحقیقی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا تو دوسری طرف علمی ودینی نایاب کتب کی فراہمی کے لئے آصفیہ سنٹرل لائبریری کا قیام آپ ہی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے، جو عوام کی علمی وادبی ضرورتوں کے لئے استفادہ کا باعث ثابت ہوا۔(ملخص از مطلع الانوار، ص68)

ملت کی شرعی رہنمائی کے لئے جامعہ نظامیہ کے احاطہ میں حضرت شیخ الاسلام نے اپنی شخصی نگرانی میں دارالافتاء کی بنیاد ڈالی، دارالافتاء کے قیام سے لیکر اب تک لاکھوں فتاوی جاری ہو چکے ہیں، جامعہ نظامیہ کے دار الافتاء سے جاری کردہ فتاوی کو حکومت ہند، سرکاری ادارے، بالخصوص ملک کی تمام عدالتیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں اور انہیں قبول کرتی ہیں۔(ملخص از مطلع الانوار، ص76)

اسی طرح آپ نے علمی کتب کی نشر واشاعت کے لئے ''اشاعت العلوم'' کے نام سے ایک مجلس قائم فرمائی، جہاں سے عقائد واعمال کی اصلاح سے متعلق سینکڑوں کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں اور آج بھی دینی ومذہبی کتب کی اشاعت وطباعت کا سنہرا سلسلہ جاری ہے۔(ملخص از مطلع الانوار، ص60)

۞ جامعہ نظامیہ کا قیام اور اس کے مقاصد ۞

جامعہ نظامیہ جو آج ملک کی ایک عظیم وقدیم اسلامی یونیورسٹی ہے،اس کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی شعور بیدار کیا جائے ، انہیں دینی تعلیم سے روشناس کروایا جائے ، مذہب اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کی جائے ،نونہالان امت اور نوجوانان ملت کو اس کام کے لئے ابھارا جائے ، انہیں تصنیف وتالیف کے لائق بنایا جائے ،ان میں تقریر وتحریر کی صلاحیت پیدا کی جائے اور ان سے مسلک حق اہل سنت وجماعت کی حفاظت کی خدمت لی جائے ،اس کے عقائد صحیحہ کی ترویج کا کام لیا جائے۔(ملخص ازمطلع الانوار ،ص70،انوار الانوار،ص135/134)

الحمدللہ جامعہ نظامیہ اپنے بانی کے افکار سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ،انہی مقاصد کی تکمیل میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہےاور یہ حقیقت ہے کہ یہاں کے فارغین اور علماء ہند وبیرون ہند اقطاع عالم میں اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے ہیں،حضرت شیخ الاسلام نے ایک طرف علماء حق کی جماعت تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا،تو دوسری طرف اپنے مریدین ومتوسلین کے لئے فیض رسانی کا سلسلہ جاری فرمایا ، تاریخ شاہد ہے کہ آپ روزانہ رات دیر گئے ،تصوف کی عظیم کتاب ''فتوحات مکیہ'' کا درس دیا کرتے جس کا سلسلہ تقریباً تہجد تک جاری رہتا۔(ملخص ازمطلع الانوار،ص33)

اس درس میں حضرت شیخ الاسلام کے مخصوص تلامذہ بعض خلفاء ومریدین شرکت کیا کرتے ،حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے انتخاب فتوحات مکیہ کے بطور قیمتی نکات بھی قلمبند فرمائے ،جس کا قلمی نسخہ جامعہ نظامیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

منصب ''شیخ الاسلام'' کے لئے انتخاب

برادران اسلام! چونکہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے شاہان آصفیہ کی علمی اور دینی سرپرستی کی تھی اور شاہان وقت نے آپ کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کیا تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ دین متین کی اشاعت میں پیش پیش رہے اوراس کی تبلیغ میں اپنی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا اور عملی نمونہ بھی پیش کیا چنانچہ جب نواب میر عثمان علی خان ساتویں فرمانرواں کی حیثیت سے مسند نشیں ہوئے تو حضرت شیخ الاسلام کو 19 ر جمادی الاولی، 1330ھ میں امور مذہبی کے ''وزیر'' اور سلطنت دکن کا ''صدر الصدور'' منتخب فرمایا لیکن آپ نے یہ کہہ کر معذرت خواہی کی کہ سرکاری ملازمت کے لئے انتہائی عمر پچپن (55) سال مقرر ہے اوراس وقت آپ کی عمر شریف 66 سال سے تجاوز کرگئی تھی، گویا آئینِ سلطنت کے مطابق سرکاری ملازمت کی اہلیت کی مدت گزرچکی تھی، لیکن شاہ وقت نے اعلان کیا کہ ''اس وقت ملک کی خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے''۔(ملخص از مطلع الانوار، ص 24،انوار الانوار،ص 82/80)

آخرکار حضرت شیخ الاسلام نے بحیثیت وزیر امور مذہبی عہدہ کا جائزہ لیا اور آپ کی دینی و مذہبی اصلاحات حکومتی سطح پر نافذ العمل ہوتی رہیں اور قومی وملی خدمات کا تسلسل بلالحاظ مذہب وملت جاری رہا، دوسال کے مختصر وقفہ میں آپ کی بہترین خدمات کی وجہ سے ''وزیر مذہبی'' کا عہدۂ جلیلہ آپ کے سپرد کیا گیا اور آپ ''شیخ الاسلام'' کے مبارک منصب پر فائز ہوئے جو' تاوقتِ وصال آپ سے منسلک رہا، اس اثناء میں ملت کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہا، جس کی تجدید واصلاح کا کارنامہ حضرت شیخ الاسلام نے انجام نہ دیا ہو۔

۞ مساجد کی تعمیر اور آبادکاری ۞

ناموس توحید و رسالت کے تحفظ کے پیش نظر آپ نے ملک و بیرون ملک مساجد تعمیر کروائیں، بالخصوص ان میں آسٹریلیا اور بصرہ کی مساجد قابل ذکر ہیں، شہر ومضافات میں جو مساجد خستہ اور مخدوش ہوچکی تھیں ان کی مرمت اور آبک پاشی کا اہتمام فرمایا، جو مساجد غیر آباد اور ویران تھیں انہیں آباد کروایا، اور منظّم طور پر خطیب، امام اور مؤذن کا تقرر فرمایا۔(ملخص ازمطلع الانوار، ص50،انوار الانوار، ص100)

مساجد تعمیر کرنے اور انہیں آباد کرنے والوں کے لئے کتاب وسنت میں بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں، سورۂ توبہ میں ارشاد حق تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ	بیشک اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی آباد کرسکتا ہے
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	جواللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور نماز کو
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ	قائم کیا اور زکوۃ ادا کیا ہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ
وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ	ڈرتا ہو۔

(سورۃ التوبۃ۔18)

مسجدوں کو بنانے اور آباد کرنے والوں کے عقیدہ وعمل کو بیان کیا گیا کہ وہ کامل الایمان بھی ہوتے ہیں، عقائد صحیحہ میں پختہ ہوتے ہیں اور عبادات ومعاملات کے سلسلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں، ان کے دل خوف خدا سے معمور ہوتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے سوا کسی سے خوف نہیں کھاتے، حضرت شیخ الاسلام کی زندگی سراسر اس آیت مبارکہ کی آئینہ دار ہے، غور کریں! جن کے آگے شاہان وقت کے سرخم ہوں بھلا وہ کسی سے کیا خوف کھاسکتا ہے؟۔

۞ مدارس کی تاسیس اور تنظیم ۞

تاریخ شاہد ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت دار ارقم میں مدرسہ کا قیام عمل میں لایا، جبکہ مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، مدینہ منورہ کی گلیاں جب نور اسلام سے روشن ہوئیں تو معلم کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر وہاں روانہ فرمایا اور وہ اہل مدینہ کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے۔

اسی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام نے ملک و بیرون ملک دینی مدارس کے قیام اور ان کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور ان کے استحکام کے لئے خطیر رقم جاری فرمائی۔ (ملخص از مطلع الانوار، ص48) تاکہ ان مدارس میں مسلمانوں کی نسلیں تعلیم حاصل کرتی رہیں، اسلامی تہذیب سے آشنا ہو کر ملت کی صحیح رہنمائی کرنے کی اہل بن جائیں اور شریعت کی بنیادی تعلیم حاصل کر کے اسلام کے سچے پاسبان اور کاروان امن وسلامتی کے سالار بن جائیں۔

۞ دار العلوم معینیہ کا قیام اور اس کے معروف فارغین وفیض یافتگان ۞

شیخ الاسلام نے دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں قائم فرمایا، اس دار العلوم کے صدر المدرسین کی حیثیت سے شمس العلماء حضرت مولانا محمد معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب القول الاظہر نے خدمت انجام دی، بعد ازاں صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ صاحب بہار شریعت صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے، اس زمانہ میں دار العلوم معینیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے مشہور حضرات میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بانی الجامعہ الاشرفیہ، حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

،شیخ الحدیث مظہر الاسلام بریلی ،حضرت مولانا سید غلام شمس الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ مصنف قانون شریعت ،صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری، مفتی اعظم حضرت مولانا رفاقت حسین مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی مولانا محمد محسن شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔(دیکھئے معارف شارح بخاری رضا اکیڈمی ممبئی 2000ء)

ملت کی شرعی رہنمائی

دینی خدمات مؤذنی، امامت، خطابت اور قضاءت وغیرہ کی بخوبی انجام دہی کے لئے ایک نصاب کی ضرورت تھی ،حضرت شیخ الاسلام نے ایک مثالی نصاب ترتیب دینے کا حکم فرمایا، جس کی ترتیب کا کام آپ کے ایک شاگردِ رشید حضرت مولانا قاضی غلام محی الدین صاحب علیہ الرحمہ نے انجام دیا جو''نصابِ اہل خدمات شرعیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور یہ نصاب آج بھی امت مرحومہ کی شرعی رہنمائی کے لئے بہر طور مفید ومعتبر مانا جاتا ہے۔الحمدللہ عمومی فائدہ کی غرض سے معتمد جامعہ نظامیہ مولوی سید احمد علی صاحب نے اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو مجلس اشاعت العلوم سے شائع ہو چکا۔

اولیاء کرام کے آستانوں اور بزرگان دین کی خانقاہوں کے تحفظ کے لئے حضرت شیخ الاسلام نے خصوصی توجہ فرمائی' سجادگان اور متولیان کی تربیت کے لئے دستور کی تشکیل اور ان کے لئے مخصوص نصاب کی تدوین کی طرف توجہ فرمائی اور یہ نصاب ''ہدایات الشیوخ'' کے نام سے موسوم ہوا ، جسے آپ ہی کے شاگرد حضرت سید شاہ ابوالقاسم شطاری علیہ الرحمہ صدر المدرسین جامعہ نظامیہ نے ترتیب فرمایا۔

(ملخص از انوار الانوار، ص 96)

سالکوں کے رہنما اور عارفوں کے بادشاہ
کاملوں کے مقتدی و پیشوا انوار ہیں

(مؤلف)

حضرت شیخ الاسلام ہی نے دینی تعلیم کواس دور کے سرکاری مدارس میں لازمی قرار دیا ، مذہبی لٹریچر کو مسلمانوں کے نادار طبقہ میں مفت تقسیم کروایا،شہر واضلاع اور دیہاتوں میں مذہبی حمیت اوردین پر استقامت کو باقی رکھنے کے لئے خطباء کا انتظام فرمایا،شریعت مطہرہ کی روشنی میں تجہیز وتکفین کے لئے غسالوں کی تربیت کا اہتمام فرمایا، ان کا امتحان مقرر فرمایااس سے متعلق ''نصاب غسالان'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کروائی اوراس کو تقسیم کروایا۔(ملخص از مطلع الانوار،ص58،انوارالانوار،ص 107)

جانوراور ذبیحہ کوحلال کرنے اورشریعت کے مطابق ذبح کرنے کے لئے مستند، تعلیم یافتہ ملاؤں کا تقرر فرمایا،جس کا سلسلہ الحمدللہ دِیاردکن میں آج بھی جاری ہے۔

(ملخص ازمطلع الانوار ،ص55،انوار الانوار،ص98)

۞ شیخ الاسلام دینی وعصری علوم میں نابغۂ روزگار ۞

دین اسلام کے ساتھ ساتھ مذاہب عالم میں کوئی مذہب اساسی طور پرعلم وتحقیق کا انکارنہیں کرتا ، بلکہ مبنی برحقیقت یہی بات ہے کہ اسلام کی آمد کے بعدسائنس کوارتقاء نصیب ہوا،کتاب وسنت کا پیام جتنا عام ہوتا گیا سائنسدانوں کومخلوقات الٰہی کی وسعت کا علم ہونے لگا ، کلام الٰہی کے ذریعہ دانشمند طبقہ کو مظاہر قدرت میں بار بارغور وفکر کی دعوت دی گئی ،حکیم مطلق کی اس تاکید پراہل اسلام وارباب فکرونظر نے غوروخوض کرکے

قرب الٰہی کے منازل طئے کئے، اور مادہ پرست وظاہر بیں آثار واسباب میں تدبر وتفکر کر کے انہیں کو موثر ومسبب قرار دینے لگے جبکہ ان میں کی قابل لحاظ تعداد نے تدبر وتفکر کے ذریعہ عرفان حق حاصل کیا جس کے باعث وہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئی۔

دین کو سائنس کے تابع بنانے والی ایک جماعت جب سر اٹھانے لگی تو خالق کائنات نے ان کو انہیں کی عقل اور ان کے مبلغ علم کے مطابق سمجھانے کے لئے فاروقی گھرانے میں عدالت کے پیکر، صوفیٔ باصفا، محقق بے مثال، علوم جدیدہ وسائنس کے ماہر مدبر ودانشور کو پیدا فرمایا جنہوں نے سائنس کے گرویدہ لوگوں کی عقلوں کو صحیح رخ عطا کیا۔ فلکیات وارضیات کے بے آب وگیاہ میدانوں میں سرگرداں سائنسدانوں کا ہاتھ تھام کر عرفان الٰہی کے لہلہاتے چمنوں میں سانس لیکر جینا سکھایا اور بتلایا کہ آثار ومظاہر قدرت سے معرفت کردگار حاصل کی جائے اور اس کی ذات پر ایمان لایا جائے۔

شیخ الاسلام نے سائنس کے جن علوم پر بحث فرمائی وہ یہ ہیں:

فلکیات(ASTRONOMY)،ارضیات(GEOLOGY)

ٹکنالوجی (Teknologi)،فرنالوجی(Phrenology)، مسمر یزم(MESMERISM)،

طبعیات(PHYSICS)، نباتات (BOTANY)، ریاضیات(MATHS)،علم طب(Medicine)

شیخ الاسلام نے سائنس پر گفتگو اور سائنسی مباحث میں بنیادی طور پر تین طریقے اختیار فرمائے۔

(1) عقائد اسلام سے ٹکرانے والے سائنسی اصول کا بالکلیہ رد فرمایا سائنسی اصول کو تسلیم کر کے دینی اصول میں غلط تاویل نہیں کی جیسا کہ آپ کے ہمعصر بعض لوگوں

نے اسلامی حقائق میں باطل تاویل سے کام لیا۔

(2) بلکہ سائنسی تحقیقات ومباحث پر دقیق وعمیق بحث کر کے ان کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو ثابت فرمایا۔

(3) آپ نے جابجا سائنسدانوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ فرمایا اور ان کے مسلمہ اصول کے ذریعہ اسلام پر ان کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دیا، وہ کہاں کہاں کس طریقے سے خطا کر گئے اس کی نشاندہی فرمائی۔

''سائنٹفک طریقہ'' سے انگوٹھے چومنے کے مسئلہ پر انوکھی بحث

اذان میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا احادیث شریفہ سے ثابت ہے یہاں خیال ہوتا ہے کہ نام مبارک کان سے سن کر انگوٹھوں کو چومنے اور آنکھوں پر ملنے کی کیا وجہ ہے؟ عقل کی بنیاد پر غور کیا جائے تو آدمی تذبذب میں پڑ جاتا ہے یا پھر انکار کے درپے ہوتا ہے، حضرت شیخ الاسلام نے اس پر سائنٹفک انداز میں بحث فرمائی اور اپنے دور کے نہایت جدید ایجاد ٹیلیفون کے ذریعہ ثابت کیا کہ یہ برکت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے، شیخ الاسلام رقمطراز ہیں:

اسی طرح ملفوظی نام مبارک سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہم نے متعدد کتابوں سے انوار احمدی میں نقل کیا ہے کہ جب موذن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے اور سننے والا دونوں ابہاموں (انگوٹھوں) کے ناخنوں پر بوسہ دے کر آنکھوں پر ملے تو آشوب چشم سے اس کی آنکھیں محفوظ رہیں گی' اور جو شخص آنکھوں پر ملنے کے وقت یہ دعا پڑھے: **اللهم احفظ حدقتی و نورهما ببركة حدقتی محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم و نورهما.** تو وہ اندھا نہ ہوگا' اور

ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی فقیہ محمد سے روایت کی ہے کہ ایک بار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری ان کے آنکھ میں گری بہتیرا اس کو نکالا' نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا۔ جب موذن سے **اشھد ان محمدا رسول الله** سنا' حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی انتہٰی۔

یہ برکت نام مبارک کے الفاظ سے ہوئی جو ناخنوں کو آنکھوں پر ملنے کی وجہ سے تھی۔ منشاء اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ موذن کے منہ سے جو ہوائے صوتی نکلی اس میں وہ ہوا جو حروف نام مبارک سے مکیف تھی کہ پہلے اس کو بوسہ دیا اس کے بعد اپنی آنکھوں پر ملا جس کا اثر یہ ہوا کہ آنکھیں تمام بلیات سے محفوظ ہوگئیں۔ ہر چند یہ بظاہر سمجھ میں نہ آئے گا کہ نام مبارک کا اثر آنکھوں تک کیونکر پہنچا۔ مگر سائنس میں غور کیا جائے تو اس کا استبعاد کم ہوسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک آلہ ایجاد ہوا ہے۔ جس سے بغیر تار برقی کے صدہا کوس پر خبر پہنچائی جاتی ہے جتنے دور پر چاہیں وہ آلہ رکھ دیں۔ جب ایک آلہ میں مقررہ اشارات عمل میں آئیں تو دوسرے آلہ میں فوراً وہ نمایاں ہوجاتے ہیں یہ سب اندر ہی اندر ہوتا ہے۔ اس مسافت بعیدہ میں کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہوا کے اندر وہ خبر جارہی ہے۔ اسی طرح برکت اس نام مبارک کی آنکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ غرضکہ جس طرح بحسب اعتقاد ابن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی برکت لباس خاص میں آئی اور لباس کی برکت اس مقام میں آئی جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے اس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں کے ذریعہ اپنے منہ تک پہنچایا۔ اسی طرح حضرت کے ذات کی برکت نام مبارک میں اور نام مبارک کی برکت ہوا میں آئی' اور برکت ہوا بذریعہ ناخن ابہام' لبوں اور آنکھوں تک پہنچائی گئی۔

(مقاصد الاسلام' ج:9' ص:181-180)

۞ اصلاح امت کے لئے دیگر اقدامات ۞

بندگان خدا کو راہ حق پر لانے کے لئے اور انہیں صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے کلام الٰہی اور احادیث نبوی میں کئی مقامات پر حکم دیا گیا کہ ایمان والوں کو ساری انسانیت کی اصلاح اور سدھار کی فکر کرنی چاہئے، سورۂ نحل میں ارشاد ہورہا ہے:

اُدْعُ إِلٰـــی سَبِیْـــلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ أَحْسَنُ۔

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلایئے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کیجئے جو سب سے بہتر ہو۔

(سورۃ النحل ۔125)

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام نے عامۃ المسلمین کی عادات واطوار اور اخلاق وکردار کی اصلاح کے لئے ''انجمن اصلاح مسلمانان'' کا قیام عمل میں لایا۔

(ملخص ازمطلع الانوار ،ص52،انوار الانوار،ص88)

امت مرحومہ کو شریعت مطہرہ پر پابند کرتے ہوئے نشہ آور اشیاء، شراب وغیرہ کے استعمال کو قابل سزا جرم قرار دیا، شراب کی دکانوں کو بیرون شہر منتقل کرنے کے احکام جاری فرمائے اور مخصوص ومبارک مواقع پر انہیں کھلا رکھنے پر پابندی عائد کردی۔

(ملخص ازمطلع الانوار ،ص52،انوار الانوار،ص88)

رمضان المبارک میں دن کے اوقات میں بھی تقاریب اور دعوتیں ہوا کرتیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان پر روک لگادی، ہوٹلیں کھلی ہوتی تھیں، آپ نے ہوٹلوں پر دن میں پردے لگانے کا حکم صادر فرمایا۔

(ملخص از انوار الانوار ،ص100 ۔ معارف انوار،ص14)

حکومت آصفیہ کے دور میں ناپ تول کے پیمانے یکساں نہیں تھے، عموماً خرید وفروخت کے وقت ناپ تول میں کمی بیشی ہوا کرتی تھی، حالانکہ یہ شریعت میں گناہ عظیم ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں کمی زیادتی کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی، حضرت شیخ الاسلام نے ملک میں رائج تمام پیمانوں کی تصحیح اوردرستگی کا انتظام کروایااورناپ تول سے پیدا ہونے والی خرابیوں کاازالہ فرمایا۔

(ملخص از مطلع الانوار ،ص58۔انوار الانوار،ص106)

دینی کتب اور منتشر متبرک اوراق کی پڑیاں باندھی جاتی تھیں،حضرت شیخ الاسلام نے خاص طور پر ملت کواس بے ادبی اور بے حرمتی کے وبال سے بچانے کیلئے ''انجمن تحفظ اوراق متبرکہ''نامی مجلس تشکیل دی، جسے آپ نے دینی کتب،اسلامی صفحات اور بالخصوص کلام الٰہی کےاوراق کےتحفظ کی ذمہ داری سونپی تھی

(ملخص از انوار الانوار ،ص107)

حضرت شیخ الاسلام کے مدینۂ منورہ میں قیام کے دوران کسی نے آپ کو یہ اطلاع دی کہ فلاں صاحب فاقہ کی وجہ سے مٹی گھول کر پیا کرتے ہیں اورکسی کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہارنہیں کرتے ، یہ سنتے ہی حضرت شیخ الاسلام بے قرار ہوگئے ،آپ پر اس واقعہ کااتنا گہرااثر ہوا کہ آپ نے اسی وقت مدینہ شریف کے مسکین حضرات کی امداد اوران کی خدمت کے لئے انجمن قائم فرمائی،جس کی آپ نے اپنے قیام تک بخوبی نگرانی فرمائی۔(ملخص از مطلع الانوار ،ص41)

غم کے بادل چھٹ گئے سب آپ کی تسکین سے
دردمند و غمزدہ کا مدعا انوار ہیں
(مؤلف)

قمری تاریخ کا دارومدار چاند پر منحصر ہوتا ہے، عموماً ماہانہ چاند کے دکھائی دینے یا نہ دکھائی دینے سے متعلق الجھن رہا کرتی تھی، خاص طور پر رمضان اور عید الفطر کے چاند دیکھنے کے مسئلہ پر لوگ تشویش میں رہتے تھے، حضرت شیخ الاسلام نے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے ایک کمیٹی ''رؤیت ہلال'' کے نام سے تشکیل فرمائی جس میں آپ نے علماء ومشائخ اور ماہرین فلکیات کو شامل فرمایا اور بنفس نفیس خود بھی اس کی نگرانی فرمایا کرتے، رؤیت ہلال کمیٹی کی خدمات کا یہ سلسلہ الحمد للہ آج بھی حیدرآباد دکن وغیرہ میں برقرار ہے۔(ملخص از مطلع الانوار، ص56 ۔ انوارالانوار، ص112تا115)

حضرات! واضح رہے کہ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ سلطنت کے ایک معزز مذہبی وزیر تھے، لہذا آپ دکن کے مختلف مقامات کے سرکاری دورے بھی فرمایا کرتے، مذہبی امور کا بخوبی معاینہ کرتے، دینی خدمات کا جائزہ لیتے اوراس میں ضروری اصلاحات فرماتے، 1325ھ میں آپ نے اورنگ آباد اوراس کے قرب وجوار کے چار علاقوں کا دورہ فرمایا تھا اور اس دورہ میں آپ نے چورانوے (94) مقامات کا معاینہ کیا، جس میں اٹھائیس (28) مساجد، سات (7) مدارس، انتیس (29) بارگاہیں اور اس کے علاوہ دیگر دفاتر، عیدگاہ، قبرستان' موقوفہ مکانات اور سرائے وغیرہ شامل ہیں۔

چونکہ آپ سلطنت کے مذہبی وزیر تھے، اس مناسبت سے آپ کے زیراختیار غیر مسلم اقوام سے متعلق امور اور جائیدادیں بھی تھیں' آپ نے غیر جانبداری اور امانتداری کے ساتھ اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔

(ملخص از: انوار الانوار، ص119/118)

ان مقامات کا آپ نے نہ صرف معاینہ فرمایا، بلکہ ان سے متعلق حکام کو

ضروری ہدایات دیں، اسی طرح 1322ھ میں ''روضۂ بزرگ حضرت بندہ نواز'' کی خدمات آپ کوتفویض کی گئیں تو آپ نے حضرات سجادگان کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا ، بارگاہ کی تعمیر وترمیم اور دیگر کئی رفاہی امور انجام دئے ،گلبرگہ شریف میں ''مدرسہ دینیہ '' کی بنیاد ڈالی،شفاخانہ کا قیام عمل میں لایااوراس کامکمل انتظام فرمایا۔

(ملخص از:انوارالانوار، ص102/101)

۞ دکن میں نظامِ قضاءت کا نفاذ وترویج ۞

آج سے ڈیڑھ سوسال پہلے شادی بیاہ زبانی ہوا کرتے تھے،عقدنکاح کی کوئی دستاویز موجودنہیں رہتی ،موروثی جائیدادوں سے متعلق نزاع اور جھگڑے کوختم کرنے کے لئے گواہان کے علاوہ اورکوئی ثبوت میسر نہ آتا تھا،اگرگواہوں کا انتقال ہوچکا ہوتو رشتہ ثابت کرنے کی کوئی صورت نہ تھی ،اسی طرح شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حرام رشتوں سے عقدنکاح کرنے والوں کی روک تھام ناگزیرتھی،اس جیسے بیسیوں پیچیدہ مسائل سے مسلم معاشرہ دوچارتھا،حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کا گہرائی سے جائزہ لیااوران پیچیدہ مسائل کوحل کرنے اورسماجی خرابیوں پر قدغن لگانے کے لئے ایک مثبت ،مصلحانہ، پائیدار اقدام فرماتے ہوئے نظامِ قضاءت کومنضبط کیا اور ماڈل نکاح نامہ ایجاد کیا۔آپ کی توجہ پرعدالت العالیہ نے قانوناً قاضی صاحب کا شمار ملازمین شاہی میں کرنے ،مراعات ملازمان شاہی سے استفادہ کرنے کاحکم جاری فرمایا۔

حضرت مفتی محمد عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الجامعہ فرماتے ہیں:انہوں نے جوسیاہہ جات مرتب کروائے ان میں ایجاب وقبول ،شہادتِ مقدارِمہر وغیرہ کا اندراج

ہوتا ہے، اس سے قبل یہ تمام امور زبانی ہوا کرتے تھے، اس قضاءت کے نظام کو مولانا نے صدارت العالیہ سے متعلق فرما کر اس کے ذمے آپ نے، اصلاح مسلمانان، انتظام سیاہہ جات نکاح اور تنقیح خدمات شرعیہ کا کام بھی تفویض فرمایا، اور عدالت العالیہ کو پابند کیا گیا کہ مقدمۂ طلاق وغیرہ پیش ہو تو صدارت العالیہ کو تاریخ طلاق سے آگاہ کیا جائے؛ تا کہ عدت کے اختتام پر احکام شریعت کے مطابق نکاح ثانی کیا جاسکے۔

(مولانا مفتی محمد عبدالحمید رحمة الله عليه ، معارف انوار ، ص19۔18)

لوگ غیر شرعی طور پر جائیدادیں حاصل کرنے کی غرض سے حق وراثت کے جھوٹے دعوے کرتے تھے اس لئے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے نظامِ قضاءت کو غیر معمولی منظّم منقح اور شفاف بنایا، اس کی شفافیت کے لئے آپ نے یہ نظام مقرر فرمایا کہ سیاہجات کو حکومتی سطح پر تین علحدہ محکموں میں محفوظ رکھا جائے، اصل دفتر قضاءت میں، ایک کاپی محکمۂ صدارت میں دوسری کاپی مقامی عدالت میں۔

الغرض حضرت شیخ الاسلام نے اپنی ساری زندگی دین متین کی تجدید، امت مرحومہ کی اصلاح اور قوم وملت کی فلاح و بہبود میں صرف فرمائی، دینی خدمات کے تمام گوشوں میں آپ نے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، مسلمانوں کے تمام طبقات اور مختلف طبقات کے تمام افراد آپ کی خدمات سے مسلسل استفادہ کررہے ہیں، آپ کی خدمات وہ عظیم خدمات ہیں، جنہیں دنیا فراموش نہیں کرسکتی، آپ کے کارنامے وہ گراں قدر کارنامے ہیں جسے مسلمان ہمیشہ اپنے لئے مشعل راہ بنائیں گے، آپ کی بیش قیمت تحریرات اور تحقیقی تصانیف سے اہل سنت وجماعت کے خواص وعوام رہبری ورہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

تا ابد قائم رہیں گے آپ کے چھوڑے نقوش
مصطفیٰ کے فیض کا اِک سلسلہ انوار ہیں

(مؤلف)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر کار بند رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آپ کے فیضان سے مستفیض فرمائے اور آپ کے انوار سے مستنیر فرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۞۞۞۞۞

منقبت بحضور شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ

اک اشارہ پہ سب کچھ فدا کردیا اپنے آقا کا منشا وفا کردیا
علم کے سارے بابوں کو وا کردیا اک حسیں جامعہ کی بِنا کردیا
جامعہ مرکزِ علم وعرفان ہے
عشق کا اک مہکتا گلستان ہے
قربِ مولا کی راہوں کو سر کردیا عشق میں زندگی کو بسر کردیا
جہل کی ظلمتوں کو سحر کردیا اس دکن کو مدینہ نگر کردیا
خوشہ چیں آپ کے میر عثمان ہے
آپ کا پوری ملت پہ احسان ہے
آپ پر اپنے رب کا کرم بے کراں آپ کرتے رہے راز حق کے بیاں
آپ سے ہیں رواں علم کی ندیاں جن کی نہریں ہیں جاری نہاں اور عیاں
ہر طرف علم کی اک نئی شان ہے
بانیٔ جامعہ کا یہ فیضان ہے
در سے انوار کے ہم نے پائی جلا تاقیامت رہے فیض کا سلسلہ
دے خدایا اُنہیں اس کا بہتر صلہ مسلک اہل سنت پہ سب کو چلا
عشقِ سرکار ہی روح ایمان ہے
اہل سنت کی بس یہی پہچان ہے
عالموں عارفوں کے ہیں وہ مقتدا فیض پاتے ہیں سب جن سے شاہ وگدا
ان کی مرقد پہ ہو رب کی رحمت سدا ہو عطا اس ضیاء کو بھی نورِ ہدیٰ
قافلہ علم کا جاری ہر آن ہے
جامعہ کا' خدا خود نگہبان ہے

(از: مؤلف)

منقبت بحضور شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ

علم وحکمت عشق وعرفاں کی ضیاءانوار ہیں سنیت کا اس دکن میں ارتقاء انوار ہیں
جامعہ حکم نبی سے آپ نے قائم کیا بارگاہ مصطفیٰ سے رابطہ انوار ہیں
بدعقیدہ بےعمل پائے ہدایت آپ سے دین حق رشد و ہدایت کا پتہ انوار ہیں
جب بھی باطل سر اٹھایا آپ نے پسپا کیا پُرفتن ادوار میں حق کی نوا انوار ہیں
اہل سنت کے عقائد کا تحفظ کردیا مملکت میں علم کی فرماں روا انوار ہیں
تاابد قائم رہیں گے آپکے چھوڑے نقوش مصطفیٰ کے فیض کا اک سلسلہ انوار ہیں
سالکوں کے رہنما اور عارفوں کے بادشاہ کاملوں کے مقتدی و پیشوا انوار ہیں
آصفیہ اور معارف آپ کی ہیں یادگار کتنے اک دینی مآثر کی بناء انوار ہیں
اہل علم اورصوفیہ بھی آپ کے شاگرد ہوئے بادشاہانِ زماں کے مقتدیٰ انوار ہیں
غم کے بادل چھٹ گئے سب آپ کی تسکین سے دردمند و غمزدہ کا مدعا انوار ہیں

آپ کے در سے ملی ہے اس ضیاؔء کو روشنی
روشنی در روشنی کا اک دیا انوار ہیں

نتیجۂ فکر: مولانا **مفتی حافظ سید ضیاء الدین** نقشبندی
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر حیدرآباد، الھند

سلامِ نیاز ببارگاہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

السلام اے پیکر صدق و صفا
السلام اے پیشوائے اصفیا
السلام اے وارثِ خیر الوریٰ
السلام اے رہبر راہِ ہدیٰ

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

السلام اے دین حق کے پاسباں
السلام اے سنتوں کے ترجماں
السلام اے راز دارِ کُن فکاں
السلام اے واقفِ سرِّ نہاں

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

آپ کے عشق ومحبت پر سلام
جاں نثاری اور مودّت پر سلام
سہ برس مدنی اقامت پر سلام
ساتھ اہلِ خانہ ہجرت پر سلام

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

آپ کی علمی جلالت پر سلام
نکتہ دانی اور فقاہت پر سلام
آپ کی فاروقی نسبت پر سلام
استقامت پر ، امامت پر سلام

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

آپ کی خلوت و جلوت پر سلام
آپ کی ہر ایک خدمت پر سلام
جامعہ کی علمی نکہت پر سلام
آپ کی نوارنی تُربت پر سلام

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

آپ نے قائم کیا جو جامعہ
چل رہا ہے از طفیلِ فاطمہؓ
اس سے روشن ہو رہے ہیں مہروماہ
آپ کا ہے فیض جاری واہ واہ

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

جامعہ کو آیا جو تقدیر سے
نور پایا آپ کی تنویر سے

حل ہوا ہر مسئلہ تحریر سے
گرہیں ساری کھل گئیں تقریر سے

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

ہم پہ ہو ایسی عنایت آپ کی
مصطفیٰ سے ربط ہوجائے قوی
ہو خدا کی معرفت اور آگہی
اس کی مرضی میں ہو گم اپنی خودی

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

از طفیل انوار ' مولیٰ اک نظر
عافیت سے زندگی ہو یوں بسر
دین کی خدمت کریں ہم عمر بھر
ہو سبھوں کا خاتمہ ایمان پر

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام

ہاں ضیاءؔ در مل گیا انوار کا
علم بٹتا ہے یہاں سرکار کا
سیدہؓ کا اہل بیت اطہار کا
کُل صحابہ اور چاروں یار کا

السلام اے شیخ الاسلام السلام
السلام اے اہل سنت کے امام
(از:مؤلف)

انوار خطابت

حصہ ششم برائے جمادی الاخری

x

عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں

فتنۂ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک سازش

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا.(سورۃ الاحزاب۔40)

برادران اسلام! دینِ اسلام کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ رب العالمین نے اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اب کوئی رسول اور کسی بھی قسم کا نبی دنیا میں آنے والا نہیں، ہمیشہ کے لئے آپ ہی کی نبوت ورسالت قائم رہے گی۔

واضح رہے کہ ان دنوں فتنۂ قادیانیت زور پکڑ رہا ہے، اور اسلام کے نام پر عام مسلمانوں کے عقیدۂ ختم نبوت کو برباد کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے، یہ قادیانی فرقہ کی جانب سے ایک گہری سازش ہے، یہ لوگ اپنے کو ''احمدی'' کہتے ہیں اور مسلمانوں جیسا لباس پہنتے ہیں اور نام بھی مسلمانوں جیسا رکھتے ہیں، لیکن ختم نبوت کے بارے میں قرآن کریم واحادیث شریفہ کی روشنی میں عطا کردہ عقیدہ نہیں رکھتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے، بلکہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ظِلّی وبُرُوْزِی نبی ہوسکتا ہے جس کو ''امتی نبی'' کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اسی بنیاد پر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا تھا' یہ لوگ اس کو نبی مانتے ہیں، جب کہ ہر مسلمان کے نزدیک ختم نبوت ایک ایسا بنیادی عقیدہ ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی فرق آنے سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، یہ فرقہ مختلف ممالک اور دیہاتوں میں آج بھی فتنہ پرور سازشوں میں مصروف ہے۔

غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے اور کفریات

اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں مختلف باطل دعوے کئے: دعوی مجددیت، محدّثیت، مثلیت عیسی علیہ السلام، عیسویت، بالآخر اس نے نبوت کا دعوی کردیا۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالۃ الاوہام، حصہ دوم ص 221 میں لکھتا ہے: ''اسی لئے خدائے تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی''۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اس نے الہام خداوندی کا نام لے کر (العیاذ باللہ) اپنے باطل دعوی کو اللہ تعالی

کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنے آپ کو انبیاء کرام کا مثیل قرار دیا اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسر ہونے کا بھی دعوی کیا ہے، جیسا کہ وہ لکھتا ہے: ''اور پھر آخر مثیل ٹھہرانے کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء و امام الاصفیاء حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا''۔(ازالۃ الاوھام ،حصہ اول ص105) (نعوذ باللہ من ذلک)

کذّاب ودَجّال غلام احمد قادیانی کے باطل دعوں کا جواب دینے کیلئے سیدی شیخ الاسلام، عارف باللہ، امام محمد انوار اللہ فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے دو ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب ''افادۃ الافہام'' تصنیف فرمائی، اس میں آپ نے اس کا حرفاً حرفاً رد کیا، ونیز ''انوار الحق'' نامی ایک کتاب تصنیف فرمائی، جس کے ذریعہ اس کے باطل نظریات کا دنداں شکن جواب دیا اور اس کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔

''اِفَادَۃُ الافہام'' کی ابتداء میں حضرت شیخ الاسلام نے ''مَفَاتِیْحُ الْاَعْلَام'' کے نام سے ایک فہرست مرتب فرمائی، جس میں اس کی اُن عبارتوں کو جمع کیا جن سے گمراہی وضلالت اور کفر وارتداد واضح ہوتا ہے۔

اس قسم کی بہت سی عبارتیں قادیانیوں کی کتابوں میں موجود ہیں، جن سے اسکا دَجَل ومکر اور نبوت کا دعوی کرنا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظلی ، بروزی یا جزوی طور پر آنے والا نہیں، آپ کی ذات اقدس پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے، آپ کے بعد نہ نبوت تامہ ہے اور نہ ناقصہ۔

برادران اسلام! جب غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں نبوت کا دعوی کیا

ہے جیسا کہ ابھی اس کی عبارتوں سے معلوم ہوا، ان صراحتوں کے باوجود بھی قادیانیوں کا کہنا ہے کہ ''اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا'' اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اہل اسلام نے خلاف واقعہ بات، دروغ گوئی اور حقیقت کے خلاف بات کہی ہے، لیکن مسلمہ حقیقت تو یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہوئے بھی آپ کے بعد کسی اور کو کسی اعتبار سے نبی تسلیم کرنا نص قطعی کے خلاف اور کفر وارتداد ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت نص قطعی سے ثابت

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول اور سب انبیاء کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب۔40)

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ فخر موجودات، وجہ تخلیق کائنات حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والے نہیں، سلسلۂ نبوت ورسالت آپ کی ذات اقدس پر ختم کر دیا گیا، آپ کے بعد کسی نبی کا آنا محال وناممکن ہے، قصر نبوت میں ایسی کوئی جگہ ہی باقی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی اس کو پُر کر سکے، رسالت ونبوت آپ ہی پر تمام ہوگئی۔

متواتر المعنی احادیث شریفہ سے ثبوت

کتب صحاح وسنن، معاجم ومسانید میں اس مضمون کی متعدد احادیث

شریفہ موجود ہیں جو تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّه صلی الله علیه وسلم قَالَ إِنَّ مَثَلِی وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِی كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاءکرام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک محل تعمیر کیا اور اسے مکمل خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ بنایا سوائے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ کے، لوگ اس کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اس پرخوشی کا اظہار کرتے اور کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔

(صحیح البخاری، ج1 کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ،ص 501،حدیث نمبر:353 5)

سلسلۂ نبوت منقطع ہو چکا،ظلی یا بروزی نبی کی آمد ناممکن

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے متعلق ختم نبوت کا یہ عقیدہ کہ ''آپ ہی آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ورسول آنے والا نہیں ہے'' اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جو قرآن مجید اور احادیث شریفہ کے عبارت النص اور اجماع امت سے ثابت ہے، جس کا انکار کرنا یا اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل کرنا صریح کفر ہے۔

برادران اسلام! اللہ تعالی نے سرکار دو عالم حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کے منصب عظیم پر فائز فرمایا۔

جامع ترمذی شریف ج2 ص53 (حدیث نمبر: 2441) میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَت	فرمایا: بیشک رسالت ونبوت بالیقیں منقطع ہوچکی
فَلاَ رَسُولَ بَعْدِیْ وَلاَ نَبِیَّ .	ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نبی۔

(جامع الترمذی، ج2ص53،حدیث نمبر:2441)

اس واضح ارشاد کے باوجود حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی طور پر ظلی، بروزی، مثلی، جزوی نبی کا ماننا صریح کفر ہے، اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَنَا آخِرُ الأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الأُمَمِ	میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

(سنن ابن ماجه ،ابواب الفتن با ب فتنة الدجال،حديث نمبر:4215)

انبیاء کرام ورسل عظام کی بعثت مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ہوتی رہی، جب کوئی رسول وصال کرتے تو دوسرے رسول کی بعثت ہوجاتی لیکن حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے ساری مخلوق اور تمام کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجا، صحیح مسلم شریف میں ارشاد مبارک ہے:

وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ . میں ساری مخلوق کی طرف رسالت کی شان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا۔

(صحيح مسلم، ج 1 كتاب المساجدو مواضع الصلوة ص 199،حديث نمبر:1195)

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ساری مخلوق کے لئے اور قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے لئے ہے، جب تک دنیا قائم ہے شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ہی نافذ رہے گی، کسی اور نبی کی ضرورت نہیں اور نہ کسی دوسری شریعت کی حاجت ہے۔

اللہ تعالی نے شریعت محمدیہ کو مکمل کر دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہو گیا۔

(سورة المائدة ـ3)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں

جب حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نبوت مکمل ہو چکی ہے، آپ کی شریعت ہمیشہ کیلئے ہے تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا محال و ناممکن ہے، آپ کے بعد نبوت نہیں ہو گی البتہ خلافت ہو گی جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ کَانَتْ بَنُو إِسْرَائِیلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِیَاءُ، کُلَّمَا هَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِیَّ بَعْدِی، وَسَیَکُونُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُونَ.

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیادت وقیادت انبیاء کیا کرتے تھے، جب کبھی کوئی نبی وصال کرتے ان کے جانشین دوسرے نبی آتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

(صحیح البخاری، ج 1 کتاب الانبیاء،باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ص 491،حدیث نمبر:3455)

کنز العمال، باب فضائل الصحابۃ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

لِیَ النُّبُوَّةُ وَلَکُمُ الْخِلاَفَةُ.

میرے لئے نبوت ہے اور تمہارے لئے خلافت ہے۔

(کنز العمال ،باب فضا ئل الصحا بة مفصلا مرتبا علی ترتیب الحروف)

نیز کنز العمال میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

اَنَاخَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ۔

میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں آخری مسجد ہے۔

(کنزالعمال ،کتاب الفضائل من قسم الافعال،الباب الثامن،فضل الحرمین والمسجد الاقصی ،حدیث نمبر:34999)

عقیدۂ ختم نبوت میں تاویل،نصوص قطعیہ کے انکار کے مترادف

برادران اسلام! عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے،اس میں کسی قسم کی تاویل کرنا کہ جس سے کسی جھوٹے دعویدارنبوت کے لئے کوئی امکان پیدا ہو، نیز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ظلی ، بروزی ، جزوی کسی طریقہ کی نبوت ماننااور کسی بھی قسم کی نبوت کا دعوی کرنا، دراصل عقیدۂ ختم نبوت سے اعراض ،نصوص قطعیہ متواترہ کاانکاراور کفروارتداد ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کواپنانائب مقرر فرمایا تو ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے بعد نبوت کی نفی بھی فرمادی تاکہ اس کے ذریعہ کسی دجال، کذاب،نبوت کا دعوی کرنے والے کوکسی اعتبار سے کوئی شِق نکالنے کا موقع ہی باقی نہ رہے۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث شریف ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کواپنانائب مقرر فرماتے ہوئے ارشادفرمایا:

أَلا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي.	کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ میرے لئے ایسے ہوجاؤ جیسے ہارون (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے تھے،مگر یہ کہ میرے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

(صحيح البخاری، ج 2،کتاب المغازی ،باب غزوة تبوك وهی غزوة العسرة،ص633،حديث نمبر:4416)

حضرات! نگاہ نبوت امت میں اُٹھنے والے فتنوں کو دیکھ رہی تھی اس لئے مُخْبِر

صَادِق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے شبہ کا ازالہ فرمایا، اور ہر طرح کے وہم کو دفع کیا۔

موسیٰ علیہ السلام بھی آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی ورسول، صاحب شریعت گذرے وہ اگر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہی ہوتے، نبی یا رسول کی حیثیت سے نہیں ہوتے اور آپ ہی کی شریعت پر عمل پیرا ہوتے، آپ کی اتباع واطاعت کے سوا ان کے لئے کوئی اور صورت نہ ہوتی، جیسا کہ سنن دارمی میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ جَابِرٍ :أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ.فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَتَغَيَّرُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ :ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ ، أَمَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ؟ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ :أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُولِهِ ،

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا نسخہ لاکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ تورات کا نسخہ ہے، تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے ، عمر رضی اللہ عنہ پڑھنے لگے ،ادھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا،سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا: رونے والیاں تم پر روئیں ! کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کونہیں دیکھتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی عرض کرنے لگے: میں اللہ کے غضب سے اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں! ہم اللہ تعالی کے رب ہونے پر راضی

رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم: - وَالَّذِى نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِى لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِى لاتَّبَعَنِى .

ہیں اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ہمارے نبی ہونے پر راضی ہیں، پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر موسی (علیہ السلام) تمہارے لئے ظاہر ہوجاتے پھر تم انکی پیروی کرنے لگتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو ضرور تم سیدھے راستہ سے گمراہ ہوجاتے، اگر وہ ہوتے اور میرا زمانۂ (نبوت) پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔

(سنن الدارمی، کتاب المقدمۃ، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی، حدیث نمبر:443)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

''اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے سے صحابیٔ بااخلاص کی صرف اتنی حرکت اسقدر ناگوار طبع غیور ہوئی تو کسی زید وعمرو کی اس تقریر سے جو خود خاتمیت میں شک ڈالتی ہے کیسی اذیت پہنچتی ہوگی؟ کیا یہ ایذا رسانی خالی جائیگی؟ ہرگز نہیں! حق تعالی فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (الاحزاب۔57)

نسئل اللّٰہ تعالیٰ توفیق الادب وھو ولی التوفیق. (انوار احمدی، ص55)۔

حضرت عیسی علیہ السلام کا بحیثیت امتی نزول

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتوں میں ایک علامت یہ بتلائی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے اپنے زمانہ میں نبی ورسول تھے لیکن جب قیامت کے قریب امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں آئیں گے تو آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک امتی اور خلیفہ ہوں گے۔

"تفسیر درمنثور" میں سورۃ النساء کی تفسیر کے تحت بحوالۂ طبرانی حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ":أَلا إِنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ وَلا رَسُولٌ اَلا اِنَّهُ خَلِيفَتِيْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ۔	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک عیسی بن مریم (علیھما السلام) میرے درمیان اور ان کے درمیان نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول، مگر وہ میرے بعد میری امت میں میرے نائب وخلیفہ ہوں گے۔

(معجم کبیر للطبرانی ، حدیث نمبر:169)

ہر قسم کے شبہ کا ازالہ

نصوص قطعیہ سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، جس پر آیت قرآنیہ کی عبارۃ النص اور متواتر احادیث شریفہ دلالت کرتی ہیں۔

اتنی وضاحت کے ساتھ نبوت کی نفی کرنے کے بعد اور ہر پوشیدہ شبہ اور خفی شائبہ کو دفع کرنے کے بعد کوئی نبوت کی اقسام بنا کر اپنے آپ کو ظلی یا بروزی یا جزوی نبی کہے تو اسکے کذاب اور دجال ہونے میں کوئی شک نہیں، جو مسلمان اس کی بات مانے اور اس کی اتباع کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب دجال، کذاب ظاہر نہ ہوں

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں اٹھنے والے فتنوں سے آگاہ فرمایا اور نبوت کا دعوی کرنے والے کذابوں اور دجالوں کے بارے میں خبر دی۔

چنانچہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلاثُونَ	میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ان میں
كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ	سے ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ
وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لا نَبِيَّ بَعْدِي۔	میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(جامع الترمذی، ج2،ابواب الفتن،باب لاتقوم الساعة حتی یخرج کذابون ص45،حدیث نمبر:2380)

نیز صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

وَلا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى	قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک
يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ	کہ تقریباً تیس دجال، کذاب ظاہر نہ ہوں،
قَرِيبًا مِنْ ثَلاثِينَ ، كُلُّهُمْ	ان میں ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ اللہ
يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ.	کا رسول ہے۔

(صحیح البخاری ، ج 1 کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام ص509،حدیث نمبر:3609)

ختم نبوت سے متعلق قادیانی تأویل،فقہاء،مفسرین ومحدثین کا تحقیقی جواب

سرکار دوعالم باعث تخلیق آدم حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کے خاتم اور آخر ہیں،آپ کے بعد کسی طور پر کوئی نبی نہیں،نہ کامل نبی ہے اور نہ ناقص نبی ہے،نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مستقل نبی آنے والا ہے،ہر قسم کی نبوت کی نفی فرمادی گئی۔

اہل اسلام کے نزدیک یہ ایسا متفق علیہ،اساسی اور بنیادی مسئلہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل نکالنے،احتمال پیدا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے،اس عقیدہ پر تمام مفسرین ومحدثین،فقہاء ومجتہدین،ائمۂ اعلام وعلماء اسلام کا اجماع واتفاق رہا ہے،بنظر اختصار یہاں چند اَعْلَام ِامت کی عبارتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱)مدارک التنزیل وحقائق التاویل میں آیت ختم نبوت کی تفسیر میں مذکور ہے:

لاینبأ احد بعده وعيسى	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے
ممن نبیء قبله وحين ينزل	گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پہلے والے
ينزل عاملا على شريعة	انبیاء کرام میں سے ہیں اور جب زمین پر اترینگے
محمد صلى الله عليه	شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر عمل کرتے
وسلم كانه بعض امته.	ہوئے اتریں گے گویا وہ آپ کے ایک امتی ہیں۔

۲)علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری ج 12، کتاب

التفسیر ص566 میں تحریر فرماتے ہیں:

هــذه اکبــر نـعـم اللــه عـزوجـل علی هذه الامة حیـث اکـمـل لهم دینهم فـلا یـحتـاجـون الی دین غیــره ولاالــی نبـی غیـر نبیهـم ولهـذا جـعـله الله خـاتـم الانبیـاء وبعثه الی الانس والجن.	یہ اس امت پر اللہ بزرگ وبرتر کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے کہ اس نے ان کے لئے ان کے دین کو مکمل کردیا تو انہیں کسی دوسرے دین کی حاجت نہیں اور نہ انہیں اپنے نبی کے سوا کسی نبی کی ضرورت ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا بنایا اور آپ کو تمام جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا۔

۳) علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف ص392، 393 میں تحریر فرماتے ہیں:

وکـذلـک من ادعی منهم انه یوحی الیه وان لم یدع النبوة او انه یصعد الی السماء ویدخل الـجـنـة ویـاکـل من اثمـارهـا ویـعـانـق الـحـور العین کلهم کفار مکذبون للنبی صلی الله عـلیه وسلم لانه اخبر انه خاتم الـنبیین لا نبی بعده واخبر عن الـلـــه تـعـالـی انــه خــاتــم	اسی طرح جو شخص دعوی کرے کہ اس کی جانب وحی کی جاتی ہے اگر چہ وہ نبوت کا دعویدار نہ ہو......تو یہ کافر ہے ور حضرت ا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی جانب سے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور تمام لوگوں کے

النبيين وانه ارسل كافة للناس	لئے بھیجے گئے ہیں اور ساری امت اس کلام
واجمعت الامة على حمل	کے ظاہری معنی مراد لینے پر متفق ہوچکی ہے اور
هذا الكلام على ظاهره وان	اس بات پر بھی متفق ہوچکی ہے کہ اس کا مفہوم
مفهومه المراد به دون تاويل	اور مرادی معنی لینے میں کسی تاویل یا تخصیص کی
ولا تخصيص فلا شک في	ضرورت نہیں، اس لئے قطعی طور پر کتاب
كفر هولاء الطوائف كلها	وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں ان فرقوں
قطعا اجماعا سمعا.	کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

۴) فتاوی عالمگیری ج2 ص263 میں ہے:

اذالم يعرف الرجل ان محمدا صلى الله	اگر کوئی شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ
عليه وسلم آخر الانبياء عليهم وعلى نبينا	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری
السلام فليس بمسلم كذا في اليتيمة.	نبی ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں۔

اہل اسلام کیلئے حضرت شیخ الاسلام کی خیر خواہی

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ احادیث شریفہ کے ذریعہ غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوی کا جواب دینے کے بعد رقمطراز ہیں:

''چنانچہ بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ صاف کہہ رہی ہیں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی نبوت کا دعوی کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس باب میں شبہ ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ ان کو نہ ماننے والا کافر اور دوزخی ہے' یہ بات صحیح اور مطابق واقع کے ہوسکتی ہے؟ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں کا بھی دل پر کچھ اثر نہ ہوتو سوائے اِنّــا لِلّٰـهِ پڑھنے

کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، البتہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا تو ضرور کہیں گے کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں ورنہ ہر زمانے میں بہکانے والے اقسام کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں''۔(افادۃ الافہام حصہ اول ص۲۹۲،۲۹۳)

شیخ الاسلام کی مسلمانوں کو نصیحت

مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ سے آگاہ و متنبہ کرتے ہوئے حضرت بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ اس سے دور رہنے کی تلقین فرماتے ہیں:

''ہم اپنے ہم مشربوں سے خیر خواہانہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تقریروں سے اپنے ایمان کو صدمہ نہ پہنچنے دیں اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی بات نہ سنیں۔'' (افادۃ الافہام حصۂ دوم ص132)

قادیانی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسی علیہ السلام کا مثیل قرار دیا جس کی زبردست تردید کرنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو نصیحت فرمارہے ہیں:

''مسلمانو! مرزا صاحب نے تمہارے نبی افضل الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کو موسی علیہ السلام کا مثیل' قرار دیا کیا اب بھی کسی اور کا مثیل سننے کا انتظار ہے؟ کیا تمہارے اور تمہارے اسلاف کے کان ایسے نالائم الفاظ سننے کے آشنا تھے، کب تک مرزا صاحب کی ایسی باتیں سنا کرو گے؟ توبہ کرو! اگر نجات چاہتے ہو تو ان کی ایک نہ سنو اور اپنے اسلاف کا اتباع کرو!۔''(افادۃ الافہام حصۂ دوم ص 47)

نبوت کے جھوٹے دعویدار سے معجزہ طلب کرنے والا بھی کافر

برادران اسلام! فقہاء کرام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص

نبوت کا دعوی کرنے والے سے اس کی نبوت پر معجزہ طلب کرے اور یہ طلب اس کے اظہار عجز ورسوائی کے لئے نہ ہوتو یہ طلب کرنے والا بھی کافر قرار پاتا ہے۔جیسا کہ فتاوی عالمگیری ج2 ص263 میں ہے:

وکذالک لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ولو انہ حین قال ھذہ المقالۃ طلب غیر منہ المعجزۃ قیل یکفر الطالب والمتاخرون من المشائخ قالواان کان غرض الطالب تعجیزہ وافتضاحہ لایکفر.	اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں جس سے مراد یہ لے کہ میں پیغام پہنچانے والا ہوں ،تب بھی وہ کافر ہوجائیگا۔ اوراگر اس کے اس دعوی پر کسی نے معجزہ طلب کیا تو وہ بھی کافر ہوجائے گا،اور متأخرین فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگراسکو عاجز کرنے اور رسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

نصوص بالا کی روشنی میں عرب وعجم،شرق وغرب‘ شمال وجنوب کے جملہ علماء اسلام نے بالاتفاق مرزا قادیانی اوراس کے متبعین کوخارج عن الاسلام اور مرتد قرار دیا ہے۔

قادیانیوں کے ساتھ تعلقات کی ممانعت

حضرات! کتاب وسنت اوراجماع امت کی روشنی میں یہ فرقہ دائرۂ اسلام سے خارج،مرتد وبے دین ہے،دراصل فتنۂ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک سازش ہے، اس فرقہ کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اسکے جلسوں میں شریک ہونا عامۃ المسلمین کیلئے ناجائز وحرام ہے،ان کے مذہب کوحق سمجھتے ہوئے ان سے تعلقات رکھنا اوران کے

جلسوں میں شریک ہونا بجائے خود کفر وارتداد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ.	اوراگر شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

(سورۃالانعام۔68)

اورارشادخداوندی ہے:

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ.	اورظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آتش جہنم آچھوئے گی۔

(سورة هود۔113)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسے بے دین وبدمذہب فرقہائے باطلہ کی صحبت وتعلقات سے اجتناب کرنے کی سخت تاکیدفرمائی ہے، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله عليه وسلم يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ .	حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :آخری زمانہ میں دجال کذاب ، فریب دینے والے جھوٹے لوگ آئیں گے ،تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہے اورنہ تمہارے آباء واجداد نے، تم ان سے دور رہو! اورانہیں اپنے سے دور رکھو! کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کرڈالیں اور کہیں تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کرڈالیں۔

(صحيح مسلم ، ج1ص10،حديث نمبر:16)

اور سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے:

إِنْ مَرِضُوا فَلاَ تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلاَ تَشْهَدُوهُمْ وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلاَ تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ .

اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو تم انکی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو، اور اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں سلام مت کرو!

(سنن ابن ماجه ،مقدمه ،باب فی القدر،ص10حدیث نمبر:97)

اللہ تعالی اپنے حبیب کریم خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل تمام اہل اسلام کو باطل فرقوں اور بطور خاص فتنۂ قادیانیت کی جعلسازیوں سے محفوظ ومامون رکھے اور عقیدۂ ختم نبوت پر استقامت نصیب فرمائے اور جو سادہ لوح ان کے دام فریب کا شکار ہو کر مرتد ہو چکے ہیں انہیں پھر سے اسلام کی دولت لازوال عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل ومناقب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُونَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (سورۃ الزمر۔33)

برادران اسلام! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام ورسل عظام کوشان نبوت ورسالت کے ساتھ دنیا میں جلوہ گرفرمایا اورانہیں ساری کائنات میں سب سے افضل واعلی بنایا،ان نفوس قدسیہ کے بعدفضیلت واولویت کے بارے میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں،کیونکہ انہیں رب العالمین نے خاتم الانبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت بافیض سے مشرف فرمایا،انہیں بحالت ایمان سرورکونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دیدار کا سنہرا موقع عنایت فرمایا۔

سیدی شیخ الاسلام حضرت بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسند فردوس دیلمی کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَلَمْ يَجِدْ قَلْبًا اَنْقٰى مِنْ اَصْحَابِیْ وَلِذٰلِکَ اخْتَارَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَصْحَابًا فَمَا اسْتَحْسَنُوْا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا اسْتَقْبَحُوْا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ.	بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر نظر انتخاب ڈالی اور میرے صحابہ سے بڑھ کر پاکیزہ دل کسی کے نہ پایا تو ان کو منتخب کیا اور میرا اصحابی بنا دیا۔ اب وہ جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی اچھا ہے اور وہ جسے بُرا سمجھیں وہ اللہ کے پاس بھی بُرا ہے۔

(مسند فردوس للدیلمی)

قرآن مجید میں شان صدیقی کا بیان

حضرات! اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، آپ کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات مبارکہ آپ کی شان میں نازل ہوئیں، قرآن مجید میں آپ کے ایمان وتصدیق، عمل صالح (صدقات) اور صحابیت کا بھی ذکر ہے۔

ابھی خطبہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی وہ آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی، اس کا ترجمہ یہ ہے:

اور جو نبی سچی بات لیکر آئے اور جس نے ان کی تصدیق کی، وہی لوگ پرہیز گار ہیں۔(سورۃ الزمر:33)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن المراد شخص واحد فالذی جاء بالصدق محمد والذی صدق به هو أبو بكر ، وهذا القول مروی عن علی بن أبی طالب علیه السلام وجماعة من المفسرین رضی الله عنهم.

اس سے مراد ایک ہی ہستی ہیں، تو جو سچی بات لے کر آئے وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے آپ کی تصدیق کی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ اور یہ روایت حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے۔

(التفسیر الکبیر، الدر المنثور، روح البیان، سورۃالزمر۔ 33)

احادیث میں شان صدیقی کا بیان

اسی طرح مختلف مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کی فضیلت کا اظہار فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اتھاہ وارفتگی اور اٹوٹ وابستگی کی بنیاد پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے درمیان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر اعتبار سے افضل ومقدم اور اولی وبہتر جانتے اور مانتے تھے۔

ولادت باسعادت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے تقریبا دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال)

جب آپ کی ولادت ہوئی اسی وقت سے آپ کا مقام ومرتبہ آشکار ہونے لگا

بارگاہ الٰہی سے آپ کی بلندی ءدرجات کے جلوے ہویدا ہونے لگے، رب العالمین نے آپ کی ولادت کے ساتھ محبتوں کے سلسلہ کو آپ سے جوڑ دیا اور آپ کے چاہنے والوں کو جنت کی ضمانت عطا فرمائی، حدیث شریف میں وارد ہے۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَـمَّا وُلِدَ اَبُوبَکْرِ ن الصِّدِیْقُ اَقْبَـلَ الـلّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی جَنَّۃِ عَـدْنٍ فَـقَـالَ وَعِـزَّتِـی وَ جَلَالِـی لَا اُدْخِلُکِ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ ھٰذَا الْمَولُودَ.

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشگی والی جنت سے مخاطب ہوکر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اے جنت! میں تجھ میں انہی خوش نصیبوں کو داخل کرونگا جو اس نومولود سے محبت کرنے والے ہونگے۔

(مختصر تاریخ دمشق، ج13، ص69)

نام مبارک اور القاب شریفہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت ابوقحافہ عثمان بن عامر رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام مبارک حضرت ام الخیر سلمی رضی اللہ عنہا ہے۔

آپ کے القاب مبارکہ میں 'صدیق' بہت مشہور لقب ہے، کیونکہ یہ مبارک لقب آپ کو کسی مخلوق نے نہیں دیا، بلکہ خالق کائنات نے عطا فرمایا۔

سنن دیلمی میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَـا أَبَـابَـكْـرٍ اِنَّ اللّٰـهَ سَمَّـاكَ الصَّدِّيْقَ . اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔

(کـنـز العمال ، حرف الفاء ، فضل ابی بکر الصديق رضی الله عنه، حدیث نمبر:32615)

ابھی آپ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت کا تذکرہ سنا، اب آیئے امام الاولیاء کی زبان فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے!

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا:

لَا نُـزَلَ الـلّٰـهُ عَزَّوَجَلَّ اسْمَ اَبِى بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ " الصِّدِّيْقَ". اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ''صدیق'' آسمان سے نازل فرمایا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ، ج ،13،ص52)

حضرات! آپ کو صدیق کے مبارک لقب سے اس لئے بھی یاد کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے بلا کسی تامل سب سے پہلے معجزۂ معراج کی برملا تصدیق کی۔

جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین اور تاریخ الخلفاء میں روایت ہے :

عن عـائشة رضـی الـله عنها قـالـت جـاء المشركون إلى أبـى بكر فقالوا هل لک إلى صاحبک يزعم أنه أسرى به الليلة إلى بيت المقدس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج کے اگلے دن مشرکین مکہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کروگے؟ انہوں نے دعوٰی کیا ہے "راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرآئے ہیں"

قال أو قال ذلک؟ قالوا نعم فقال لقد صدق إنی لأصدقه بأبعد من ذلک بخبر السماء غدوة وروحة فلذلک سمی الصدیق .

ابوبکر صدیق نے کہا": بیشک آپ نے سچ فرمایا ہے ، میں تو صبح وشام اس سے بھی تعجب خیز آسمانی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں"۔اس واقعہ سے آپ کا لقب صدیق مشہور ہوگیا۔

(تاریخ الخلفاء ص،11)

صادق اور صدیق میں فرق

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ہر قول وفعل، ظاہر وباطن، نیت وعمل اور کردار وسیرت کے سچے ہیں۔''صادق''اور''صدیق'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ جیسا ہوا ہو ویسا ہی کہنے والا''**صادق**'' ہے اور جیسا وہ کہے ویسا ہی ہو جائے اس کو''**صدیق**'' کہتے ہیں۔

حضرات! اسی طرح آپ کا ایک لقب''**عتیق**'' بھی مشہور ہے، جس کے معنی ''آزاد'' کے ہیں، حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن علیہ الرحمہ نے جامع ترمذی کے حوالہ سے زجاجۃ المصابیح میں آپ کا لقب عتیق ہونے کی وجہ تسمیہ سے متعلق ایک روایت نقل فرمائی:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّىَ عَتِيْقًا.

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم من جانب اللہ نار دوزخ سے آزاد ہو، اسی دن سے آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

(زجاجة المصابيح ، كتاب المناقب ، ج 5،ص248۔ جامع الترمذی، ابواب المناقب ، باب مناقب ابی بكر الصديق رضی الله عنه ، حديث نمبر: 3612)

قوم کا ملجا و ماوی

حضرات! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ہیں،اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ نے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی ، سرداران قریش آپ کی عظمتوں کا اعتراف کیا کرتے تھے اور اپنے اہم معاملات میں آپ سے قیمتی آراء لیا کرتے تھے،حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ قُرَيْشٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَهْلِ مُشَاوَرَتِهِمْ وَمُحَبَّبًا فِيهِمْ وَاَعْلَمَ لِمَعَالِمِهِمْ .

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار سرداران قریش سے تھا، آپ انہیں مشورے دینے والوں میں تھے، ان میں آپ کی شخصیت نہایت محبوب تھی اور آپ ان کے معاملات کو بہتر طور پر جاننے والے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اوّلیت

اعلان نبوت سے قبل بھی آپ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں اور رفیقوں میں شامل رہے اور جب بعثت کا اعلان ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ذات والا صفات پر سب سے پہلے آپ ہی نے ایمان لایا ، جبکہ صاحبزادوں اور نونہالوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت مولائے

کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اور خواتین میں حضرت ام المومنین سیدتنا خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے کون ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار نہیں سنے!

اذاتذكرت شجوا من اخى ثقة

فاذكر اخاك ابابكر بما فعلا

خير البرية اتقاها واعدلها

بعدالنبى واوفاها بما حملا

والثانى التالى المحمود مشهده

واول الناس ممن صدق الرسلا

وثانى اثنين فى الغار المنيف وقد

طاف العدو به إذ صعدوا الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا

خير البرية لم يعدل به رجلا

ترجمہ: جب تم صداقت شعار ہستی کے دکھ درد کو یاد کرنے لگو تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارناموں کو یاد کر لینا۔

جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انبیاء کرام کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ انصاف پسند ہیں، و نیز حقوق و ذمہ

داریوں کوسب سے زیادہ پورا کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یار غار، ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہنے والے اور مخلوق میں قابل تعریف ہیں‘اورسب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

(الاستيعاب، ج1ص294، حاشية الزرقاني على المواهب، ج1، ص445)

اس بلند پہاڑ پر واقع غار میں دومعزز شخصیات میں سے دوسرے آپ ہی تھے؛ جب کہ پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دشمن غار کےاردگرد منڈلانے لگے۔

جوحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں،سب کومعلوم ہے کہ آپ تمام مخلوق میں

(انبیاء کے بعد) سب سے بہتر ہیں اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو آپ کے برابرنہیں قرار دیا ہے۔

(الاستیعاب،ج1،ص295)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسے بیان کرنے اورآپ کے سماعت فرمانے کی وجہ سے اس کی ثقاہت واہمیت محتاج بیان نہیں۔

صدیق اکبر کی منقبت سننا سنت مصطفیٰ ﷺ

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں ،سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا:

هل قلت في ابي بكر شيئا؟ ترجمہ: کیاابوبکر کے بارے میں بھی کچھ کہاہے؟

عرض کی ہاں! پھرآپ نے مذکورہ بالا اشعار سنائے۔

فسر النبی بذلک فقال احسنت یاحسان. اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کیا اور فرمایا اے حسان! تم نے خوب کہا۔

(الاستیعاب، ج:1، ص295)

کنز العمال میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قل وانا اسمع. ...... فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وقال :"صدقت یا حسان!" ھو کما قلت.**

ترجمہ: (صدیق کی منقبت) کہو میں سننا چاہتا ہوں،...... جب حضرت حسان بن ثابت منقبت سنا چکے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے، اور مسکراہٹ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حسان! تم نے سچ کہا ہے واقعی صدیق ایسے ہی ہیں جیسے تم نے بیان کیا۔

(کنز العمال، حدیث نمبر35673)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ "نعت" کی طرح منقبت صدیق اکبر کی سماعت بھی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور منقبت سنانا سنت صحابہ ہے نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی پر اظہار مسرت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

مقام صدیقی، اہل بیت کرام کی نظر میں

اہل سنت و جماعت کی یہ سعادت مندی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسنِ ادب کی دولت سے سرفراز کیا، حضراتِ اہل بیت کرام وصحابۂ عظام سے ان کا مستحکم تعلق ہے، وہ ہر دو سے بے انتہاء محبت کرتے ہیں اور ایک محبت دوسری محبت کے فروغ کا ذریعہ ہے۔

امام طبری نے ''الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ'' میں روایت نقل کی ہے:

وعن أنس قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس فی المسجد قد أطاف به أصحابه إذ أقبل علی بن أبی طالب، فوقف فسلم ثم نظر مجلسًا يشبهه، فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم فی وجوه أصحابه أيهم يوسع له، فكان أبو بكر جالسًا على يمين النبی صلى الله عليه وسلم فتزحزح له عن مجلسه، وقال: ههنا يا أبا الحسن! فجلس بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين أبی بكر.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ نے فرمایا: اس دوران کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام آپ کے اردگرد حاضر تھے، اچانک حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، اور کھڑے ہوگئے، سلام عرض کیا اور محفل میں بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب مقام دیکھ رہے تھے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے چہروں کو ملاحظہ فرمانے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ فراہم کرتے ہیں؟ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھے، آپ نے فوراً اپنے مقام سے ہٹ کر انکے لئے جگہ فراہم کی اور حضرت علی سے فرمایا: اے ابو الحسن! یہاں تشریف لائیے! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔

قال أنس:فرأيت السرور فی وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:يا أبا بكر،إنما يعرف الفضل لأهل الفضل ذوو الفضل.خرجه أحمد فی المناقب والخلعي وابن السمان فی الموافقة.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (حضورﷺ نے ان کی آپسی محبت واحترام کو دیکھا کوتو اس قدر خوش ہوئے کہ) میں نے آپ کے چہرہ مبارک پرخوشی اورمسرت کو نمایاں دیکھا،آپ نے ارشادفرمایا:اے ابوبکر!''بیشک فضیلت والے ہی فضیلت والوں کوپہچانتے ہیں''۔

(امام احمد۔خلعی ،ابن سمان۔الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ)

امام حاکم نے مستدرک میں روایت نقل کی ہے:

ثنا النزال بن سبرة ، قال : وافقنا عليا رضى الله عنه طيب النفس وهو يمزح ، فقلنا : حدثنا عن أصحابک قال : كل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابی ، فقلنا : حدثنا عن أبی بكر ، فقال : ذاک امرؤ سماه الله صديقا على لسان جبريل ومحمد صلى الله عليهما.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں اپنے احباب ورفقاء کے بارے میں بتلائیں!آپ نے فرمایا :حضور کے سارے صحابہ میرے دوست ہیں،انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلق دریافت کیا تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کے 'صدیق' ہونے کا اعلان اللہ تعالی نے جبریل امین اور حضرت رسول اکرمﷺ کی زبان سے کروایا ہے۔

(مستدرك على الصحيحين،حديث نمبر:4380)

مولائے کائنات کے پاس صدیق اکبر کا مرتبہ:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ سے تمام صحابہ کرام واہل بیت عظام واقف تھے اور موقع بموقع اس کا اعتراف بھی کیا کرتے تھے چنانچہ مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ کیا چیز ہے جسکی وجہ سے آپ ہم سب پر فوقیت رکھتے ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیے!

عن علی -کرم الله وجهه-انه قال قلت لخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم ابی بكر الصديق رضى الله عنه يا خليفة رسول الله! بم بلغت هذه المنزلة ؛ حتى سبقتنا سبقا ؟ فقال بخمسة اشياء،	حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے،فرمایا: میں نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وجہ سے آپ اس بلند درجہ پر فائز ہوئے کہ سب پر فوقیت لے گئے ،آپ نے فرمایا: پانچ چیزوں کی وجہ سے:
اولها: وجدت الناس صنفين : مريد الدنيا ومريد العقبى،فكنت انا مريد المولى.	پہلی: میں نے لوگوں کی دو قسمیں دیکھی، ایک دنیا کے طلبگار، دوسرے عقبیٰ کے طلبگار؛ پس میں طالبِ مولیٰ ہو گیا۔

والثانی : مذ دخلت فی الاسلام ما شبعت من طعام الدنیا لان لذة معرفة الله شغلتنی عن لذائذ طعام الدنیا.	دوسری: میں جب سے اسلام قبول کیا کبھی دنیوی غذا سے پیٹ بھر کرنہیں کھایا؛ کیونکہ معرفت الٰہی نے مجھے تمام دنیوی لذتوں سے بے گانہ کردیا۔
والثالث : مذ دخلت فی الاسلام ما رویت من شراب الدنیا لان محبة الله شغلتنی عن شراب الدنیا.	تیسری: جب سے میں اسلام میں داخل ہوا دنیوی مشروب سے سیراب نہ ہوا؛ کیونکہ محبتِ خداوندی نے مجھے ہر دنیوی مشروب سے دوررکھا۔
والرابع : کلما استقبلنی عملان عمل الدنیا وعمل الآخرة اخترت عمل الآخرة علی عمل الدنیا .	چوتھی: جب کبھی میرے سامنے دنیوی و اخروی دوطرح کے کام آئے میں نے دنیوی کام پرآخرت کے کام کو اختیار کیا۔
والخامس : صحبت النبی صلی الله علیه وسلم فاحسنت صحبته .	پانچویں:حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مجھے ملی تو میں نے اسے حسن انجام تک پہنچایا۔

(روح البیان،سورۂ آل عمران، آیت:153)

شان صدیقی اورامام باقر رضی اللہ عنہ

حضرات!وہی عقیدہ اورعقیدت معتبر ہے جس پراہل بیت کرام کی تصدیق کی مہر ہو۔خاندانِ نبوت کے ہرفرد نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت کو

بیان کیا ہے، اور وہ آپ کی ذات گرامی کو اس درجہ وقعت سے دیکھتے کہ آپ کے قول و عمل کو دلیل و حجت مانتے، چنانچہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ تلوار کو آراستہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور آپ نے دلیل کے طور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل کو پیش کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو آرستہ کیا تھا، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل الصحابۃ'' میں روایت نقل کی ہے:

عن عروة بن عبد الله قال: أتيت أبا جعفر محمد بن علي فقلت: ما قولك في حلية السيوف ؟ فقال: لا بأس ، قد حلى أبو بكر الصديق سيفه ، قال: فقلت : وتقول الصديق ؟ قال: فوثب وثبة واستقبل القبلة ، ثم قال: نعم الصديق ، نعم الصديق ، نعم الصديق – ثلاث مرات – فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله له قولا في الدنيا ولا في الآخرة	عروہ بن عبد اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر) رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور تلوار کو آراستہ کرنے سے متعلق حکم شرعی دریافت کیا، آپ نے فرمایا: تلوار کو آراستہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا، تو میں نے کہا: کیا آپ انہیں ''صدیق'' کہہ رہے ہیں؟ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قبلہ رخ ہو کر فرمایا: ''ہاں وہ صدیق'' ہیں، ''ہاں وہ صدیق'' ہیں، ''ہاں وہ صدیق'' ہیں، تین بار اس کو دہرایا اور فرمایا: جو آپ کو ''صدیق'' نہ کہے اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی بات سچ نہ کرے۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل رحمه الله، حديث نمبر: 628)

صدیق اکبر کی محبت پر دو جہاں قربان:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق بے مثل و بے مثال ہے، یہ محبت والفت آپ کے اعمال وافعال سے اکثر اپنا جلوہ دکھایا کرتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے متعلق پہلے ہی حضرت صدیق اکبر کو بتلا دیا تھا، اس کے بعد آپ انتظار میں رات گزارا کرتے، پھر ہجرت کے درمیان غار میں داخل ہونے اور سانپ کے ڈنس لینے کے واقعہ سے بھی آپ کا بے مثال جذبۂ محبت معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہجرت کے بعد جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شہر مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے، استقبال کیلئے عوام وخواص کا ہجوم تھا، اسی وقت ایک اجتماع منعقد ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قیام فرما ہو کر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اہل مدینہ منورہ کی ذمہ داریوں سے متعلق خطاب فرما رہے تھے، اس دوران ایسے حضرات کی بھی آمد ہو رہی تھی جنہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ابھی تک نہیں کیا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دل آفریں تقریر اور آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر وہ تجسس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ صدیق کون ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، ان کے قلب میں پیدا ہونے والے احساسات کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہچان گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطاب جاری رکھتے ہوئے اپنی چادر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور پر پھیلا کر کھڑے رہے؛ تاکہ لوگوں کو کسی قسم کا اشتباہ بھی نہ رہے، (حالانکہ حضور پر ہمیشہ بادل سایہ کیا ہوا ہوتا) جیسا کہ سیرت حلبیہ میں ہے: **ولما جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم قام أبو بكر للناس .... فطفق من جاء من الأنصار ممن لم ير رسول الله صلى الله عليه وسلم يجيء أبا بكر فيعرفه بالنبي صلى الله عليه وسلم حتى أصابت الشمس رسول الله ، فأقبل أبو**

بکر حتی ظلل علیه بردائه، فعرفه الناس. (السیرة الحلبیة ج2 ص215)

غارثور میں پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ

غارثور میں تین دن قیام کے دوران حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبررضی اللہ عنہ کواپنی عنایات خاصہ اورتوجہات عالیہ سے ایسا سرفراز کیا کہ ان کے ظاہروباطن،قلب وقالب سب کو بدل دیا،انہیں اپنی تجلیات کاعکس جمیل بنادیا۔قاب قوسین کی منزل پراللہ تعالی نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوخلوت میں معراج عطافرمائی،اس فیض کومنتقل کرنے کے لئے حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت میں حضرت صدیق اکبررضی اللہ عنہ کونوازا۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے"تفسیر روح البیان"میں روایت درج کی ہے:

وروی ان ابا بکر عطش فی الغار فقال علیه السلام اذهب الی صدر الغار فاشرب فانطلق ابو بکر الی صدر الغار فوجد ماء احلی من العسل وابیض من اللبن واذکی رائحة من المسک فشرب منه فقال علیه السلام ان امر الملک الموکل بانهار الجنة ان یخرق نهرا

غارثور میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیاس محسوس ہوئی توحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں غار کے ایک کونہ میں تشریف لیجانے کاحکم فرمایا،جب وہ وہاں گئے تودیکھاکہ وہاں ایساعمدہ وشیریں مشروب موجودہے جوشہد سے زیادہ میٹھا،دودھ سے زیادہ سفیداورمشک سے زیادہ خوشبودارتھا،جب انہوں نے اسے نوش کیا توآپ نے فرمایا:ابوبکر!بیشک اللہ تعالی نے جنت کی نہروں پرماموفرشتہ کوحکم دیاکہ وہ جنت الفردوس سے

من جنة الفردوس الی	اس غار کے کونہ تک ایک نہر نکال دے؛ تا کہ ابوبکر
صدر الغار لتشرب یا ابا	تم اس سے سیراب ہوں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ
بکر قال ابو بکر یا	عنہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول الله ولی عند الله	! کیا اللہ تعالی کے پاس میرا یہ مرتبہ ہے؟ آپ نے
هذه المنزلة فقال علیه	ارشادفرمایا: ہاں! تمہارا مقام اس سے بھی افضل
السلام نعم وافضل	ہے،اوراس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے
والذی بعثنی بالحق لا	ساتھ مبعوث کیا ہے! تم سے بغض رکھنے والا شخص
یدخل الجنة مبغضک	جنت میں داخل نہ ہوگا؛ اگرچہ کہ اس کا عمل
ولو کان عمله عمل	(کمیت میں) ستر 70 انبیاء کے اعمال کی طرح
سبعین نبیا.	کیوں نہ ہو۔

(تفسیر روح البیان،سورہ توبہ،آیت:40)

علامہ ابن کثیر نے اس روایت سے متعلق کہا ہے: **وهذا لیس بمنكر من القدر ة العظيمة.** اورخدا کی عظیم قدرت الٰہی سے کچھ بعید بھی نہیں۔یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریا کو دیکھنا اور غار کا پھٹ جانا' برحق ہے۔(تفسیر روح البیان،سورہ توبہ،آیت:40)

غارثور میں آپ تین دن تک حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہے،حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بافیض نے آپ کو وہ شرف لازوال بخشا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تجلیات خداوفیض مصطفیٰ کے مظہر ہو گئے۔

اسلام کے لئے حضرت صدیق کا انتخاب' آسمانی انتخاب

برادران اسلام! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا بڑا عجیب واقعہ ہے،ابھی حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا،

اس وقت آپ نے ایک خواب دیکھا تو کسی راہب نے اس کی تعبیر یہ کہی کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت وجلوہ گری کا عہد مسعود قریب آچکا ہے اور تمہارے مقدر میں یہ سعادت لکھ دی گئی کہ تم ان پر ایمان لانے والے ہو، جیسا کہ سبل الہدی والرشاد میں ہے:

انــه رأى رويــا قبـل ، وذلک انــه رأى القمـر نـزل الـى مـکة ثـم راه قد تـفـرق عـلى جميع منازل مـکة وبيـوتهـا فدخل فى کـل بيـت شعبة ، ثم کان جميعه فى حجره ، فقصها عـلـى بعض اهل الکتابين فـعبـرها له بان النبى صلى الـلـه عـليه وسلم المنتظر قـداظـل زمــانــه ، اتبـعـه وتـکـون اسعد الناس به ، فـلـمـا دعـاه رسول الـلـه صـلـى الله عليه وسلم لم يتوقف.	اعلان نبوت سے قبل آپ نے ایک عجیب خواب دیکھا، وہ یہ کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ چودھویں کا چاند جو مکہ مکرمہ کی طرف اترنے لگا، اس کا نور مکہ شریف کے ہر مقام اور تمام گھروں میں پھیل گیا، پھر یہ چاند سمٹ کر چمکتا ہوا آپ کی گود میں آگیا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب اہل کتاب کے ایک عالم کوسنایا تو اس نے تعبیر دی کہ وہ نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی آمد کا انتظار ہے، ان کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے، تم ان کی پیروی کرو اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ ان سے نسبت وقربت کے باعث سعادتمند بنوگے۔ چنانچہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کچھ توقف نہ کیا (اور مشرف بہ اسلام ہوگئے)۔

(سبل الهدی والرشاد ، ج2ص303)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لے آئے تو کفار مکہ مظالم ڈھانے لگے، آپ کو مصائب ومشکلات میں ڈالا جانے لگا، تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جانے لگیں، اور آپ کو عبادتوں سے روکا گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دولت خانہ میں عبادت وریاضت کیا کرتے اور تلاوت کلام مجید فرمایا کرتے، کفار یہ بھی برداشت نہ کرسکے، آپ کو اتنا ستایا اور تکلیفیں دیں، ستم کی انتہاء ہوگئی، اسی وجہ سے آپ نے مکہ مکرمہ چھوڑنے کا ارادہ کرلیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے تشریف لے جانے لگے، حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب راستہ میں ابن دغنہ جو ایک مشہور قبیلہ قارہ کا سردار تھا، آپ سے ملا اور دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے تفصیل بیان کی تو وہ کہنے لگا:

فَإِنَّکَ تَکْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْکَلَّ ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ ، وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ .	ترجمہ: بے شک آپ تو ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کے موقع پر مدد کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر اس نے آپ کو واپس چلنے کے لئے کہا کہ آپ جیسے لوگوں کو تو مکہ مکرمہ میں رہنا چاہیئے، چلئے میں آپ کو امان دیتا ہوں اور مکہ مکرمہ پہنچ کر اس نے اعلان کردیا کہ آج سے میں ابوبکر کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں، لیکن بعد میں حق کی راہ میں ایسی رکاوٹیں آنے لگیں کہ ابن دغنہ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ توڑ دیا۔

(صحیح البخاری ، کتاب الکفالۃ ، باب جوار ابی بکر فی عھدالنبی وعقدہ ، حدیث نمبر: 2297)

برادران اسلام! ابن دغنہ نے جن صفات سے آپ کو یاد کیا ان تمام صفات کا تعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ عادات واطوار سے تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول وحی کے آغاز کے بعد جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تفصیل بتائی تو آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو انہی صفات کا تذکرہ کرکے تسلی دی تھی، بارگاہ رسالت میں حضوری اور صحبت بافیض سے مشرف ہونے کی وجہ یہ تمام خصائل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں رچ بس گئیں۔

لفظ ابوبکر کے معنی: پہل کرنے والے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمیشہ یہی معاملہ رہا کہ کبھی آپ نے کوئی نیکی کرنے میں غفلت نہ کی، بلکہ ہمیشہ اس میں سبقت فرمایا کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ ابوبکر کی کنیت سے مشہور ہوگئے ہے، دراصل ''بکر'' کے معنی ابتداء وآغاز کے ہیں اور ابوبکر کے معنی پہل کرنے والے' اوّلیت رکھنے والے کے ہوتے ہیں، اسم بامسمی آپ نیکی کے کام میں پہل فرماتے، خیر میں اوّلیت حاصل کرتے، بھلائی کے کرنے میں سبقت لے جاتے اور ہر کار خیر کو بخوبی انجام دیا کرتے، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا .قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا.قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے کہا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں وہ کون شخص ہے جس نے آج روزہ رکھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں! حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً .قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا. قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا .قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا.قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا . قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - مَا اجْتَمَعْنَ فِى امْرِءٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

تم میں وہ کون شخص ہے جس نے آج جنازہ کو کندھا دیا ؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں! حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا: تم میں وہ کون شخص ہے جس نے آج مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں! حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا: تم میں آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں! تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ (خصلتیں) جس کسی میں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابى بكر الصديق ، حديث نمبر: 6333)

سخاوت:

راہ خدا میں آپ اپنا مال بے دریغ خرچ فرمایا کرتے ،ایک موقع پر چالیس ہزار اشرفیاں راہ خدا میں اس طرح خرچ فرمائیں کہ دن میں دس ہزار ،رات میں دس ہزار، پوشیدہ طور پر دس ہزار، اور لوگوں کو ترغیب دلانے کی خاطر علانیہ طور پر دس ہزار، آپ کا یہ عمل بارگاہ الہی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ کی مدح وتوصیف

میں آیت کریمہ نازل فرمائی، ارشاد باری تعالی ہے :

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ	ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے مال کو رات اور دن میں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کیپاس ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہیاور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

(سورة البقرة 274)

امیہ بن خلف نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ پر مظالم کی انتہاء کردی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے آدھا سیر سونے کے بدلہ آپ کو خرید کر آزاد کیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے والد نے "جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے" کہا کہ اسقدر کثیر صرفہ سے کمزور افراد کو آزاد کروانے کے بجائے کسی طاقتور شخص کو آزاد کرواؤ، تا کہ مصیبت کے وقت وہ ہمارا معاون و مددگار رہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ عمل کسی دنیوی بدلہ کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لئے کیا ہے، آپ کی خلوص نیت اور عمل کی پاکیزگی کا تذکرہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ، وَلَسَوْفَ يَرْضَى .	اور یقیناً اسے (جہنم) سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے، جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تا کہ پاک ہو، اور کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بے شک وہ راضی ہوگا۔ (سورة الليل 17/21)

بروزحشر شان صدیقی

جنت میں ہر نیکی کا ایک دروازہ ہوگا قیامت کے دن اس نیکی کرنے والے کو متعلقہ دروازہ سے بلایا جائے گا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان یہ ہوگی کہ آپ کو ہر دروازہ سے بلایا جائیگا۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم لِكُلِّ أَهْلِ عَمَلٍ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ یُدْعَوْنَ بِذَلِكَ الْعَمَلِ وَلأَهْلِ الصِّیَامِ بَابٌ یُدْعَوْنَ مِنْهُ یُقَالُ لَهُ الرَّیَّانُ .فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ یَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَحَدٌ یُدْعَی مِنْ تِلْكَ الأَبْوَابِ كُلِّهَاقَالَ نَعَمْ وَأَنَا أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ یَا أَبَا بَكْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیک عمل کرنے والے کے لئے جنت کا ایک دروازہ ہے، وہ اسی عمل کے دروازہ سے بلائے جائیں گے۔اور روزہ داروں کے لئے ایک دروازہ ہے، اسکا نام ''ریان'' ہے وہ (روزہ دار) اسی دروازہ سے بلائے جائیں گے۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائیگا، حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اے ابوبکر تم انہی لوگوں میں سے ہو۔

(مسند الامام احمد ، مسند ابی هریرة،حدیث نمبر: 10054)

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عَتِيْقٍ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ

ترجمہ: جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ دوزخ سے آزاد کسی شخص کو دیکھے تو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، حديث نمبر:4378 ـ تاريخ دمشق ، ج13ص78)

صدیق اکبر کے لئے تمام اہل ایمان کا ثواب

آپ کے ایمان کی اولیت کا اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جسے خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کوفرمایا:

يـاابابكر ان الله اعطانی ثواب مـن آمـن لی منذخلق آدم الی ان بعثنی ، وان الله اعطاک يا ابـابـكر ثواب من آمن بی منذ بعثنی الی ان تقوم الساعة

اے ابوبکر! آدم علیہ السلام سے لے کر میری بعثت تک جوکوئی بھی مجھ پر ایمان لایا ہر ایک کا ثواب اللہ تعالی مجھے پہنچائے گا اور اے ابوبکر! میری بعثت سے تا قیامت تمام ایمان داروں کا ثواب تمہیں ملے گا۔

(تاریخ بغداد ،ج4،ص252)

امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عن هزيل بن شرحبيل قال :قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لو وزن إيمان أبي بكر بإيمان أهل الأرض لرجح بهم	حضرت ہزیل بن شرحبیل رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان کو اہل زمین کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ضرور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ان تمام پر غالب آ جائیں گے۔

(شعب الايمان،باب القول في زيادة الإيمان ونقصانه ، وتفاضل أهل الإيمان في إيمانهم،حديث نمبر:35)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا ایثار وقربانی

برادران اسلام! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی جامع الکمالات شخصیت جس طرح میدان عمل میں پیش پیش ومقدم رہی اسی طرح دیگر احوال وکیفیات میں آپ کی کوئی نظیر ومثال نہیں آپ نے اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے جذبۂ عقیدت کا جس طرح اظہار کیا؛ اسے بجالانا اوراس پر عمل کرنا تو درکنار اسے اپنے وہم وگمان میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔

اسلام کے لئے جب بھی ضرورت پیش آتی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سرمایہ پیش کرتے ،آپ کی ذات گرامی اور مال ہر دو سے اسلام کو خوب فائدہ پہنچا،اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور!ابوبکر کا مال ہی کیا اس کی جان بھی آپ پر قربان ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی معاملہ میں سبقت نہیں کرسکتا، چنانچہ صحاح ستہ میں حدیث پاک ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے حکم فرمایا، اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت میرے پاس کافی مال تھا، میں سوچنے لگا کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت کر جاؤنگا، اس ارادہ سے میں نے اپنا آدھا مال بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس جو کچھ تھا وہ سب بارگاہ نبوی میں پیش کردیا، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو میں نے عرض کیا: آدھا مال چھوڑ آیا ہوں، پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: آپ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ — میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

قُلْتُ وَاللَّهِ لاَ أَسْبِقُهُ — چھوڑ آیا ہوں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں

إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا — کہنے لگا، خدا کی قسم! میں ان سے کسی چیز میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(جامع الترمذی ، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر وعمر ، حدیث نمبر: 4038، سنن ابی داود ، کتاب الزکوٰۃ ، باب فی الرخصة فی ذلك ...... حدیث نمبر: 1680المستدرك على الصحيحين، كتاب الزكوة ، حدیث نمبر: 1457)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف اپنے جذبۂ عقیدت کا

اظہار کیا، بلکہ امت کو یہ پیغام دیا اور اس بات کا اعلان کر دیا کہ گھر میں مال و دولت ختم ہو جائے تو کوئی بات نہیں، ہم دربار رسول کے دربان ہیں، ہماری دیکھ بھال ونگرانی، حبیب خدا کی نظر عنایت اور کرم نوازی پر ہے، دنیوی مال و دولت ہو یا اشیاء خورد ونوش سب کچھ اسی داتا کی مملکت سے ملتا ہے ۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

چنانچہ آپ نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ سارا مال آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چھوڑ کر آیا ہوں، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی یہ عقیدت دیکھی تو کہہ دیا کہ میں کسی معاملہ میں آپ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

فرش زمیں پر صحابۂ کرام آپ کی سخاوت وقربانیوں کا تذکرہ کرتے رہے اور عرش بریں پر رب العالمین نے خود ملائکہ کے درمیان آپ کے جذبۂ ایثار پر اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا۔

چنانچہ تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت مذکور ہے:

وعن ابن عمر قال كنت عند النبی صلى الله عليه وسلم وعنده أبو بكر وعليه عباءة قد خللها فی صدره بخلال فنزل جبريل فقال :

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال ومتاع راہ خدا میں خرچ کرنے کے بعد ایک عَباء پہن کر حاضر بارگاہ ہوئے جس میں گنڈیوں کی جگہ کانٹے لگے ہوئے تھے، اسی لمحہ طائر سدرہ جبریل امین پیغام خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا نبی الله !ما لی أری أبا بکر علیه عباءة قد خللها فی صدره بخلال فقال " :قد أنفق علی ماله قبل الفتح "قال :فإن الله یقول لک اقرأ علی أبی بکر السلام وقل له أراض أنت فی فقرک هذا أم ساخط ؟فقال رسول صلی الله علیه وسلم " :یا أبا بکر إن الله عز وجل یقرأ علیک السلام ویقول أراض أنت فی فقرک هذا أم ساخط "؟ فقال أبو بکر :أأسخط "علی ربی ؟ إنی عن ربی لراض ! إنی عن ربی لراض !إنی عن ربی لراض !قال " :فإن الله یقول لک قد رضیت عنک کما أنت عنی راض "فبکی أبو بکر فقال جبریل علیه السلام :والذی بعثک یا محمد بالحق ،لقد تخللت حملة العرش بالعبی منذ تخلل صاحبک هذا بالعباءة-

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اللہ تعالی صدیق اکبر کو سلام فرماتا ہے ،آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ اس فقر کی حالت میں اپنے رب سے راضی ہیں کہ نہیں؟حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت صدیق سے فرمایا تو آپ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے میں اپنے رب سے ناراض کیسے ہوسکتا ہوں؟ بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں ، بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں ، بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں (اس کو تین بار دہراتے رہے) ۔ حضرت جبریل نے عرض کیا : حضور ! بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے ؛ میں اُن سے راضی ہو چکا ہوں جس طرح وہ مجھ سے راضی ہے ۔(اور اللہ کے حکم سے) تمام حاملین عرش بھی وہی لباس پہنے ہوئے ہیں جو آپ کے صدیق نے پہنا۔

(تفسیر قرطبی ،سورة الحدید ، آیت نمبر 10)

علمی مقام:

افضل البشر بعد از انبیاء، امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑھ کر علم وتقویٰ، اور خوف الٰہی کی منزل پر فائز ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ أَبُو بَکْرٍ أَعْلَمَنَا.

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

(صحیح البخاری، باب الخوخۃو الممر، حدیث نمبر: 466)

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے مثال عقیدت ومحبت

حضرات! اللہ تعالیٰ اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عقیدت کے معاملہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عالم تھا کہ دوسرے صحابہ اس فضیلت کو نہ پاسکے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی مضبوط وابستگی اور کامل عقیدت کا اندازہ اس حدیث پاک سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو صحیح بخاری شریف میں مروی ہے:

واقعہ یوں ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کے ایک معاملہ میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لے گئے، اس دوران نماز کا وقت آ گیا، مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور امامت کرنے کے لئے گزارش کی ،چنانچہ اقامت کہی گئی اور آپ امامت کرنے لگے، اسی اثنا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے آپ کی نماز کا یہ حال تھا کہ کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے ،صحابہ

کرام آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا احساس دلانے لگے، بالآخر آپ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو چکے ہیں، فوراً امصلّے سے پیچھے ہٹے اور صف میں شامل ہوگئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امامت کا حکم بھی فرمایا! لیکن آپ پیچھے ہٹ گئے، پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت فرمائی، نماز مکمل ہونے کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَـا أَبَـا بَـكْرٍ مَـا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم.

اے ابوبکر! میرے حکم دینے کے باوجود تمہیں اپنی جگہ قائم رہنے سے کس چیز نے روکا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نماز ادا کر سکے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس، حدیث نمبر: 684)

حضرات! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز میں نہ صرف غیر خدا کا خیال لایا بلکہ عین حالت نماز میں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا، ادب بجالایا، پیچھے ہٹ گئے، اور پوچھنے پر عرض کیا کہ بات کچھ اور نہیں تھی، میرے ادب نے گوارا نہ کیا کہ امام الانبیاء کے آگے نماز پڑھ سکوں، نہ ہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اس عمل پر نکیر فرمائی اور نہ آپ کے اس جذبۂ عقیدت کو ناپسند کیا گویا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے عملی طور پر امت کو یہ پیغام دیا کہ عبادتوں میں کمال عقیدت اور عنصر ادب کو شامل رکھنا ہی قبولیت عمل کی دلیل ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت

برادرانِ اسلام! محبت و عشق وہ بیج نہیں جو کسی ناکارہ زمین میں اپنا اثر دکھائے، یہ تو وہ کیمیاء اثر جوہر ہے جس کا مکان پاک وصاف دل ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شریف حسب ونسب کے مالک، نیک طینت، کریم النفس، بہی خواہ و غمگسار شخص تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی محبت ووابستگی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اہل مکہ نے آپ کو اتنا شدید زخمی کیا کہ غشی طاری ہوگئی، چہرہ اسقدر متورم ہوا کہ گال اور ناک کے درمیان فرق معلوم نہ ہوتا تھا، ایسے جان لیوا حملہ کے بعد جب آپ کو افاقہ ہوا تو سب سے پہلے زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ مجھے آپ کے پاس لے چلو۔ گھر والوں نے کچھ کھانے کے لئے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے آقا کا مبارک چہرہ نہ دیکھ لوں۔ والدہ ماجدہ کے سہارے آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب آپ کے دیدار پر انوار سے مالامال ہوئے تو عرض کیا: آقا! آپ سلامت ہیں تو بس یہی کافی ہے۔

آپ کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اس درجہ کمال کی رہی، جس کا ثبوت آپ کی زندگی کے کئی ایک واقعات سے ملتا ہے، آپ کے احوال زندگی سے چند مثالیں یہاں ذکر کی جارہی ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

فَلَمّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلّمَ مَکّةَ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ أَتَی أَبُو بَکْرٍ بِأَبِیهِ	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مسجد حرام میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والدمحترم کو آگے آگے کرتے

یَـقُودُهُ فَلَمّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَـلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلّمَ قَالَ : هَلّا تَـرَکْـت الشّیْخَ فِی بَیْتِهِ حَتّی أَکُونَ أَنَـا آتِیَـهُ فِیـهِ ؟ قَـالَ أَبُو بَکْرٍ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! هُـوَ أَحَـقّ أَنْ یَـمْشِیَ إِلَیْک مِـنْ أَنْ تَمْشِیَ إِلَیْهِ أَنْتَ قَالَ (قَـالَتْ) : فَـأَجْـلَسَـهُ بَیْنَ یَدَیْهِ ثُمّ مَسَحَ صَدْرَهُ ثُمّ قَالَ لَهُ أَسْلِمْ ، فَأَسْلَمَ .	ہوے حاضر ہوے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: انہیں آپ نے گھر میں کیوں نہیں چھوڑا؟ تاکہ میں خود انکے پاس وہاں آجاتا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے تشریف لانے سے زیادہ ان کا حق بنتا ہے کہ وہ آپ کے دربار میں حاضر ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سامنے بٹھادیا اوران کے سینہ پر اپنا دست اقدس پھیر کر فرمایا: اسلام قبول کرو! اس حکم کے ساتھ ہی انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(سیرۃ ابن ھشام ، ج2،ذکر غزوۃ مؤتہ، اسلام ابی قحافہ،ص205)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشق دیکھئے! والد محترم نابینا اورضعیف العمر تھے،اس کے باوجود دربار اقدس میں حاضر ہوگئے اور یہ گوارا نہیں ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں۔

خیر البشر بعد از انبیاء

برادران اسلام! عقائد، عبادات اور معاملات ،حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے جس گوشہ پر نظر ڈالی جائے،اور جس پہلو کو دیکھا جائے آپ فضل وکمال کی بلندیوں پر فائز ہیں اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ سب صحابۂ کرام آپ کے فضائل وکمالات کے معترف تھے اور آپ کی عظمت کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ اس پر

مولائے کائنات حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارک شاہد ہے:

عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُولُ أَلَا أُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا أَبُو بَکْرٍ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو ایسی شخصیت کے بارے میں نہ بتلاؤں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(مسند الامام احمد، مسند علی بن ابی طالب رضی الله عنه، حدیث نمبر: 845۔مصنف بن ابی شیبة، ج7، ص475)

چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کی کیفیات شروع ہوئیں تو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں امامت کا حکم فرمایا، اس وقت آپ نے سترہ (17) نمازوں کی امامت فرمائی۔

خلافت صدیقی پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق

وصال نبوی کے بعد جب خلافت کا مسئلہ درپیش ہوا تو مہاجرین وانصار تمام صحابہ کرام نے متفقہ طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

اس تفصیل کو علامہ یوسف بن اسمعیل نبہانی علیہ الرحمہ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یوں نقل کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فایکم تطیب نفسه ان یزیله عن مقام اقامه فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم

تم میں وہ کون ہے، جو یہ چاہتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس مقام سے ہٹادے، جس پر انہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فائز فرمایا

فقالوا کلھم : کلنا لا تطیب انفسنا نستغفر الله تو تمام صحابہ کرام نے کہا: اللہ تعالی سے ہم بخشش چاہتے ہیں! ہم میں کوئی اس بات کو گوارا نہیں کرسکتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مہاجرین کے ساتھ انصاری صحابہ کرام نے بھی آپ کی خلافت پر اتفاق کیا اور سبھوں نے بیعت کی ، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔

اور قابل اعتبار روایات میں یہ بات بھی آئی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت لینے کے بعد تین دن تک مسلسل لوگوں سے ملاقات کرنے لگے اور ان سے کہتے کہ لوگو! کیا تم نے بیعت کرلی ہے؟ اگر اس میں کوئی رکاوٹ ہوتو وہ بیعت سے دستبردار ہوجائے!،تو صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کہنے لگے،جیسا کہ روایت ہے:

فیقوم علی رضی الله عنه فی اوائل الناس یقول : لا نقیلک ولا نستقیلک ابداً قدمک رسول الله صلی الله علیه وسلم فمن یؤخرک. تو لوگوں میں سب سے پہلے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ قیام فرما ہوکر فرمانے لگے: نہ ہم آپ کی بیعت توڑیں گے اور نہ کبھی دست برداری کا مطالبہ کریں گے،کون آپ کو پیچھے کرسکتا ہے جبکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا ہے۔

جنگ جمل کے بعد حضرت عبداللہ بن الکواء نے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ خلافت سے متعلق کیا آپ کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ

فرمایا تھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

نظر نا فی امرنا فاذا الصلوٰۃ عضد الاسلام فرضینا لدنیانا بما رضی اللہ ورسولہ لدیننا فولینا الامر ابابکر .	ہم نے خلافت کے معاملہ میں غور وفکر کیا، یہ بات آشکار ہوئی کہ نماز اسلام کا اہم ستون ہے، (جس کی امامت کے وہ حقدار ٹھہرے) گویا اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے معاملہ میں ان سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا، لہذا ہم نے دنیوی معاملات کے لئے انہیں قبول کرلیا اور خلافت کا معاملہ ان کے سپرد کردیا۔

(الاسالیب البدیعۃ مع شواھد الحق، ص356)

وصال مبارک

حضرات! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دو سال سات ماہ مسند خلافت پر جلوہ فرما رہے۔

(تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق)

آپ کا وصال مبارک شہر مدینہ منورہ میں مغرب وعشاء کے درمیان 22 جمادی الاخری 13ھ میں ہوا، اُس وقت آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال تھی۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے جنازہ کو دربار رسالت پر لانا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنا، حکم ملے تو آپ کے روضہء مبارک میں دفن کرنا، ورنہ بقیع شریف میں دفن کردینا۔

چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو کفنا کر دربار نبوی میں لے جایا گیا، جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے :

أنه لما حملت جنازته إلى باب	جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
قبر النبی صلی الله علیه وسلم	جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک
ونودی السلام علیک یا	کے پاس رکھ کر عرض کیا گیا :السلام علیک یارسول
رسول الله هذا أبو بکر بالباب	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !یہ ابوبکر در اقدس پر حاضر ہیں
فإذا الباب قد انفتح وإذا	،تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بخود دروازہ کھل گیا اور
بهاتف یهتف من القبر ادخلوا	روضہ اطہر سے یہ آواز سنائی دی کہ حبیب کو حبیب
الحبیب إلی الحبیب ،فان	کے پاس لے آؤ !بے شک حبیب اپنے حبیب
الحبیب الی الحبیب مشتاق.	سے ملنے کا مشتاق ہے۔

(تفسیر کبیر،تفسیر نیشاپوری ،تفسیر رازی ،سورۃ الکھف ، آیت نمبر:9)

یہ سن کر حاضرین نے آپ کو حجرۂ مبارک کے اندر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا۔ جیسے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار رہے،اسی طرح آپ کو یار مزار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد حقہ کو مضبوطی سے تھامنے اور اعمال صالحہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور صداقت صدیقی کی برکت سے ہمیں بھی صداقت وامانت کا خوگر بنائے!

آمِیْن بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللهُ تَعَالَی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

خلافت صدیقی کا عہد زریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا مَنْ یَرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِینِہِ فَسَوْفَ یَأْتِی اللَّہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّونَہُ أَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ أَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِینَ یُجَاھِدُونَ فِی سَبِیلِ اللَّہِ وَلَا یَخَافُونَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللَّہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَشَاءُ وَاللَّہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ .

ترجمہ:اے ایمان والو !تم میں سے جوکوئی ایمان سے پھر جائے گا تو اللہ تعالی ایسے افراد کو پیدا کرے گا جنہیں اللہ تعالی دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے،وہ مسلمانوں کے حق میں نرم دل ہوں گے اور انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے،وہ اللہ تعالی کی راہ میں مجاہدہ کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ تعالی کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے،اور اللہ تعالی بڑی وسعت رکھنے والا جاننے والا ہے-(سورۃ المائدۃ ۔ 54)

برادران اسلام! اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی سرزنش کی گئی ہے جو دین سے پھر گئے اور مرتد ہوگئے، اور اس طرح ان کی تنبیہ کی گئی کہ اگر تم اسلام سے منہ پھیر لو اور اس کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دو تو یاد رکھو! دین کو تمہاری ضرورت نہیں، تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے مسلمان رہنے سے اسلام باقی رہے گا، ورنہ مٹ جائے گا، نہیں، ایسا ہرگز نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ تمہاری تنبیہ کے لئے اپنے مخصوص بندوں کو ظاہر فرمائے گا، ان کی صفات کیا ہونگیں، وہ کیسی اعلیٰ شان کے مالک ہوں گے اور بلند مراتب پر فائز ہونگے، اس کو اس طرح بیان کیا گیا: (1) ان کا مقام یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، (2) دوسری صفت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں، (3) مومنین پر مہربان ہونگے، (4) دشمنان خدا پر غالب رہیں گے، (5) راہ خدا میں نفس، شیطان اور دشمنان اسلام سے مقابلہ کرتے ہیں، اور (6) حق پر اس طرح قائم رہیں گے کہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے تحت اگر چہ کہ تمام کامل الایمان ہستیاں شامل ہیں مگر اس آیت کا سبب نزول خاص ہے، چنانچہ جس برگزیدہ شخصیت کے اوصاف اور کمالات اس آیت پاک میں بیان کئے گئے ہیں وہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکت ہے۔ (ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، ج1 ص86)

کیونکہ اس آیت کریمہ میں دین سے پھرنے والوں کی سرکوبی کرنے والی جس جماعت کی بشارت دی گئی اس کے امیر وسالار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کے دور خلافت میں آپ ہی کی ترغیب وتحریک پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدوں اور مانعین زکوۃ سے مقابلہ کے لئے تیاری کی اور انہیں خلیفۂ اول کی طاعت کی برکت سے فلاح وکامیابی حاصل ہوئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و دلیری

حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد بارونق میں جب کوئی مصیبت آتی اور اہلیان مدینہ منورہ پریشان ومتفکر ہوتے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس مصیبت کا خاتمہ فرماتے، اسی متابعت اور پیروی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قوم کے نگران ومددگار کی حیثیت سے لوگوں کے غم کا مداوا کرتے، تن تنہا مقابلہ کے لئے تیار ہوجاتے اور قوم پر آنے والی مصیبت کا ازالہ فرماتے، اور مشکلات کے بھنور سے انہیں نجات دلانے کے لئے بروقت کمربستہ ہوجاتے لیکن صحابہ کرام آپ کی اس طرح زحمت کو گوارا نہیں کرتے تاکہ کوئی ناخوش گوار حادثہ رونما ہوجائے اور آپ کی اس بلند ہمتی وپیش رفتی، شجاعت ودلیری کو دیکھ کر صحابۂ کرام یہ عرض کرتے کہ اے امیر المؤمنین! آپ کی ذات سے ہم کو محروم نہ کیجئے آپ کا وجود باجود، رونق آرائے بزم دنیا نہ ہوتو اسلام کا نظام باقی نہیں رہیگا، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لما برز ابوبکر واستوی	(مانعین زکوۃ سے متعلق جب) حضرت ابوبکر صدیق
علی راحلته اخذ علی بن	رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاکر اپنی سواری پر سوار ہوئے، تو
ابی طالب بزمامها وقال	سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سواری کی نکیل تھام کر کہا: اے
الی این یا خلیفة رسول الله	خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہاں تشریف لے
اقول لک ماقال لک	جارہے ہیں؟ غزوۂ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ
رسول الله صلی الله علیه	وسلم نے آپ سے جو فرمایا میں بھی وہی عرض کرتا ہوں،
وسلم یوم احد شم سیفک	اپنی تلوار میان میں رکھ لیجئے،

ولاتفجعنا بنفسک آپ کی ذات سے محروم کر کے ہمیں مصیبت میں
وارجع الی المدینة فوالله مت ڈالئے، اور مدینہ شریف واپس آیئے، خدا کی
لئن فجعنا بک لا یکون قسم! اگر ہم پر آپ کے فراق کی مصیبت آئے
للاسلام نظام ابدا. تو کبھی اسلام کا کوئی نظام نہیں رہے گا۔

(جامع الاحادیث للامام السیوطی ، مسند ابی بکر الصدیق ،حدیث نمبر: 27527 ۔ تاریخ الخلفاء ص75فصل فیما وقع من خلافته)

حیات صدیقی، شاہان عالم کے لئے مشعل ہدایت

سابقہ زمانہ میں شاہان وقت کے پاس بے حساب خزانے ہوا کرتے ، کسی ضرورت کے سبب اور مملکتی لڑائیوں کی وجہ خزانے خالی ہوجاتے تو عوام ورعایا کے مال ودولت سے ان خزانوں کو پر کیا جاتا اوران کی زمینوں پر قبضہ کر کے شاہی نقصان کی پابجائی کی جاتی ،غربت کے مارے انسانوں کو نہ جان ومال کا تحفظ ملتا اور نہ انہیں عزت وآبرو کی ضمانت دی جاتی ،گذشتہ ادوار میں بادشاہ حقوق چھین لیا کرتے تھے اورآپ امیر المؤمنین ہونے کے باوجود آپ کی انکساری وتواضع کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس کے دوسرے دن صبح کپڑوں کا گٹھہ لے کر تجارت کی غرض سے بازار کی طرف نکلے تا کہ حسب سابق اسے فروخت کر کے ضروریات زندگی کا انتظام کرسکیں۔تو اسلام اور مسلمانوں کے امور میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کے گذارے کا خرچ اور روزینہ آپ کے ماتحت حضرات کی جانب سے جو مقرر ہوااس کو آپ نے بلاکسی تامل قبول فرمالیا۔

جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں حضرت عطابن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال لما بويع ابوبكر اصبح وعلى ساعده ابراد وهو ذاهب الى السوق فقال عمر اين تريد قال الى السوق قال تصنع ماذا وقد وليت امر المسلمين قال فمن اين اطعم عيالى فقال انطلق يفرض لک ابوعبيدة فانطلقا الى ابى عبيدة قال افرض لک قوت رجل من المهاجرين ليس بافضلهم ولا اوكسهم وكسوة الشتاء والصيف اذا اخلقت شيئاردددته واخذت غيره ففرضا له كل يوم نصف شاة.

جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی گئی تو صبح آپ اپنے بازو پر کپڑوں کا گٹھہ اٹھائے بازار کی طرف تشریف لئے گئے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بازار کی طرف،حضرت عمر نے کہا آپ امیرالمومنین ہیں بازار میں کیا کرینگے،آپ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤنگا؟ حضرت عمر نے کہا تشریف لے چلیں،حضرت ابوعبیدہ آپ کے لئے وظیفہ مقرر کرینگے،پھر دونوں حضرات، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے ،توانہوں نے کہا میں آپ کے لئے ایک مہاجر صحابی کے ایک دن کی غذا کی مقدار وظیفہ مقرر کرتا ہوں نہ اس سے زیادہ اور نہ کم اور موسم سرما وگرما کا لباس بھی،جب وہ لباس زیادہ مستعمل ہوتو آپ اس کو واپس کردیں اور اس کی جگہ دوسرا حاصل فرمائیں ،تو ان دونوں حضرات نے آپ کے لئے روزانہ آدھی بکری کا اہتمام کردیا۔

(تاريخ الخلفاء ،ص78فصل فيماوقع من خلافته)

حضرات! بیت المال سے آپ کے لئے جو وظیفہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا تھا آپ اس کو بڑی احتیاط سے خرچ کرتے، کبھی بے جا صرف نہ فرماتے، آپ نے اپنے دور خلافت میں بیت المال سے جملہ آٹھ ہزار درھم خرچ کئے تھے یہاں تک کہ وصال اقدس کے وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ جتنی رقم خرچ ہوئی اس کے بدلے میرے ترکہ سے آٹھ ہزار درھم بیت المال میں داخل کردئے جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد والوں کے لئے عمل کا کوئی میدان خالی نہ چھوڑا، آپ کی احتیاط کی انتہا یہ تھی کہ زمانہ ایسی احتیاط اور ایسا عمل پیش کرنے سے عاجز ہے۔

جیسا کہ سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ حُضِرَ :انْظُرْ كُلَّ شَيْءٍ زَادَ فِي مَالِي مُنْذُ دَخَلْتُ فِي هَذِهِ الإِمَارَةِ فَرُدِّيهِ إِلَى الْخَلِيفَةِ مِنْ بَعْدِي قَالَتْ :فَلَمَّا مَاتَ نَظَرْنَا فَمَا وَجَدْنَا زَادَ فِي مَالِهِ إِلَّا نَاضِحًا كَانَ يَسْقِي بُسْتَانًا لَهُ وَغُلامًا نُوبِيًّا كَانَ يَحْمِلُ صَبِيًّا لَهُ قَالَتْ :فَأَرْسَلْتُ بِهِ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ فَأُخْبِرْتُ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَكَى وَقَالَ :رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ لَقَدْ أَتْعَبَ مَنْ بَعْدَهُ تَعَبًا شَدِيدًا.

(السنن الکبری للبیهقی ، کتاب قسم الفیٔ، باب مایکون للوالی الاعظم ، حدیث نمبر:13389)

خلافت صدیقی کا سنہرا دور

حضرات! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی مختصر مدت ''دوسال سات مہینے'' میں جو عظیم کارنامے انجام دئے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی، ایک طرف فتنے سر اٹھا رہے تھے اور قوانین اسلام پر حرف لگائے جارہے تھے تو دوسری جانب اہل اسلام کے سامنے نئے حوادث اور ایسے جدید مسائل پیش آرہے تھے، جن کو حل کرنے کے لئے کتاب وسنت میں کوئی حکم صریح نہیں ملتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مسائل کو ایسی احادیث کریمہ کی روشنی میں حل فرمایا جن کا ذخیرہ صرف آپ کے پاس تھا۔ اس طرح آپ نے خلافت اسلام کے وہ آئینی نقوش چھوڑے ہیں، جن کی بنیاد پر قیام قیامت تک کے لئے خلافت اسلامی وحکومت دینی کا عالی شان قلعہ تعمیر کیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد تدفین سے متعلق صحابہ کرام کی آراء مختلف ہوئیں، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ قولِ فیصل بن کر تشریف لائے اور یہ فیصلہ فرمادیا کہ انبیاء کرام کا وصال جس جگہ ہوتا ہے ان کا روضۂ اقدس اور آرام گاہ وہی جگہ ہوتی ہے۔

جیسا کہ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قالوا این یدفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما وجدنا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر	صحابۂ کرام نے پوچھا روضۂ منورہ کہاں بنایا جائے، ہم میں سے کسی کے پاس اس بات کا کوئی علم نہیں تھا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن نبی یقبض الا دفن تحت مضجعہ الذی مات فیہ .	میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نبی کا بھی وصال ہوان کا روضہ وہیں بنایا گیا جہاں ان کا وصال ہوا۔

(تاریخ الخلفاء ،ص 73 فصل فیما وقع من خلافتہ ۔ دلائل النبوۃ للبیھقی ، جماع ابواب مرض رسول اللہ ، حدیث نمبر: 3234)

برادران اسلام! مذکورہ احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور خلافت میں خارجی فتنوں کا سد باب کیا اور ساتھ ہی ساتھ داخلی اختلاف رائے کو اپنے علم کی نہر سے سیراب کر کے ٹھنڈا کر دیا، کیونکہ آپ علوم نبوی کا سرچشمہ ہیں، اسی لئے فن تاریخ کے علماء اعلام نے فرمایا:

وھذہ سنۃ تفرد بھا الصدیق من بین المھاجرین والانصار ورجعوا الیہ فیھا.	مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ احادیث جانتے ہیں جس میں کوئی صحابی چاہے مہاجر ہوں یا انصار شریک نہیں اور اس طرح کے ہر معاملہ میں صحابہ کرام نے آپ ہی کو اپنا مرجع بنالیا۔

(تاریخ الخلفاء ،ص 73 فصل فیما وقع من خلافتہ)

خلافت صدیقی ،تقویتِ اسلام کا ذریعہ

حضرات! ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بنیاد جتنی مضبوط ہوتی ہے عمارت کا قیام وپختگی بھی ویسی ہی ہوتی ہے، حق تعالیٰ نے اس دین کو ہمیشہ باقی رکھنے کا وعدہ فرمایا اور اس کی بنیادوں کو بے حد مستحکم فرمایا اور خلافت صدیقی کی بنیاد کو اپنے اور اپنے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے مطابق قائم فرمایا کیونکہ نبوت کے بعد سب سے اعلی مرتبہ خلافت براصول نبوت ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے لہذا بعد نبوت سب سے اعلی مرتبہ کے لئے بعد از انبیاء سب سے اعلی ذات کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت، اولین خلافت اور دین اسلام کی اساس وبنیاد پر قائم رہی، آپ نے خلافت کے جو اصول بنائے اور دستور تیار فرمایا، اسی پر دین اسلام کی اشاعت کا دار و مدار ہے، آپ کی خلافت، اولین نہ ہوتی تو حق تعالیٰ کی عبادت سے روئے زمین خالی ہو جاتی جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

والذی لا الہ الاھو لولا	اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں!
ان ابابکر استخلف	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر خلیفہ نہ بنائے
ماعبدالله ثم قال الثانیة	جاتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس شان سے نہ کی
ثم قال الثالثة.	جاتی، آپ نے ان کلمات کو تین مرتبہ کہا۔

(جامع الاحادیث، مسند ابی بکر، حدیث نمبر: 27940۔ کنزالعمال، فی خلافة الخلفاء، حدیث نمبر: 14066 ۔تاریخ الخلفاء، ص74فصل فیما وقع من خلافته)

عہد صدیقی اور فتنوں کی سرکوبی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر رونق افروز ہوتے ہی کئی فتنے بھڑک اٹھے، ان میں تین فتنے بڑی قوت کے ساتھ ابھر آئے (1) فتنہ ارتداد (2) فتنۂ مانعین زکوٰۃ (3) فتنۂ مدعیان نبوت۔

اگران فتنوں کی آگ بروقت نہ بجھائی جاتی تو تمام عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آجاتا، خاص طور پر نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خاتمہ اوران کا زورختم کرنا اس وقت نہایت ضروری تھا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانان عالم پرعظیم احسان فرمایا کہ ان جھوٹے دعویداروں کے خاتمہ اور ان کی سرکوبی کے لئے فوجی افسر مقرر فرمائے اورانہیں مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمایااوراعلانیہ مرحمت فرمایا کہ معرکہ سے پہلے باغیوں اورمرتدوں کو یہ سنادیا جائے کہ وہ راہ راست پرآجائیں تو ٹھیک ہے! ورنہ ان سے مقابلہ کیا جائے،آپ نے جواعلانیہ پڑھ کرسنانے کاحکم فرمایا تھااس کا کچھ حصہ سماعت فرمائیں!

وقد بلغني رجوع من رجع منكم عن دينه بعد ان اقر بالاسلام وعمل به اغترارا بالله وجهلة بامره واجابة للشيطان ....واني بعثت اليكم فلانافي جيش من المهاجرين والا نصار والتابعين باحسان وامرته ان لايقاتل احدا ويقتله حتى يدعوه الى داعية الله فمن استجاب له واقر وكف

تم میں جولوگ اسلام قبول کرنے کے بعداللہ تعالیٰ سے فریب کرتے ہوئے ، جہالت کو اپناتے ہوئے، شیطان کی پیروی میں دین حق سے پھر گئے، مجھے اس امر کی خبر پہنچ چکی ہے، میں نے مہاجرین وانصار اور تابعین ذی احسان کے لشکر کے ساتھ فلاں کوبھیجا ہےاورانہیں یہ حکم دیاہے کہ جب تک اسلام کی دعوت نہ دے، نہ کسی سے لڑے اور نہ کسی کوقتل کرے، جومیرے قاصد کی دعوت پر لبیک کہے اوراقرار کرے، بے دینی سے بازآجائے

وعمل صالحاً قبل منه اعانه	اور نیک عمل کرے تو وہ اس کے قول وعمل کو قبول
علیه ومن ابی امرت ان یقاتله	کرے، اس کی مدد کرے اور جو انکار کرے اس
علی ذلک.	سے بے دین ہونے کی وجہ سے مقابلہ کرے۔

(تاریخ الطبری ، ج2ص481)

مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی

افضل البشر بعد از انبیاء، امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑھ کر علم وتقویٰ، اور خوف الٰہی کی منزل پر فائز ہیں،

جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا.

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

(صحیح البخاری ، باب الخوخۃو الممر، حدیث نمبر: 466)

استقلال اور استقامت فی الدین میں آپ کی مثال پہاڑ جیسی ہے، اہل زمانہ ومعاصرین جس معاملہ کی تہ تک نہ پہنچتے آپ اپنی فراست باطنی سے اس کے انجام کا مشاہدہ فرمالیتے ، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد چند قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپ نے فوراً اس فتنہ کے انسداد کیلئے کمر ہمت باندھ لی ،بعض صحابہ کرام نے عرض کیا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کو فی الحال چھوڑ دیا جائے اوران سے مقابلہ کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے جبکہ وہ کلمہ گو ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ لأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاةِ وَالزَّكَاةِ ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالاً كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ .	خدا کی قسم! اگر کوئی نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتا ہے تو میں ضرور اس سے مقابلہ کرونگا،......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا شرح صدر فرمایا، پھر میں پہچان گیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح البخاری ، کتاب الاعتصام ، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ،حديث نمبر:7285)

اُس دور میں نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والوں میں مسیلمہ کذّاب ، اسود عنسی ، طلیحہ اسدی، سجاح بنت حارث وغیرہ ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصوبہ بند طور پر ان کی سازشوں کو ناکام بنادیا اور مسلمانوں کو ان کے دجل وفریب کے دلدل سے نجات دلائی،اس میں پھنسنے سے بچالیا اور ان کے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کا ساماں کردیا۔

غرباء کی نصرت وحمایت

برادران اسلام! عموماً کسی حاکم ، امیر یا بادشاہ کی توجہ ملک کی ترقی ، دشمن سے حفاظت کی تدابیر، معاشی بحران کے تدارک وغیرہ پر رہتی ہے،لیکن رعایا میں سے ہر شخص کی معیشت کا حال جاننا،اس کا تعاون کرنا اور اس کام کے لئے گلی ،کوچوں میں حالت بدل کر گشت کرنا، حاکموں وامراء کی تاریخ میں کہیں نہیں سنا گیا،مگر نائب مصطفیٰ،صاحب

صدق وصفا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعمال میں غرباء پروری، فاقہ کشوں کی چارہ سازی، مریضوں کی عیادت وغیرہ کا خاص عنصر پایا جاتا ہے، آپ بدحال وغمزدہ انسانوں کی پوشیدہ طور پر نصرت فرماتے، خود ان لوگوں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہماری مدد کرنے والی یہ ذات گرامی امیر المومنین ہیں جیسا کہ حضرت ابوصالح غفاری رحمہ اللہ سے روایت ہے:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یتعاھد عجوزا کبیرۃ عمیاء فی حواشی المدینۃ من اللیل فیستسقی لھا ویقوم بامرھا وکان اذاجاء ھا وجد غیرہ قدسبقہ الیھا فاصلح ماارادت فجاء ھا غیر مرۃ فلا یسبق الیھا	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر رات کے وقت ایک ضعیف العمر نابینا خاتون کے پاس تشریف لے جاتے جو مدینہ منورہ کے مضافات میں رہتی تھیں، اور ان کے لئے پانی بھرتے تھے اور ان کے دیگر کام انجام دیتے، اس کے بعد یہ ہوا کہ جب بھی اس ارادہ سے وہاں جاتے تو دیکھتے کہ کوئی ان سے پہلے پہنچ کر ان کاموں کو انجام دے چکے ہیں، پھر وہ مزید کچھ فرماتی تو ان کاموں کو انجام دیتے حضرت عمر نے کئی بار کوشش کی کہ پہلے آئیں مگر ان سے پہلے ہی کوئی کام انجام دے کر چلے گئے ہیں،
فرصدہ عمر فاذاھو بابی بکر الصدیق رضی اللہ عنھما	چنانچہ ایک بار گھات میں بیٹھ گئے دیکھیں کہ کون آتے ہیں، تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؛

الــذی یــاتیھــا وھــو خـلـیـفة فـقـال عــمــر انــت ھــو لعمری	باوجود خلیفہ ہونے کہ اس بڑھیا کی خدمت کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں ؛ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میری جان قربان! وہ آپ ہی ہیں (جو اس خدمت میں بھی سبقت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں)۔

(تاریخ الخلفاء ، فصل فی نبذمن حلمه و تواضعه)

بیت المال میں آئے خزانوں کی رعایا میں فوراً تقسیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا ابتداء اسلام سے ہی آپ کے انفاق فی سبیل اللہ اور جود وسخا کی کوئی مثال نہیں ملتی ، آپ کے عہد خلافت میں دریائے سخاوت خوب ٹھاٹیں مارنے لگا ، جب مال غنیمت وغیرہ آتا تو آپ اس کو بیت المال کی زینت بنا کر نہیں رکھتے تھے اور نہ آپ کو ذخیرہ اندوزی پسند تھی ، چنانچہ اس مال سے پہلے تو امور مملکت کی ضروریات پوری فرماتے پھر غرباء ، فقراء ، محتاجوں اور تنگدستوں میں ضروری اشیاء تقسیم فرماتے ، اور سب میں مال کو مساوات و برابری کے ساتھ تقسیم فرماتے اور اس میں غلام ، آزاد ، مرد و عورت کا امتیاز ہرگز باقی نہ رکھتے ۔ (ملخص از الطبقات الکبری لا بن سعد ، ذکر وصیۃ ابی بکر ، ج 3 ، ص 213)

خدمت خلق کا جذبہ اور شان تواضع

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہنے کے باوجود ، بندوں کے حقوق پورا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے بلکہ جن کے حقوق آپ پر لازم نہ تھے بطور بندہ پروری ان کو بھی ادا فرماتے ، آپ کی یہ شان ایسی استقامت پذیر تھی کہ جو معمول

عہد خلافت سے پہلے تھا، خلافت کو زینت بخشنے کے بعد بھی اس میں رمق برابر فرق نہ آیا۔

آپ کے معمولات شریفہ میں یہ بھی تھا کہ قبیلہ کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیا کرتے تھے اور اس معمول میں خلافت کے بعد کوئی فرق نہ آیا۔

وکان یحلب للحی اغنامهم فلما بویع له بالخلافة قالت جارية من الحی الان لا تحلب لنا منائح دارنا فسمعها ابوبکر فقال بلی لعمری لا حلبنها لکم وانی لارجوان لا يغير نی مادخلت فیه عن خلق کنت علیه

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے تھے جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو ایک لڑکی نے کہا: اب آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوھیں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: کیوں نہیں ؟ ضرور میں تمہاری بکریوں کا دودھ دوہ کر دوں گا، اور یقیناً مجھے یہ امید ہے کہ اس خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے میرے ان معمولات میں تبدیلی نہ آئے جس کا میں پہلے اہتمام کرتا رہا۔

(الطبقات الکبری لا بن سعد، ذکر بیعة ابی بکر ،ج3ص186)

آپ کا اہل بیت کرام سے تعلق، احترام ومودت

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اہل بیت کرام کی تعظیم وتکریم کے سلسلہ میں تمام صحابۂ کرام کے لئے نمونہ ہیں، پرچم اسلام کے علمبردار ہوتے ہوئے آپ نے خانوادۂ نبوت کا جواحترام اپنے دل میں رکھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے:

عن ابن شهاب قال کا ن ابوبکر وعمر فی ولایتهما لا یلقی العباس منهما واحد وهو راکب الا نزل عن دابته وقادها ومشی مع العباس حتی یبلغه منزله فیفارقه۔	حضرت ابن شہاب سے روایت ہے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اپنے دور خلافت میں جب بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملتے اگر سوار رہتے تو اتر جاتے اور سواری کو تھام کر حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چلا کرتے یہاں تک کہ انہیں ان کے دولت خانہ تک پہنچاتے پھر ان سے رخصت ہو جاتے۔

(جامع الاحادیث ، مسند عمر بن الخطاب ، حدیث نمبر: 30679۔ کنز العمال ، عباس بن المطلب ، حدیث نمبر: 37332)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی تعلق دیگر اہل بیت کرام سے تھا ، حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے آپ کے خانوادۂ عالیہ سے مکمل وابستگی رکھتے تھے ، جب آپ خلافت پر مامور ہوئے تو اہل بیت کرام سے آپ کا وہی تعلق باقی رہا بلکہ آپ نے ان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ، جیسا کہ صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا اور اہل بیت کرام سے اپنے تعلق کا یوں اظہار فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم أَحَبُّ إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِی	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ! یقیناً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں۔

(صحیح البخاری ، کتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب قرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم ، حدیث نمبر:3712)

حضرات! میں نے بطور اختصار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد زریں کے واقعات، آپ کے کارنامے اور فروغ دین میں آپ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی، آپ کے اس مبارک تذکرہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں اے اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صدیقیت کا واسطہ ہمیں اسلام پر استقامت عطا فرما، ہمارے دلوں کو عشق رسول عظمت صحابہ ومحبت اہل بیت سے معمور فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داریاں بخوبی پوری کرنے کی توفیق عطا فرما۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

❁❁❁❁❁

حفظان صحت کے شرعی اصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْامِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ.(سورۃالبقرۃ: 172)

برادران اسلام!اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ ایمان والوں سے فرماتا ہے کہ اے ایمان والو!پاک وصاف اور اچھی چیزیں کھاؤ! جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اوراللہ کاشکرادا کرواگرتم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اس خطاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاک اوراچھی چیزیں کھانا چاہئے‘اہل ایمان کو اس بات کی تاکید کی گئی۔ جولوگ ایمان والے نہیں اُن کے پاس طیب وخبیث اورحلال وحرام میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا، جو چیز بھی ان کے زیر دست ہوتی ہے استعمال کرتے ہیں، جو چاہتے ہیں کھا لیتے ہیں،جس مشروب کی خواہش ہوتی ہے پی جاتے ہیں‘ اُنہیں اس کے ناپاک ونجس ہونے کا دھیان رہتا ہے اور نہ نقصان دہ ومضر ہونے کا احساس‘ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کوواضح فرمایااورانہیں کھول کر بیان فرمایا،اورشبہ کی چیزوں سے اجتناب کرنے کاحکم دیا۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ الْحَلالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ .	ترجمہ: حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں وہ مشتبہ چیزیں ہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب الایمان ، باب فضل من استبرأ لدینه ، حدیث:52)

قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں جن چیزوں کو کھانے اور پینے سے منع کیا گیا ان کے چند مراتب ہیں: حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی وغیرہ۔

اور جن چیزوں سے نہیں روکا گیا ان کے بھی چند درجات ہیں: حلال، سنت، مستحب اور مباح۔

رب العزت بندوں پر نہایت مہربانی اور بڑا اکرم فرمانے والا ہے، کسی چیز سے منع فرمایا تو اس لئے کہ اس کو کھانے سے انسان کے ظاہر و باطن کو نقصان وضرر ہوتا ہے اور کھانے پینے کی اجازت دی تو اس لئے کہ ان اشیاء سے نفع اور فائدہ ملتا ہے، الغرض حکمت والے پروردگار کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

حضرات! رب کائنات بندوں کو وہی حکم فرماتا ہے جس کی تعمیل پر بندے قدرت رکھتے ہیں اور جس پر عمل کرنے میں ان کے دینی ودنیوی فوائد ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالی کا منشا یہ ہے کہ بندوں کو جسمانی صحت و بدنی قوت بخشی جائے، اسی لئے حلال و پاک اشیاء کھانے اور پینے کا حکم دیا، اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلت

وحرمت کا جواختیار دیا ہے اس کے ذریعہ آپ نے گندی چیزوں کوحرام قرار دیا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ — یہ نبی ان کے فائدہ کے لئے پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور انہیں نقصان سے بچانے کے لئے گندی چیزوں کوحرام فرماتے ہیں۔

(سورۃالاعراف : 157)

ظاہر ہے کہ اچھی اور پاک چیزیں صحت وقوت کا باعث ہوا کرتی ہیں اور گندی وناپاک اشیاء جسمانی فساداور بیماری ومرض کا سبب بنتی ہیں۔

صحت جسمانی ،اعضاء وجوارح کی قوت وتوانائی ،طبیعت میں نشاط وچستی اور امراض سے سلامتی یقیناً ایک عظیم نعمت ہے،اس نعمت کے باعث بندوں پراپنے خالق کا شکرادا کرنا لازم ہے؛اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پاک چیزوں کوکھانے کی ہدایت دینے کے بعدشکرگزاری کاحکم فرمایا،لوگو! پاک اورطیب اشیاء کے ذریعہ خالق نے تمہیں جسمانی توانائی اورصحت وسلامتی عطافرمائی ،اس نعمت پرتم اس کاشکرکرو!شکرادا کرنے کی توفیق بھی نعمت الٰہی ہے، جب شکرادا کرینگے توحق تعالیٰ اس پر بھی نعمتوں کی برسات فرمائیگا، جیسا کہ ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ — اگرتم شکرکروگےتوضرورتمہیں مزیدنعمتیں دونگا۔

(سورۃابراھیم : 7)

صحت جسمانی ،نعمت الٰہی

صحت وتندرستی حق تعالیٰ کی عطاکردہ نعمت ہے،اس کی حفاظت وصیانت بے انتہا ضروری ہے کیونکہ صحت ہوتو انسان ہرنیک عمل اوراللہ کی عبادت کرسکتا ہے،

نماز ہو کہ روزہ، تلاوت قرآن ہو کہ اذکار واوراد، مریضوں کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء وفقراء کی نصرت، پڑوسیوں کی معاونت، غرض حقوق اللہ وحقوق العباد کو بہتر طور پر اور خوبی کے ساتھ ادا کرنا صحت پر موقوف ہے، صحت کی اہمیت وافادیت اس حدیث شریف سے واضح ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِیهِمَا كَثِیرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن سے بہرہ ور رہنے والے کئی لوگ دھوکہ میں ہیں وہ ہیں: صحت وتندرستی اور فرصت کے لمحات۔

(صحیح البخاری، باب ماجاء فی الرقاق ،حدیث نمبر:6412، سنن الترمذی ، باب ماجاء فی ان الصحة ،حدیث نمبر: 2473)

افسوس کہ جب تک صحت سلامت رہے انسان کو اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا، پھر جب آہستہ آہستہ صحت روبہ زوال ہونے لگتی ہے اور امراض اثر کرنے لگتے ہیں تو اس وقت سمجھ میں آتا ہے کہ میں نے کیسی عظیم نعمت کو کھودیا، اس کی موجودگی میں نہ رب کو راضی کرسکا نہ اس کے بندوں کے حقوق ادا کرسکا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے

قد یکون الانسان صحیحا ولایکون متفرغا لشغله بالمعاش وقد یکون مستغنیا ولا یکون صحیحا

عموماً انسان صحت مند رہتا ہے مگر فکر معاش کی وجہ سے فرصت کے لمحات نہیں ملتے، اور اکثر مالدار ہوتا ہے مگر صحت مند نہیں رہتا،

فاذا اجتمعا فغلب عليه	جب کسی کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں تو اس پر
الكسل عن الطاعة فهو	طاعات الٰہی سے غفلت وسستی غالب رہتی ہے اس
المغبون	طرح وہ دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔

(فتح الباری ، باب لاعیش الاعیش الاخرة ، حدیث نمبر: 5933)

تندرستی ایک قسم کی دولت ہے

غریب ومسکین اورنادار انسان کی تمنا رہتی ہے کہ وہ مالدار وفراخ دست ہوجائے ،اس کوبھی مالداروں کی طرح فراخی وکشادگی حاصل ہو، مال وزر کا پایا جانا جس طرح غناو بے نیازی کا درجہ رکھتا ہے،اسی طرح بدن کی بھی بے نیازی ومالداری ہوتی ہے،جسم کی بے نیازی ومالداری اس کی صحت وتندرستی اورامراض سے سلامتی ہے ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلصِّحَةُ غِنَاءُ الْجَسَدِ — صحت وتندرستی جسم کی مالداری ہے

(کنزالعمال ، فصل فی الحکم ، حدیث: 44386۔ جامع الاحادیث ، مسند ابی الدرداء ،حدیث نمبر: 41589)

اگر جسم کی تندرستی کے ساتھ مال کی فراخی بھی حاصل ہوجائے تو آدمی دونعمتوں کو حاصل کرنے والا ہوجاتا ہے،جو دراصل کئی ایک نعمتوں کے برابر ہے اور یہ اللہ کے فضل وانعام سے ملتا ہے۔

تنگدستی اگر نہ ہو سالکؔ
تندرستی ہزار نعمت ہے

اسلام نے صحت وتندرستی کو بڑی وقعت واہمیت دی ہے،حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عمرو بن ميمون الاودی ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لرجل :إغتنم خمسا قبل خمس :حياتک قبل موتک ، وفراغک قبل شغلک ، وغناک قبل فقرک ، وشبابک قبل هرمک ، وصحتک قبل سقمک.

حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کونصیحت کرتے ہوئے فرمایا: تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی زندگی کوموت سے پہلے ،فرصت کو مصروفیت سے پہلے ،تونگری کومحتاجی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اورتندرستی کو بیماری سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شيبة، کتاب الزهد،حديث شريف نمبر34319)

اسلام میں صحت وتندرستی کی اہمیت اس سے بھی آشکار ہوتی ہیکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نےصحت مند وطاقتورمؤمن کوکمزورونا تواں سے بہتر فرمایا،جیسا کہ ارشادمبارک ہے:المؤمن القوی خيرواحب الی الله من المؤمن الضعيف.
ترجمہ: طاقتورمؤمن کمزورونا تواں مؤمن سے بہتر ہے اور اللہ کے پاس زیادہ پسندیدہ ہے۔(صحيح مسلم شريف ،کتاب القدر،حديث نمبر6945)

بروزحشر‘صحت کے بارے میں سوال

صحت وعافیت اورتندرستی کی اہمیت وافادیت سے کون انکارکرسکتا ہے یقیناً یہ خدا کی ایسی نعمت ہے کہ اس کی قدر جان کرحفاظت وصیانت کا بیڑا اٹھانا‘اس کوغنیمت سمجھ کرطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہنااور برائیوں سے اجتناب کرنا لازم ہے،روزحشر صحت وعافیت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ بندہ اس سے کیا فائدہ حاصل کیا‘ کس

طرح اس کی قدردانی کیا، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَلَم أُصِحَّ لَکَ جِسْمَکَ وَأَرْوِکَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائیگا وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جائیگا: کیا ہم نے تیرے لئے تیرے جسم کو صحتمند نہیں رکھا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا۔

(المستدرک علی الصحیحین ، حدیث نمبر: 7310،شعب الایمان، اول مایحاسب به العبد،حدیث : 4430)

حفظان صحت کے اصول

صحت وعافیت کی حفاظت کرنا بھی انسان پر لازم وضروری ہے،شریعت مطہرہ نے حفظان صحت کے چند اصول وضوابط،قواعد وقوانین بیان کئے ہیں،موجودہ دور میں حفظان صحت کے لئے بڑی جدوجہد کی جارہی ہے،اس کے لئے لوگوں نے بہت سے اصول اختیار کئے ہیں، عالمی پیمانہ پر اس فکر کو پھیلانے کے لئے تحریکیں کی جارہی ہیں، اسکے باوجود خاطر خواہ نتیجہ ہاتھ نہیں آرہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون الٰہی واصولِ دین کو فراموش کیا جارہا ہے، امراض کو دور کرنے اور بیماریوں کو روکنے کے لئے جتنی شدومد کے ساتھ کوشش کی جاتی ہے اس سے کئی درجے زیادہ تخریبِ صحت کے لئے منشیات کی کمپنیوں کو رواج دیا جاتا ہے، بے حیائی والے سینماؤں کو فروغ دیا جاتا ہے کہ

مخرب اخلاق رسوم کو پروان چڑھایا جائے، جب تک اسلام کے دئے ہوئے اصول کو عام نہ کیا جائے کامل طور پر کسی کو صحت نہیں مل سکتی، یہاں حفظان صحت کے چند اصول آیات قرآنیہ واحادیث شریفہ کی روشنی میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

حصول صحت کا پہلا زینہ طلب عافیت

صحت ہو یا مرض، نفع ہو یا نقصان ہر چیز میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور ہر شی عطا کرنے اور اس کو دفع کرنے پر وہی پروردگار قادر ہے، اسی لئے صحت حاصل کرنے کے لئے اسی کے دربار میں التجاء وگذارش کرنا چاہئے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے صحت وعافیت، تندرستی وسلامتی مانگنے کی تاکید فرمائی' چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے:

سَلُوا اللّٰهَ الْمُعَافَاةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ أَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْمُعَافَاةِ. اللہ تعالی سے عافیت مانگو' کیونکہ ایمان ویقین کے بعد کسی شخص کو عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، حديث نمبر:3981)

حضرات! ہمارے سلف کا طریقہ یہی رہا ہے وہ حضرات مقدس راتوں اور متبرک ایام میں عافیت وصحت کی دعائیں کرتے تھے، چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لو عرفت ای ليلة ليلة القدر ماسألت الله فيها الا العافية مجھے جب معلوم ہوجائے کہ فلاں رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ تعالی سے عافیت کے سوا کچھ نہ مانگوں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبه، باب الدعاء بالعافية، ج7، ص26)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماسأل الله عبد شيئا احب اليه من ان يساله العافية.	بندے نے عافیت سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے پاس پسندیدہ کوئی اور چیز نہیں مانگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، باب الدعاء بالعافیۃ، ج7ص26)

صحت کی بقا شکر گزاری کا نتیجہ

دعا سے جب صحت مل جائے تو اس کو باقی رکھنا اور اس کی حفاظت کی فکر کرنا' ضروری ہے، صحت و عافیت کو باقی رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کلیدی مقام رکھتا ہے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عليكم بمداومة الشكر على النعم فقل نعمة زالت عن قوم فعادت اليهم	نعمتوں پر شکرادا کرتے رہنے کو لازم کرلو کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی قوم سے نعمت چلی جائے پھر انہیں واپس دی جائے۔

(قوت القلوب، وصف الشاکرین، ج1ص293)

صحت مندی میں گناہوں سے اجتناب

مال و دولت کی کثرت وفراوانی انسان کو متکبر وخود پسند بناتی ہے اور وہ سرکش ونافرمان بن جاتا ہے، ناعاقبت اندیشی میں لوگوں پر ظلم کرتا ہے، اسی طرح صحت وعافیت میں بھی اس سے نافرمانی وگناہ ہونے لگتا ہے، اِس کے قلب پر معصیت ونافرمانی کا میل جم جاتا ہے۔

اسی وجہ سے صحت کے زمانہ میں گناہوں سے پرہیز کرنا بھی بڑی دولت ہے بلکہ صحت نعمت ہے، پھر صحت مندی میں نافرمانی سے اور معصیت سے دوری کی توفیق نعمت در نعمت ہے۔

جلیل القدر صوفی بزرگ حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 386ھ) فرماتے ہیں:

واعلم ان الانسان قد يطغى بالعوافي كما يطغى بالمال ، لانه قد يستغني بالعافية كما يستغني بالمال وكل فيه فتنة...... والعصمة في حال العافية نعمة ثانية كالعصمة في الغنا نعمة النعمة.	جان لو کہ انسان مال کی وجہ جس طرح نافرمان ہوتا ہے عافیت کی بناپر بھی سرکش ہوتا ہے کیونکہ جس طرح مال سے متکبر ہوتا ہے، صحت وعافیت سے بھی ہوتا ہے، ان سب صورتوں میں آدمی کے لئے فتنہ وآزمائش ہے، صحت بجائے خودنعمت ہے، اس حالت میں برائیوں سے محفوظ رہنا دوسری نعمت ہے جس طرح کہ مالداری میں گناہوں سے بچنا نعمت کی نعمت ہے۔

(قوت القلوب ، ذکر التداوی، ج،1،ص407)

معدہ کی تندرستی، تندرست جسم کی ضامن

معدہ سے متعلق حدیث پاک ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المعدة حوض البدن ، والعروق إليها واردة ، فإذا صحت المعدة، صدرت العروق بالصحة ، وإذا فسدت المعدة ، صدرت العروق بالسقم	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: معدہ بدن کا حوض ہے، اور تمام رگیں اُس سے ملی ہوئی ہیں، تو جب معدہ صحیح ہوتا ہے تو رگیں صحت بخش رطوبت لے کر چلتی ہیں اور جب معدہ بگڑ جائے تو رگیں بیماری سے ملوث رطوبت لے کر چلتی ہیں۔

(شعب الایمان للبیهقی ، التاسع والثلاثون، الفصل الثانی فی ذم

کثرۃ الاکل ، حدیث نمبر:5553)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرون جسم کی پنہاں حقیقتوں سے اُس وقت پردہ اُٹھایا جبکہ میڈیکل سائنس نے ترقی نہیں کی تھی، قدیم طب کے مُسلَّمہ مفروضوں پر اطباء کا مدار تھا، ایکسرے Xray ای سی جی Acg اسکاننگ Scaning وغیرہ کا کوئی تصور نہیں تھا لیکن حفظانِ صحت کا وہ عظیم اصول انسانیت کوعطا فرمایا کہ آج تک علمِ طب اور دنیائے انسانیت آپ کی مرہون ہے اور قیامت تک رہے گی۔

صحت جسم کے لئے تقلیل طعام چاہئے

صحت جسم اور سلامتی قلب ہر دو کا مدار کم کھانے پر ہے، جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلاَتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ كَانَ لاَ مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ.

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے ہیں: کسی آدمی نے پیٹ سے زیادہ بُرے کسی برتن کو نہیں بھرا، ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھی کریں، اگر کھانا ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لئے ہو، ایک تہائی پانی کے لئے ہو اور ایک تہائی سانس کے لئے ہو۔

(جامع ترمذی ، ابواب الزھد، باب ماجاء فی کراھیة کثرۃ الاکل ، حدیث نمبر:2554)

بزرگان دین نے دو جہاں میں سلامتی کے لئے تین اصول بتائے ہیں: (1) کم خفتن، یعنی کم سونا (2) کم گفتن، یعنی کم بولنا (3) کم خوردن، یعنی کم کھانا۔

کم خوردو کم خسپ وکم گوہم بجہلاء کم نشیں

دائما درذکر باش وخویش رابیں بدتریں

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن زائدہ کو لکھا:

ان اردت ان یصح جسمک اگر آپ صحت جسمانی اور کم سونا

ویقل نومک فاقلل من الاکل چاہتے ہیں تو کھانا کم کرو۔

(حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ج3ص146)

یہ ایک حقیقت ہے کہ موٹاپے کی وجہ سے بہت ساری بیماریاں لاحق ہورہی ہیں، اگر کم کھانے کے اصول پر عمل کیا جائے تو یہ عمل بہت ساری بیماریاں دور کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

پرہیز علاج سے بہتر ہے

قرآن کریم میں ہمیں پرہیز کرنے کا اصول بتلایا گیا، تیمّم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ كُنتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا.

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آئے یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔

(سورۃ المائدۃ :6)

اس آیت کریمہ میں بیمار کو پانی سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا، اگر کسی کو کوئی مرض لاحق ہو اور مسلمان، ماہر ڈاکٹر نے پانی کے استعمال سے منع کیا ہو یا زخم ہو اور پانی کے استعمال زخم نہیں بھرے گا یا دیر سے مندمل ہوگا تو ایسے بیمار شخص کو پانی سے پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی اور وضو وغسل جیسے اہم اعمال سے منع کر دیا گیا تاکہ جلد صحت یابی ہو۔

اسی طرح حدیث پاک میں پرہیز کا اصول بتلایا گیا، چنانچہ حدیث شریف ہے:

عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُولُ اللَّهِ -صلی الله علیه وسلم -وَمَعَهُ عَلِیٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی الله علیه وسلم -یَأْكُلُ وَعَلِیٌّ مَعَهُ یَأْكُلُ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی الله علیه وسلم -لِعَلِیٍّ مَهْ مَهْ یَا عَلِیُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ .قَالَ فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَالنَّبِیُّ -صلی الله علیه وسلم -یَأْكُلُ .قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِیرًا فَقَالَ النَّبِیُّ -صلی الله علیه وسلم - یَا عَلِیُّ مِنْ هَذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، اُن پر علالت کی وجہ سے نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ ہمارے پاس کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے تناول فرمانے لگے اور حضرت علی آپ کے ساتھ کھانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی رک جاؤ! رک جاؤ! کیونکہ تم کو نقاہت ہے، تو حضرت علی نے ہاتھ کھینچ لیا اور بیٹھ گئے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرما رہے تھے، حضرت ام منذر فرماتی ہیں: میں نے چقندر اور جو سے آش تیار کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ آش لو کیونکہ یہ تمہاری طبیعت کے موافق ہے۔

(جامع ترمذی ، ابواب الطب ، باب ماجاء فی الحمية ، حديث نمبر:2170)

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو کھجور کھانے سے جومنع فرمایا' یہ اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہے، کیونکہ بیماری کے باعث معدہ میں کمزوری آتی ہے،ضعف ونقاہت کی وجہ سے معدہ ثقیل غذا کو ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ،خوشوں سے لٹکے ہوئے تازہ کھجور میں کثافت زیادہ ہوتی ہے جو کمزوری کے موقع پر معدہ کے لئے گرانی کا باعث ہوتی ہے،اس کے برخلاف آش کھانے کا حکم فرمایا، کیونکہ اس میں غذائیت بھی ہے اور لطافت بھی ، لہذا یہ غذا کمزوری کے موقع پر معدہ کے لئے نہایت موزوں اور نفع بخش ہوتی ہے۔

حرام اشیاء کا استعمال صحت کے لئے نہایت مضر

جسمانی صحت زمانۂ درازتک انہی لوگوں کی قائم رہتی ہے جو کھانے ، پینے کی اشیاء میں احتیاط کرتے ہیں،حق تعالیٰ نے جن چیزوں کوحرام فرمایا ان کی طرف نہ ان لوگوں کی آنکھ اٹھتی ہے ،نہ ہاتھ بڑھتا ہے، نہ دل للچاتا ہے ،فی زمانہ شراب نوشی، سودخوری، منشیات اورصحت میں بگاڑ پیدا کرنے والی اشیاء کا استعمال بڑھتا جارہا ہے جیسے سگریٹ نوشی ،گٹکا، وغیرہ، جب تک کہ جسم کونقصان پہنچانے والی خرابیوں کا سدباب نہ کیا جائے اور اِن ضرررساں اشیاء کے استعمال سے پرہیز نہ کیا جائے صحت وعافیت باقی نہیں رہ سکتی۔

شراب نوشی سے اجتناب کیا جائے!

انسان جوں جوں مادی ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے شراب کوعمدہ سے عمدہ بنارہا ہے،شراب کے نام بدل بدل کراس کو جائز ٹھہرانے کی ناپاک کوشش کررہا ہے،شراب

تھوڑی ہو یا بہت، اس کا نشہ کم ہو یا زیادہ، جلدی اثر کرے یا تاخیر سے، ہر صورت میں شراب حرام ہے، نام بدلنے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہوسکتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ — وہ چیز جس کی زیادہ مقدار جب نشہ پیدا کرے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء مااسکر کثیرہ فقلیلہ حرام، حدیث نمبر: 1985)

تہذیب کی بقاء کے لئے شراب نوشی اور دیگر منشیات سے مکمل احتیاط وگریز کرنا ضروری ہے۔

سگریٹ نوشی سے پرہیز کیا جائے!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیات مستعار بخشی ہے، آدمی نہ اپنے جسم کا مالک ہے اور نہ اس کو دی گئی قوتوں کا، یہ اللہ تعالی کی جانب سے آدمی کے پاس رکھی گئی امانتیں ہیں جو خاص خاص اغراض کے لئے پیدا کی گئی ہیں، ان قوتوں کو غلط مقام پر صرف کرنا مقصود فطرت اور غرض تخلیق کے خلاف ہے، نقصان دہ وضرر رساں اشیاء کا استعمال کرکے ان قوتوں کو ماند کرنا درحقیقت اللہ تعالی کی عطا کردہ امانت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے، ایسی ہی ضرر رساں چیزوں میں ایک سگریٹ نوشی ہے، اطباء وڈاکٹرس کی تحقیقات کے مطابق سگریٹ نوشی سے مختلف قسم کے ننانوے (99) امراض پیدا ہوتے ہیں' ان میں سے چند یہ ہیں:

منہ کے امراض، زبان کے امراض، جبڑے کے امراض، ہاضمہ کے امراض،

دمہ کے امراض، دوران خون کے امراض، پیشاب کے امراض۔

شریعت مطہرہ اور سگریٹ نوشی

تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر جب سگریٹ کی ایجاد ہوئی تو جمہور علماء کرام ومفتیان عظام نے اس کی کراہت کے فتوے دئے۔

سگریٹ نوشی سے بدن انسانی ضعیف وکمزور ہوجاتا ہے اورصحت کے لئے نہایت مضر ہے اسکی ضرر رسانی میں دورائے نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور، نقصان دہ چیز کے استعمال سے منع فرمایا:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور، اعضاء کو کمزور کرنے والی چیز سے منع فرمایا۔

(سنن ابی داؤد، باب النهی عن المسکر ، حدیث نمر: 3688۔ مسند احمد، حدیث ام سلمة، حدیث نمبر: 27392)

نقصان دہ چیزوں کے استعمال سے گریز

نقصان دہ اشیاء کا استعمال ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور خود کو ہلاکت سے بچانے کا حکم قرآن پاک میں ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ.

تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

(سورة البقرة۔195)

یہ آیت کریمہ ہر ایسی چیز کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے جو ضرر رساں ہو جیسے سگریٹ نوشی وغیرہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَاضَرَّ اَكْلُهٗ كَالزَّجَاجِ وَالْحَجَرِ وَالسَّمِّ يَحْرُمُ اكلُهٗ مَالَاضَرَرَ فِي اَكْلِهٖ يَحِلُّ اَكْلُه اِلَّاالْمُسْتَقْذِرَاتِ .	ہر وہ شی جس کو کھانا نقصان پہنچائے، وہ حرام ہے جیسے کانچ، پتھر، زہر، اور جس کو کھانے میں کوئی ضرر نہ ہو، حلال ہے البتہ گندگی والی چیزیں کھانا حرام ہے۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، کتاب الاطعمہ، الباب الثانی)

غیر طیب اشیاء کھانے سے پرہیز

دین اسلام نے مسلمانوں کو اچھی اور پاک چیزیں کھانے کا حکم دیا، بری، خبیث، ناپاک اشیاء سے دور رہنے کی تاکید فرمائی، خبیث چیز جس کی بو اور مزہ طبیعت پر ناگوار ہو، اور انسان اس سے کتراتا ہو، سگریٹ کا دھواں، اس کا مزہ، اور بو سگریٹ استعمال کرنے والوں کے سوا سب پر ناگوار گذرتی ہیں، طیب اور خبیث، اچھی اور بری اشیاء برابر نہیں ہوسکتیں اور ان پر ایک ہی طرح کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ.	آپ فرمادیجئے، خبیث اور طیب برابر نہیں ہوسکتے اگرچہ تمہیں خبیث چیز کا زیادہ ہونا تعجب میں ڈالدے۔

(سورۃ المائدہ: 100)

اسی بناء پر حلال اور طیب کھانے کا حکم دیا گیا فرمان الٰہی ہے:

یَـاَیُّهَـا الـنّاسُ کُلُوا مِمّا فِیْ الْاَرْضِ حَلاَلًا طَیِّبًا.	اے ایمان والو! زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے حلال وطیب کھاؤ۔

(سورۃ البقرۃ : 168)

آخر میں عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی کمپنی کی مصنوعہ شئ پر یہ لکھا ہو کہ یہ شئ کھانے یا پینے سے صحت کے لئے ضرر ہے تو کیا کوئی اس کو خرید کر کھانا یا پینا پسند کریگا؟ یہاں عقلمند انسان کا جواب یہی ہوگا کہ نہیں ، پھر کیا وجہ ہے کہ سگریٹ پیاک پر یہ (Cigarette smoking is injurious to health) لکھا ہوا ہونے کے باوجود لوگ بڑے شوق سے پیتے ہیں؟

مسجد جا کر نماز ادا کرنے کی فضیلت وارد ہے ، چل کر جانے میں سوار ہوکر جانے سے زیادہ ثواب ہے، آدمی اگر خود چل کر مسجد جاتا ہے اور قیام رکوع اور سجود کے ساتھ نماز کی تکمیل کرتا ہے تو اس کے اعضاء کارآمد برقرار رہتے ہیں اور آدمی فیزیوتھرافی (Physiotherapy) سے بے نیاز رہتا ہے۔

دین اسلام میں رسم ورواج کے بجائے مقاصد واغراض کو پیش نظر رکھا گیا ہے، صحت وتندرستی کی اہمیت کے پیش نظر عالمی ادارۂ صحت کی جانب سے 1950 عیسوی سے "عالمی یوم صحت" منایا جانے لگا ہے جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریبًا چودہ صدیوں پہلے ایسی تعلیمات عطا فرمائیں جو انسانی صحت کی ضامن ہیں، اسلام میں نظام طہارت ، وضو، غسل واستنجاء کے مسائل، کھانے پینے کے آداب وسنن، نماز وروزہ کا نظام اور اس جیسے بہت سارے احکام ہیں جن پر بہ پابندی عمل کرنے سے جسم صاف ستھرا

رہتا ہے، ان احکام کو مستقل لائحہ عمل میں رکھا جائے تو ماحول کی صفائی وستھرائی، جسم، لباس اور جگہ کی طہارت وپاکیزگی کے سبب بیماری لاحق ہونے کے اندیشے بہت کم ہوتے ہیں، گویا یہ فائدہ مند وصحت بخش تعلیمات انسانی جسم کیلئے صحت نامہ (Health certificate) ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں بہت سے اعمال جو خالص اسلامی احکام اور تعبدی امور ہونے کے باوجود انسانی معاشرہ وسوسائٹی کیلئے باعث راحت بھی ہیں اور بجائے خود بیماریوں سے بچنے کی احتیاطی تدابیر اور امراض کے اسباب کو ختم کرنے کی صورتیں ہیں۔

اگر عالم انسانیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بتلائی ہوئی اِن درخشاں وتابناک، فائدہ مند وصحت افزا تعلیمات پر عمل پیرا ہوجائے تو انسانی ماحول سے بیماریاں پیدا ہونے کے اندیشے کم ہوجاتے ہیں۔

آخر میں دعاء ہے کہ حق تعالیٰ ہم سب کو جسمانی وروحانی صحت وعافیت بخشے اور ہر طرح کے امراض سے شفاء کامل وعاجل عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

از کلامِ شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان

ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکرِ اولیا اور از قسم عبادت ہو جو ذکر انبیاء
پھر ہو ذکر سرورِ عالم کا کیسا مرتبہ جن کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا
رفعِ ذکرِ پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہِ لولاہ سے

جو کہ پڑھتا ہو درود اُس کو شفاعت ہو نصیب راضی ہوگا حق گواہی دیں گے جب اس کے حبیب
عرش کا سایہ ملے گا ہوگا حضرت کے قریب ہووے روزِ عید اس کو حشر کا روزِ مہیب
اور اس کثرت سے ہوگا نور اُس دن اُس کے ساتھ
جس کی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات
نعت وہ ہے جس کا حضرت نے کیا خود اہتمام حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اس کا ناتمام اور جو دشمن ہو تو اسکے کفر میں پھر کیا کلام
کی بذاتِ خود خدا نے نعت جب محبوب کی
پھر ثنا دل سے کریں کیوں کر نہ سب محبوب کی
کیوں کہ دل میں جب کسی کی ہو محبت جاگزیں اس کو بے ذکر و ثنائے دوست چین آتا نہیں
جس طرح ہوتا ہے دل میں جب کسی سے بغض و کیں اس کی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چیں
قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور
دل کی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور